ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
این درر شاہوار اشعار آبدار انتخابیہ دواوین شاہ ظفر دہلوی مسمی
منتخب کلیات ظفر
از اہتمام عاجز محمد عبد الصمد نبیرۂ حاج میر درمحمد مصطفی خان صاحب مغفور
در مطبع احمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف جلد اول

مقدور کسکو حمد خدائے جلیل کا — اسنجا پہ بیزبان ہو دہن قال و قیل کا

پانی میں اونکا راہبری کی کلیم کی — آتش میں وہ ہوا چمن آزر خلیل کا

اوسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا — لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

پیدا کیا وہ اوسنے شتر عوج بن عنق — پل جسکی ساق پاسے بنا رود نیل کا

پھرتا ہی اوسکے حکم سو گردوں بہ این جلال — چلتا ہی یان عمل کوئی جر ثقیل کا

بلوایا اپنے دوست کو اوسنے وہاں جہاں — مقدور پرزدن نہوا جبرئیل کا

کیا پاے کنہ ذات کو اوسکی کوئی ظفر — دان عقل کا نہ دخل نہ ہرگز دلیل کا

مژدہ اے دل کہ مری پاس وہ یار آویگا — خاک رہ اوسکی بنونگا وہ سوار آویگا

چھپا خورشید دامان شرم سے زیر زمین جا کر
تجھے ڈر ہی نہ ... [illegible]

مری جو آہ کا شعلہ سر چرخ برین پہنچا
کہ نازک ہی نہایت ہی ترا اے نازنین پہنچا

ظفر دامان مژگان ہی ٹپکا جا کے تھا آنسو
اگر سو پہنچا سکے آنکھوں تلک تو آستین پہنچا

یان نہ افسوس دل اک دم نہوا پر نہوا
اور گریہ سے بڑھا کم نہوا پر نہوا

سنکر احوال جگر سوز غریب عاشق کا
ہای افسوس سے تجھے غم نہوا پر نہوا

کشتۂ ناز کے افسوس جنازے پہ ذرا
چشم پر آب تو اک دم نہوا پر نہوا

چارہ گر کی نہیں تقصیر سبب کی تدبیر
کار گر زخم پہ مرہم نہوا پر نہوا

تشنگی نالوں کو مری ہو گئے پتھر پانی
سر مژگان بھی ترا نم نہوا پر نہوا

مثل گل آگیا دم ناک میں اپنا لیکن
یار اپنا کبھی ہمدم نہوا پر نہوا

سیر کی جا ہی سی تری سخت گرہ دلمین تری
شست پیمان ترا محکم نہوا پر نہوا

ہوں وہ آزاد کہ جوں سرو کسی خاطر
قد تعظیم مرا خم نہوا پر نہوا

رات ہمسایوں نے اوچھے اوچھکی دعا میں نالین
شور و نالہ مرا مدھم نہوا پر نہوا

ہند کی صانع قدرت نے دلی تیرا ایسا
کسی مخلوق پہ عالم نہوا پر نہوا

کھلا کے ہنسنے گلشن میں ہزاروں غنچے
دل ہمارا خوش و خرم نہوا پر نہوا

اے ظفر دیکھیے عقبی میں ہو کیا حال اپنا
چین دنیا میں تو اک دم نہوا پر نہوا

کونسی میکش کی دعوت ہے فرشتوں میں جو دھوم
دیکھکر مینا فلک کا اور ساغر ماہ کا

خال کا کاجل نہ سمجھو اوس زنخدان کے قریب
آگیا ہے ہاتھ زنگی کے کنارہ چاہ کا

کہکشان کا خط نہیں یہ صاف آتا ہے نظر
عکس فانوس فلک میں ہے مری شمع آہ کا

منزل الفت میں غم کو میں جلد کیونکر کرون
مجکو ہے اسکا سہارا ہے یہ توشہ راہ کا

اوسکے دندان پر نہیں ہے مسی کی دیکھنا
نے قلم کیا جا بجا لکھا ہے اسم اللہ کا

رتبہ عالی سے اوسکے آسمان بھی پست ہے
اے ظفر جو خاک پا ہے حضرت عالی جاہ کا

خوشی خوشی ہے جو خط نامہ بر لیے آیا
یہ کچھ نہ کچھ تو خوشی کی خبر لیے آیا

ممانعت نہ کر اتنی خدا سے ڈر ظالم
ہمیں ہے شوق ترا تیرے گھر لیے آیا

قدم رکھے ہے وہی عاشقی کے میدان میں
کہ جو ہتھیلی پہ ہے اپنا سر لیے آیا

جب اشک آتا ہے مژگان تلک مرے دل سے
تو ساتھ اپنے ہے لخت جگر لیے آیا

ہزار آپ کو وہ کھینچتے ہیں پر انکو
مرا ہی جذبۂ دل کھینچکر لیے آیا

بچے کب اوس بت صیاد وش سے طائر دل
کہ دام زلف کو بھی دوش پر لیے آیا

کہاں وہ جائیں کہ میری نظر سے ہو غائب
تصور انکو ہے زیر نظر لیے آیا

جو آتا ہے تری مژگان کا ذکر چھیڑتا ہے
مرے لیے بھی ہر اک نیشتر لیے آیا

ظفر ہے واسطے ہر طفل کے مہیا شیر
کہ رزق ساتھ ہی اپنے بشر لیے آیا

ای دل آزار تو سویا کیا آرام سے رات
مجھے پل بھر بھی دل زار نے سونے نہ دیا

میں وہ مجنوں ہوں کہ زنداں میں نگہبانوں کو
میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا

سو نہیں کیا کہ مرے پاؤں کو بھی [illegible]
آرزوئے خلش خار نے سونے نہ دیا

یاس و غم رنج و تعب سے ہے یہ دشمن جاں
ای ظفر شب انہیں چار نے سونے نہ دیا

نہ درویشوں کا خرقہ چاہیے نہ تاج شاہانا
مجھے تو ہوش دے اتنا رہوں میں تجھ پہ دیوانا

کتابوں میں دھرا کیا ہے بہت لکھ لکھ کے دھو ڈالیں
ہمارے دل پہ نقش کالحجر ہے تیرا فرمانا

غنیمت جان جو دم گذرے کیفیت سے گلشن میں
دیے جا ساقی پیماں شکن بھر بھر کے پیمانا

نہ دیکھا وہ کہیں جلوہ جو دیکھا خانۂ دل میں
بہت مسجد میں سر مارا بہت ڈھونڈھا بتخانا

کچھ ایسا ہو کہ جس سے منزل مقصود کو پہنچوں
طریق پارسائی ہووے یا ہو راہ رندانا

یہ ساری آمد و شد ہے نفس کے آمد و شد پر
اسی تک آنا جانا ہے نہ پھر جانا نہ پھر آنا

ظفر وہ زاہد بیدرد کی ہو حق سے بہتر ہے
کرے گر رند درد دل سے ہاؤ ہوئے مستانا

دیگر

مری آنکھ بند تھی جب تلک وہ نظر میں نور جمال تھا
کھلی آنکھ تو نہ خبر رہی کہ وہ خواب تھا کہ خیال تھا

[illegible] عشق و گر خوشی عید کی تھی
خم تیغ تیرا جو سامنے نظر آیا مثل ہلال تھا

کہو اس تصور یار کو کہوں کیوں نہ خضر خجستہ پے
کہ یہی تو دشت فراق میں مجھے رہنمائے وصال تھا

لہلہاتا کیوں نہ لب پر سبزۂ آب جو
دفن یاں وسکا شہید قامت چالاک تھا

گردش چشم بتاں سے ہے یہ سیکھی زیر طور
ورنہ گرداں کب بھلا یوں گنبد افلاک تھا

تھا شہید نیم بسمل کون ہی ماتم سحر گلشن میں کیا
جو سحر ہوتی ہی بلبل گل گریباں چاک تھا

جو نہ کہنا تھا کہا جھٹ منہ پہ اوس سفاک کے
سچ تو یہ ہے یاں ظفر بھی ایک ہی بیباک تھا

ہووے تمہارے در تک اپنا کہاں سے آنا
جب تک قدم ہو مشکل اس ناتواں کا آنا

بیمار غم کو تیرے دیکھو آئے سب اطبا
عیسیٰ کا ایک باقی ہے آسماں سے آنا

کوئے عدم کو جا کر کوئی پھر ادھر سے
دشوار ہے نہایت شاید یہاں سے آنا

للہ کر نہ دیجو برباد خاک عاشق
آہستہ اے صبا تو کوئے بتاں سے آنا

اک آن پر ہے سودا عاشق کے جی کا دل کا
فرماتے آپ کیوں ہیں نا حق زباں سے آنا

کیا دخل ہے کہ ہوویں خاک گشتگاں بھی
آنا کبھی جو شاید اس کہکشاں سے آنا

دم اے ظفر ہوا تھا اپنا بھی رات تو ہیں
خوشبو کا اوس کو زلف عنبر فشاں سے آنا

جگر کی طرح جو ہوئے جل کے دل کباب ہوا
یہ عشق جان کو میری کوئی عذاب ہوا

کیا جو قتل مجھے تمنے خوب کام کیا
کہ میں عذاب سے چھوٹا تمہیں ثواب ہوا

کبھی تو شیفتہ اوس نے کہا کبھی شیدا
غرض کہ روز نیا اک مجھے خطاب ہوا

پیئوں نہ رشک سے خون کیوں میں اپنا
کہ ساتھ غیر کے وہ آج ہمشراب ہوا

کون تھا بار امانت کا اوٹھانیوالا
گرچہ دنیا مین نہ ہوتا ظفر انسان پیدا

ہمنے تجھی کو عشق مین بدظن بنالیا
تھا دل جو دوست وسکو بھی دشمن بنالیا

مشق ستم رہی ہی اوسکی کہ جبتلک
ہر استخوان کو میری نہ قط زن بنالیا

دعوی تھا ایک عمر سے اسلام کا ہمین
اوس بت نے ایکدم مین برہمن بنالیا

آنکھون نے تیری سحر کیا اک نگاہ مین
دیوانہ مجکو اے بت پرفن بنالیا

قصر بہشت تجکو مبارک ہو زاہدا
ہمنے تو کوے یار مین مسکن بنالیا

اللہ ری تیری سنگدلی تو نے اپنا دل
پتھر بنالیا ہی کہ آہن بنالیا

بگڑا مزاج دیکھیے کیسی سنے ظفر
منھ اوسنے یون جو پھیر کے چتون بنالیا

دیگر

جو ضبط فغان کے از نہان ہو نہین سکتا
اور تجھ سے دلا ضبط فغان ہو نہین سکتا

بینائی تھی دل سے یہ عالم ہی کہ اب تو
اشک آنکھون سے بھی میری روان ہو نہین سکتا

سرتا بقدم شمع صفت ہو گے زبان ہم
پر سوز غم عشق بیان ہو نہین سکتا

جبتک شش خفقان مجھے مین تن تو نہ ہو
کچھ میرا علاج خفقان ہو نہین سکتا

رخ چشم مری چشم سے ہو ابر تو کیونکر
اسطرح وہ خونابہ فشان ہو نہین سکتا

کیا جانے بلا کیا ہے ترا غمزہ کہ جس سے
جانبر کوئی اے آفت جان ہو نہین سکتا

کبھی جاکر نہ پھرتا مین گلی مین جو بر کے تیکے
اگر مجھکو نہ میرا یہ دل مضطر لیے پھرتا

ہوتا شوق کو سیر مہ لقا تو کون پھر مجھکو
ظفر خورشید کی مانند یون دن بھر لیے پھرتا

عشق کے میدان مین جسنے دیا سر کٹا
جو قدم آگے بڑھا پھر نہ وہ پیچھے ہٹا

دیکھتے ہی عشق کو عقل گئی سٹ پٹا
دلکو مرے آفرین یہ جو ڈٹا تو ڈٹا

تیغ نگہ کو ذرا تو نے جو چمکا دیا
بھول گئی دیکھکر برق بلا [illegible]

عارض پُر نور پر کھول جو دی اپنی زلف
سینے یہ جانا کہ ہو رات بڑھی دن گھٹا

عشق کی دولت ہی درد کون لے اور کسکو دے
یہ نہ کسی سے بٹے اور نہ کسی سے ہٹا

پھرتا ہی جوگی بنا تیرے لیے آفتاب
خط شعاعی نہیں سر پہ کھلی ہی جٹا

چشم کو ہی تیری کام جیسے پڑا سر سے
زہر بھری ہر نگہ سانپ ہی بیٹھ جٹا

ناز و ادا و نگہ غمزہ و عشوہ ترے
پانچون ہین دشمن مرے اور کرشمہ چھٹا

دامن و جیب ای ظفر چاک ہو تو ہو رفو
دل نہیں جاتا سیا یہ جو پھٹا تو پھٹا

بتون کی ہی وہ آشنائی کا دھندا
کہ ہے جس سے ساری خدائی کا دھندا

وہ جب دیکھو آئینہ ہی دیکھتے ہین
رہے ہی اونھین خودنمائی کا دھندا

جیے یا مرے پر نہ عاشق سے چھوٹے
خیال وصال و جدائی کا دھندا

ہمارا تو پیشہ ہے رندی ہمیشہ
ہوا ہم سے کب پارسائی کا دھندا

تجکو کیا تیری بلا سے کوئی ای غفلت شعار
ہوگیا گر کشتۂ تیغ تغافل ہوگیا

ہوگیا پھیکا تری جانے سے رنگ روی گل
بے نمک نالہ سے میرے شور بلبل ہوگیا

نالہ پر درد دل سودا زدہ خط زلف مین
میری خاطر دستۂ ریحان سنبل ہوگیا

کسکی چشم مست نے اوٹھا ہے ساقی سیکڑون
جون حباب اوندھا جو ہر اک ساغر گل ہوگیا

لکھکے خط دلی پہ کیا تو خط آتیا ہاتھ مین
سن چکے ہم غیر سے تجکو توسل ہوگیا

تھی اجل کو سون تامل لیکن اوسکی چشم کو
کام اپنا اک نظر مین بی تامل ہوگیا

فاتحہ مین تو نہ آیا حسرتا واحسرتا
اور اس حسرت مین عاشق کا ترقل ہوگیا

ساتھہ اس قیامت کی ماری کے سر اپنا تو نہ مار
اے ظفر دل تو اسیر زلف کاکل ہوگیا

خط اہی جو مین کہون وسے خط پڑھا گیا
پڑھا گیا مگر اچھی نمط پڑھا نہ گیا

تھا اسے صفحۂ رخسار پر خط گلزار
ہجوم خال سے تھے جو نقط پڑھا گیا

ہمارا محضر خونین جو محکمے مین گیا
لکھا ہوا تھا کچھ ایسا غلط پڑھا گیا

جو کوئی مصرعۂ مضمون گریہ مینے لکھا
کسی سے مثل خط موج شط پڑھا نہ گیا

پڑھا تمام مرا نامہ اوسنے حرف بحرف
جو مدعا تھا وہی ہان فقط پڑھا نہ گیا

ترے مریض کا نسخہ طبیب نے جو لکھا
قلم کو ایسا دیا اوسنے قط پڑھا نہ گیا

لکھا ہی کیا مری تقدیر مین خدا جانے
پڑھا اگرچہ ظفر سو نمط پڑھا نہ گیا

ہمنے روضہ کو تری روضۂ رضوان پایا
بلکہ رضوان کو نہ یان ہمسر دربان پایا

محو نظارہ ہوا آکے جو اس گلشن مین
چشم نرگس کیطرح سے او سے حیران پایا

دیکھے سب معرفت آگاہ ترے در کے فقیر
ہمنے پایا جسے یان صاحب عرفان پایا

تیرے دروازے کی ہے خاک وہ اکسیر شفا
کہ جسے ہمنے ہر اک درد کا درمان پایا

تشنہ لب آن محبت کے ہوئے سیراب
ہمنے ہر چشمہ کو یان چشمۂ حیوان پایا

کہے اس درجہ کے عالی کی کوئی کیا رفعت
کہ اسے عرش کا ہمسایۂ ایوان پایا

کعبہ و دیر مین ہم ڈھونڈتے پھرتے ہین جسے
شکر صد شکر کہ وہ ہمنے ظفر یان پایا

حال دل سب لکھا نہین جاتا
اور لکھون تو پڑھا نہین جاتا

کوئی وان تک دلا نہین جاتا
جسکو کہتا ہون جا نہین جاتا

کیونکہ طے راہ عشق ہو کہ وہان
دو قدم بھی چلا نہین جاتا

تیرے تیر نگاہ سے ظالم
دل نیچے کیا بچا نہین جاتا

اگیا جب زبان پہ نام ترا
پھر زبان سے مزا نہین جاتا

تشنۂ آب خنجر قاتل
سوے آب بقا نہین جاتا

تیرے بیمار غم کے پاس آکر
کون روتا ہوا نہین جاتا

جب کہ ہوتا ہے دل مرا بیتاب
تو سنبھالا ذرا نہین جاتا

محو حیرت ہون صورت تصویر
کیا کہون کچھ کہا نہین جاتا

دل مرا اوس رشک گلشن کا جو مسکن بنگیا
سینۂ پر داغ گویا ایک گلشن بنگیا

دوستی نے تیری مجھسے کر دیا سبکو برا
اپنا بیگانہ ہوا اور دوست دشمن بنگیا

اپنی دینداری پہ کیا کیا ناز تھا زاہد کو پر
اوس صنم کی دیکھکر صورت برہمن بنگیا

بزم عشرت جسکو تجھ بن ماتم ہو گئی
نغمۂ شادی لب مطرب پہ شیون بنگیا

بسکہ گریہ نے کیا خشکی لب کا علاج
صاف ہر آنسو برنگ شمع روغن بنگیا

گر لگا تیر اوسکا سینے میں مرے اچھا ہوا
جھانکنے کو دلکے سینے ایک روزن بنگیا

رو دئے ہم اپنی اسیری پر تو دریا بہا
حلقۂ گرداب اپنا طوق گردن بنگیا

نے اثر کرتا ہی نالا اور نہ کچھ تاثیر آہ
دل خدا جانے ترا پتھر کہ آہن بنگیا

ہو گیا پانی مرے نالونکی گرمی سے جو خشک
پاٹ دریا کا ظفر صحرا کا دامن بنگیا

اپنا بیٹھا ہونسے دل کی پس از مرگ ای ظفر
سنگ مزار عاشق بیدل وہ بنگیا

رشک میں یار پاس سے جس دم نکل گیا
غیرنے تو جانا یہ کہ مرا دم نکل گیا

تاثیر تیرے گریہ نے کیا کی وہی مگر
دل کا بخار دیدۂ پرنم نکل گیا

پھر کے نہ ہاتھ آیا جو اس وقت قید سے
تیرا اسیر کاکل پر خم نکل گیا

جو معرکے میں عشق کے ثابت قدم رہے
ٹھہرا نہ اونکے سامنے رستم نکل گیا

اوسنے نہا کی زلف نگوڑی بھلا ہوا
جو اس سیاہ مار میں تھا سم نکل گیا

اگر دو چار ہوتا اور بھی مجنوں تری مجنوں
تو اے وحشی نگہ دشت جنوں آباد ہو جاتا

ظفر ہوتا ہے رنج و غم میں دل کیسا ہی آلودہ
مگر صورت کو اوسکی دیکھکر ہی شاد ہو جاتا

غیر کی ہاتھوں سے پی تو نے شراب اچھا کیا
رشک سے دلکو کیا میرے کباب اچھا کیا

کھو دی میری آبرو رو رو کے یوں یار مین
تو نے رسوا مجکو اے چشم پر آب اچھا کیا

کہتے ہیں کیسے دوا اوسکی لوگ دیوانہ مجھے
یار نے مجھکو عنایت یہ خطاب اچھا کیا

شکوہ میں کس کس طرح اپنی کا گردن پی لا
جو کیا تو نے سوا اے خانہ خراب اچھا کیا

ہوتا ہے جلنے سے نہ برسوں میں بھی جنکا لطف
اے اجل تو نے اسے اگر شتاب اچھا کیا

سوز دل سے آمد ہیں آتش دوزخ میں ہم
عشق نے ہمکو گرفتار عذاب اچھا کیا

اپنے ابرو پر بنایا نقطہ خال سیہ
واہ وا کیا تمنے مطلع انتخاب اچھا کیا

لیکیا کو جبین اوس نے پیدا اگر کیوں مجھے
یہ نہ تو نے اے دل پر اضطراب اچھا کیا

مکر تھے تو ہوا خط کی طرح قاصد مگر
جو کیا اوسنے ظفر اوس سے جواب اچھا کیا

حال غم لکھکر تجھے بھیجوں بہت گمراہ کیا
تجکو اے بندے خدا گر ہے مری پرواہ کیا

قامت رعنا کا تیری جیسی ہے ہمکو خیال
دل سے نکلی ہے ہماری ایک سیدھی آہ کیا

یہ طرح چاہ زنخدان کی ہوئی ہے دلکو چاہ
دیکھیں ڈوبا وانڈول کرتی ہے اسے چاہ کیا

لاغر ایسے عشق نے دیکھو لگا کر ہے مجھے
اوڑتا پھرتا ہوں ہوا میں برگ کاہ کیا

زمانہ نے دیستی بلندی الیسی دکھائی ہمکو پس از فنا بھی
غبار اپنا جو ای ظفر ہی زمین سے اونچا فلک سے نیچا

تو مری لاش پہ قاتل نہیں دم بھر روتا — خون کے اشکون سے ہی پر تن ترا خنجر روتا
یون تو ہان شیشہ کو ہی ابر بھی روتا لیکن — نہیں ایسی یہ دیدۂ گریان کے برابر روتا
ای ستمگار تری ہاتھ سے دلسوز ترا — شمع کی طرح سے جل جل کے ہی اکثر روتا
رہتی تاثیر نہیں آہ و فغان میں ورنہ — ہو کے پانی مری فریاد سے پتھر روتا
تجھکو آتی ہی ہنسی یہ بھی نصیبوں کا لکھا — ورنہ ہی غیر بھی خط کو مرے پڑھکر روتا

ق

بزم عالم میں ہم شادی و غم ہین دو نون — ایک ہنستا ہی ظفر ایک ہی یان گر روتا
دیکھ لو آنکھ سے گر ساغر می ہنستا ہی — ہچکیاں لیکے ہی شیشہ بھی مقرر روتا

دیگر

طوفان بپا یہ گریہ کی شدت نے کیا کیا — مجھکو ڈبو دیا غم الفت نے کیا کیا
خواب عدم سے کشتہ کو تیری جگا کی پھر — فتنہ اوٹھایا شور قیامت نے کیا کیا
پروانہ کو جلا کے کیا ایکدم میں خاک — ہے ہے ستم یہ سوز محبت نے کیا کیا
تو کرتا کس امید پہ غافل ہی جمع زر — مارونگ کے ساتھ دیکھ تو دولت نے کیا کیا
دلکو رکھا تھا مینے بڑی احتیاط سے — کیا جانی لیکے کان ملاحت نے کیا کیا
مجھسے جو کچھ کیا سو محبت نے آپ کی — ای مہربان کسکی عداوت نے کیا کیا
اوس بیوفا پہ مجھکو کیا مبتلا ظفر — مجھسے سلوک یہ مری قسمت نے کیا کیا

وفا کا کرکے تو اقرار ہم سے ہو گیا منکر
تری الفت سے ہمنے ہاتھ اس انکار پر کھینچا

جلا دیگا جہانکو دیکھ لینا یہ دل سوزاں
جو نالہ اپنے اور اک آہ آتشبار پر کھینچا

خط رخسار کو تیرے جو دیکھا آگے گلشن میں
قلم سب خوشنویسوں نے خط گلزار پر کھینچا

ہوئی کچھ تو دل بلبل کی اپنی صورت سنگیں
تری تصویر کو جب سینۂ افگار پر کھینچا

دل زخمی سے اپنے ناوک دلدوز کو اسکے
اگرچہ کھینچنا تھا اے ظفر دشوار پر کھینچا

لب نازک پہ نہیں رنگ مسی کا اودا
صدمۂ بوسہ سے لب ہو گیا تیرا اودا

رخ خورشید پہ ہے ابر بہاراں کا نقاب
یار کے چہرۂ روشن پہ دوپٹا اودا

آب گریہ میں ہماری فلک نیلی فام
نیلوفر کا سا کوئی پھول ہے اودا اودا

سرمہ آلودہ تری اشک نے خط جدول
نسخۂ رد کتابی پہ ہے کھینچا اودا

ہے نہاں پردۂ ظلمات میں ضیا آب بقا
بر میں اوس جان جہاں کے نہیں جوڑا اودا

لکھتا شنگرف سے شب جونکا اشارہ ہے یہ
ہاتھ تجھ کا نہ مری قاتل کے نہ آیا اودا

ہے فلک پر ظفر اس دود جگر سے یکسر
طرفہ جام زر خورشید پہ مینا اودا

سرد مہری سے تری دل ہوا ایسا ٹھنڈا
کہ پسینا بھی بدن پر مرے آیا ٹھنڈا

تپش دل نہ ہو کم گرچہ مرے سینے پر
رکھے صندل میں کوئی رنگ کے کیسر ٹھنڈا

غم کی گھاٹی یہ گرمی ہے کہ جی جاتا ہے
پانی اسوقت پلانے کوئی ٹھنڈا ٹھنڈا

ہوتا نہ کیونکہ ای مہ کامل تجھے زوال
باعث تری زوال کا تیرا کمال تھا

بعد فنا بھی عشق بت سیمتن مین یان
اندوہ و درد و رنج سے دل مالامال تھا

فرعون نے خدائی کا دعوی کیا جو یون
دیکھا نہ ای صنم ترا جاہ و جلال تھا

امید روز وصل مین تجھ بندگی ہوئی
اپنا شب فراق مین جینا محال تھا

کہتے ہین جسے ہجر مین یہ کرکی یاد ہم
کوئی زمانہ وصل بھی خواب و خیال تھا

بخشش طفیل شاہ رسل اپنی ہو گئی
ورنہ گناہگار ظفر بال بال تھا

پیش رقیب یون گھونگھٹ اٹھا لو اپنا
یہ کیا کہ دیکھ ہمکو تم منہ چھپا لو اپنا

چھپ جائے چھپ کے جیسے کہ ابر سیہ مین خورشید
زلفون سے رخ روشن جب تم چھپا لو اپنا

دم ہی نکال لو تم اس سے مرا ایسے
سینے سے پر نہ میرے پیکان نکالو اپنا

بوسہ نہین جو دیتے ہمکو عدو کے آگے
گالی بھی دو نہ دیکھو تم منہ سنبھالو اپنا

دلمین تو تم ہو آئی ڈرتا ہون جس غم
جان پر نہ رفتہ رفتہ قبضہ بٹھالو اپنا

معشوق حق پرستی کیسا ہی گر ہو کوئی
دم مین تو اوسے تم بندہ بنا لو اپنا

کہتا ہے دل یہ مجھ سے جون نقش پا ظفر تم
چلکر اوسی کے در پر بستر بچھا لو اپنا

خط تو مجھے اپنا مرغ نامہ بر لیکے اوڑا
نالۂ دل پہلے ہی اوسکی خبر لیکے اوڑا

بوسۂ ابرو طلب کرتا ہون تو مرا
ہاتھ مین شمشیر اپنی فتنہ گر لیکے اوڑا

روتی نہین ہی شمع مرا حال دیکھکر
آتش کا ہو گیا ہی یہ زہرہ پلنگ آب

خط سے نہ غم ہو کیونکہ رخ یار کی چمک
جاتی رہی ہی آئینہ کی زیر زنگ آب

یون خط سبز کی ہین تصور مین اشک سبز
کاہی ہی جسطرح کہ بجاے زنگ آب

عارض پہ تیرے ہو عرق افشان کبھی جو زلف
پھر جاے یک بیک ہر ملک فرنگ آب

مین تشنہ لب ہون جام شہادت کا ہمدمو
آتی ہی مجکو دیتے ہو لیکے تمہارے تفنگ آب

مژگان مین لخت دل ہی کہان تیر نیستان
آتا ہی دیکھو پینے کو بالاے کلنگ آب

تو جلد جام حلقۂ جوہر سے دے مجھے
اس اپنی آب تیغ سے اے خانہ جنگ آب

دل کی ظفر ہے بحر محبت مین زندگی
یان یعنی سچ ہی یہ کہ ہی جان نہنگ آب

خال رخ سے ہو سر قطرہ ہی مین پسینی کی قریب
یا دھرے ہیری ہین نیلم کو نگینے کی قریب

ناوک افگن تری الفت نے دکھائی تاثیر
روزن اک در ہوا روزن سینے کی قریب

ساغر عشق کو ساقی ازل نے جو بھرا
پہلے جا بیٹھی ہمین واسطے مینی کی قریب

اب تلک شہر بدر ہی ہمین سمجھے وہ تمام
ہمکو یان آئے ہوا ایک مہینے کی قریب

سینہ صافون سے بھی تم دور جو بھاگو افسوس
کہ نہ وہ بغض کہ ہین پاس کمینے کی قریب

کبھی لگجاے او تیر تو ہوے شاید ٹھوکر
اس تمنا مین پڑا ہون تری زینے کی قریب

ہے نگہبان دل پر داغ کی آہ پر درد
ہمنے یہ سانپ بٹھایا ہی خزینے کی قریب

خال یہ متصل ناف نہین تیری کہ ہے
لجہ حسن مین ملاح سفینے کی قریب

دل جو اوسکے ہے زلف سے اوسکی
اسکو سودا ظفر ہوا ہے ہیچ

ردیف حای مہملہ جلد اول

تو نے رخ پر زلف کا حلقہ بنایا بے طرح
مرغ دلکو دام میں کافر پھنسایا بے طرح

دیکھیے شبخون کا کسکے ارادہ ہے کہ آج
آپ نے کالی مسی کو پان کھایا بے طرح

خط کے آنیسے تسلی دلکی ہوتی ہے کہ اب
یکقلم لکھنے سے ہاتھ اوسنے اوٹھایا بے طرح

ہے ارادہ خاک میں کسکو ملانیکا تجھے
سرمہ آنکھوں میں جو اب تونے لگایا بے طرح

باغ میں جلوہ تمہارا دیکھ خط سبز کا
منفعل ریحان نے ہوکر زہر کھایا بے طرح

محو نظارہ رہیگا اپنی صورت کا وہ آہ
آئینہ یارو اوسے تمنے دکھایا بے طرح

پنجۂ مژگان سے کب رکتا تھا طفل سرشک
آخرش سر پر یہ طوفان لایا بے طرح

بنگیا ہے سربسر سینہ مرا آتشکدہ
سوز الفت نے مرے دلکو جلایا بے طرح

چاہ میں افسوس سنگ نادانی کی یارو کیا کہا
ہائے کمبختی نے مجھے دل نے ڈبویا بے طرح

ہم نہ کہتے تھے ظفر دل مت لگا ہر ایک سے
دیکھو تو اوسکا مزہ آخر کو پایا بے طرح

ہم مانتے ہیں کب کسی غمخوار کی صلاح
اپنی وہی صلاح کہ جو یار کی صلاح

اوس بیوفا کی ہو نہ سکی ترک دوستی
یہ ہمنے اور دل ہی نے کی یار کی صلاح

مانگی گرمی میں جو پانی بہر رفع تشنگی
اوسکی عکس روی گلگون سے ہوا آب برف سرخ

گر نہیں ہے سر پہ خون اوسکی کسی بیجرم کا
ہین کلاہ قاتل سفاک کی کیون طرف سرخ

اشک خونیں پاس ہیں اپنے سے زر سرخ و سفید
گہہ سفیدہ صرف ہم کرتے ہیں گاہی زر سرخ

ٹپکے اشک سرخ کا قطرہ جو میری چشم سے
ای ظفر ہو جائے اکدم میں آب رف سرخ

ردیف دال مہملہ جلد اول

قدر ای عشق رہیگی تری کیا میرے بعد
کہ تجھے کوئی نہیں پوچھیگا میرے بعد

زخم پر جیسے لگے گوارا ہے مجھے کو نمک
کون چکھیگا محبت کا مزا میرے بعد

در جانان سے مری خاک کو نا برباد
دیکھیو جانا نہ ادھر باد صبا میرے بعد

خار صحرا ای جنون یونہیں اگر تیز رہے
کوئی آئیگا نہیں آبلہ پا میرے بعد

میرے دم تک ہی ترا ای دل بیمار علاج
کوئی کرنیکا نہیں تیری دوا میرے بعد

اوس ستمگر نے مجھے جرم وفا پر مارا
کوئی لینے کا نہیں نام وفا میرے بعد

ای ظفر کیونکہ محبت کو نہو غم تیرا
کوئی غمخوار محبت نہوا میرے بعد

دل لیا اپنے کو ہر وقت وہ دلدار ہی موجود
بوسہ جو طلب کیجیے تو انکار ہی موجود

یا قتل کرو یا مجھے تم دار پہ کھینچو
اب آگے تمہارے یہ گنہگار ہی موجود

زخم تیغ عشق کھانیکا ہمین ہی چسکا لذیذ
اور نمک پاشی بھی ہو تو پھر مزہ داری ہی اور

چار عنصر کے احاطے مین ہی کچھہ جلوہ عجیب
دیر و مسجد کی الگ یہ چار دیواری ہی اور

دیکھئے تاثیر اپنے نالہ ہاے زار کی
ہنسنے جانا ہی ظفر یہ نالہ و زاری ہی اور

گردش چرخ سی ہی سب کو زمین پر چکر
اک نیا روز یہ لاتا ہے ستمگر چکر

دل کو یون زلف کے حلقے مین ہی آکر چکر
جیسے گرداب مین کھاتا ہی شناور چکر

ٹھہر نہ دے ہے کسی چین سے یہ گردش چرخ
آسیا بنکے سدا کھاتے ہے پتھر چکر

تیر مژگان سی اگ پیچ بھی گیا دل تو نہین
گردش چشم نے مارا تری کافر چکر

رفعت جاہ یہ بھی گردش طالع کئی
کھاتے ہین دیکھو فلک پر یہ اختر چکر

ہرزہ گردی کو مری دیکھکے کہتا ہی شوخ
ہی تری بات نہین دیوانے مقرر چکر

نہ سمجھہ اسکو بگولا یہ کوئی سرگردان
کھا رہا دشت مین ہی خاک بھی ہوکر چکر

شعلہ خوبی یہ تری ہوے بلا گردان ق
کھائے جون شعلہ جوالہ سراسر چکر

ٹھہرے گر چاک گریبان یہ کوئی تار رفو
دست وحشت سی رفو ہووے رفو در چکر

پھر تا محفل مین ہی کیا چاک یہ بھی پھرتا تھا
ساقیا کھائے ہی اول ہی ہی ساغر چکر

اشک سی دیدہ تر آب کے مثل گرداب
ای ظفر بحر تو کیا کھاے سمندر چکر

جو عرش سی ہے فرش تلک وہ ہمین ہی تو دیکھہ آنکھہ کھولکر

ای ظفر اوس سے کوئی کہتا نہین
جا کے اتنا بھی کہ سُن او گلعذار

وفور گریہ سے چشم پرآب کے اندر	دکھایا ہمکو سمندر حباب کے اندر
نگاہ مست مین ساقی کی ہی جو کیفیت	بھلا کہان ہی وہ مستی شراب کے اندر
برنگ شعلۂ فانوس ہو نہ پوشیدہ	تمھارا عارض روشن نقاب کے اندر
ذرا بچشم حقیقت ہو گرم نظارہ	وہی ہی ذرے مین جو آفتاب کے اندر
اگرچہ صاف ہی دل سادہ لوح پر ایمن	جو دیکھا ہمنے نہ دیکھا کتاب کے اندر
کہان ہی سینے مین پیکان کہ وہ تو ہی چھپا	چھپا ہوا دل پر اضطراب کے اندر

ہماری آنسوؤن مین یون ہی راز عشق ظفر
کہ جسطرح سے ہو خوشبو گلاب کے اندر

دکھا سکے لاکھ وہ شاہ و وزیر کا محضر	سند نہ رکھیگا کوئی فقیر کا محضر
بروز حشر دکھا دیگا یہ دل پر داغ	خدا کے آگے تمھارے اسیر کا محضر
فلک کے صفحہ پہ جون مہر و مہ کی مہر نہین	مگر یہ ہی کسی روشن ضمیر کا محضر
جگر پہ ہو سکے نہ تو داغ یہ سمجھ گلگیر	ہوا ہی تجھ پہ یہ شمع منیر کا محضر

ظفر نہین ہے کسی وجہ سے مورد تقصیر
یہ چاک ہوگا تمھارے بشیر کا محضر

آئی گلشن مین بہار آدل غمناک بہا	گر نہو وہ گل خوبی تو ہی کیا خاک بہا

پڑی ہے شراب مین گر عکس روے ساقی کا
فزون ہو نور سے خورشید کے ایاغ کا نور

کمر کو اوسکی شب تار زلف مین ڈھونڈھے
کہان ہے عقل مین یہ طاقت سراغ کا نور

وہ ماہ باغ مین جسوقت چاندنی دیکھے
تو دیکھے پھر کوئی اوسوقت صحن باغ کا نور

کرے جو خال رخ یار سے وہ ہمچشمی
تو پھر یقین ہے کہ اوڑ جاے چشم زاغ کا نور

بغیر تیرے ہے عاشق کی حق مین نار سقر
چراغ محفل یاران خوش دماغ کا نور

فروغ بخش ظفر قانعون کے چہرے پر
ہمیشہ اونکو ہے دکھاے بافراغ کا نور

عشق مین کبتلک جئین ہم اپنا سینہ کوٹکر
جی مین ہے کھا جائین ہیرے کا نگینہ کوٹکر

واہ وا کیا صانع قدرت نے آنکھین تیری
بھر دیے موتی سے ای ماہ شبینہ کوٹکر

تیغ ہمسر تیرے ابرو کی نہ کوئی بن سکے
تیغ گر رہ جائین لوہا بے قرینہ کوٹکر

ہاتھہ ٹوٹین محتسب تیرے کہ تونے سنگدل
ریزہ ریزہ کردیا پتھر سے مینہ کوٹکر

گر کبھی ہو وصل کا مکتب تو ہم اوسکی عوض
دن گذارین چھاتی اپنی اک مہینہ کوٹکر

پارہ پارہ کردیا سنگ ستم سے ہے ستم
ای پری رو تونے دلکا آبگینہ کوٹکر

ظلم بد جو ہے کیا نقصان شریفونکو ملے
کب گھٹاے زر ظفر لوہا کمینہ کوٹ کر

ردیف رای مہملہ جلد چہارم

دن اور ہے رات اور زمین اور زمان اور
رہتے ہین خود رفتہ جہان سے وہ جہان اور

اک بار جو دیے نذر دل و جان ترے دونون
اب کیا تجھے دین ہم کہ نہ دل اور نہ جان اور

قیمت نیم نگہ دیتے ہیں عاشق دو جہان
کر دیا عشق نے یہ حسن کی بازار کو تیز

ای ظفر دیکھیے کیا ہو کہ وہ سفاک جہان
آج پھر دیکھتا ہے اپنے گرفتار کو تیز

اگرچہ منزل رشک قمر ہی دور و دراز
ہہونچتا اپنا بھی پیک نظر ہی دور و دراز

خدنگ ناز سے کہدو کرونہ کوتاہی
کہ عرصہ دل سے نہیں تا جگر ہی دور و دراز

پہونچتے ہیں کہیں مر مر کی تا بمنزل
عزیز دراہ عدم اسقدر ہی دور و دراز

نہ روک تو ہمین جانے دے تجکو کیا ناصح
بلا سے راہ محبت اگر ہے دور و دراز

سراغ پائے کوئی کیا کہ لیگیا دلکو
عدم سے بھی وہ خیال کمر ہی دور و دراز

کہان ہی نالی کی طاقت کہ دم کو سینے سے
لبون تلک مری آنا سفر ہی دور و دراز

خرام یار کے نزدیک ہے بہت نزدیک
وگرنہ فتنۂ محشر ظفر ہے دور و دراز

ردیف زای معجمہ جلد سوم

گر تو خوشی سے حرف و حکایات چندروز
ای یار پھر کہان کہ یہ ہی بات چندروز

دنیا مثال فاحشہ جاتی ہی جسکی پاس
رہتی ہی اوسکے پاس بہ ذات چندروز

تو جانیگا گرم وہ سرد زمانیکو اسلیے
گرمی کبھی ہی اور کبھی برسات چندروز

بیٹھا ہی اعتکاف مین زاہدونکی طرح
تو اوٹھکے کرلے سیر خرابات چندروز

جا پڑے تو نہ جیب ظفر ذکر زلف یار
ہو جائیگا زیادہ وگرنہ سخن دراز

ردیف زای معجمہ جلد چہارم

جسطرح کھینچے ہے دلسے آہ یہ دلگیر تیز
اسطرح نکلے کمان سخت سے کب تیر تیز

سوزش دل نے جلا کر مجکو خاکستر کیا
کر دیا اس آگ کو تو نے تو اے تقدیر تیز

کند کر دل کو نہ وقت ذبح اپنے صید کے
کر لے تو اپنی چھری ظالم دم تکبیر تیز

پھر لگے کاغذ کے گھوڑے دوڑنے چار و ناظر
پھر لگی ہے جو زبان تحریر پر تحریر تیز

روبرو اوسکے رہی تیزی نہ یاں کیا مجال
کر رہی ہیں بیٹھے بیٹھے ہم یہیں تقریر تیز

قتل کرنا کسکا ٹھہرا دیکھیے مد نظر
اوس نگہ نے سنگ سرمے سے جو کی شمشیر تیز

جتنی تصویریں مرقع میں ہیں عالم کی ظفر
سب سے ہے اوس عالم تصویر کی تصویر تیز

رہیگا تا بہ دم واپسیں نشیب و فراز
کہ دم کے ساتھ ہے اے ہمنشیں نشیب و فراز

سمجھتا آپ کو اونچا ہے اور کو نیچا
کھلے گا تجکو یہ زیر زمیں نشیب و فراز

قدم سنبھال کے رکھنا کہ راہ عشق میں ہیں
ہزاروں ہی دل اندوہگیں نشیب و فراز

کبھی ہے سر تہ خنجر کبھی سناں پہ تری
دکھاتی ہے یہ تری طرز کیں نشیب و فراز

جو پھر کے آئے مسافر کوئی تو ہو معلوم
عدم کی راہ میں ہے یا نہیں نشیب و فراز

[illegible]

دیکھ اے ابر بہاری تو نہ کر ہمچشمی
لعل و گوہر ہیں مری دیدۂ خونبار کے پاس

پھیلا گل یہ جو بھنورا ہو تو کچھ دور نہیں
دیکھو ہے داغ جگر میرے دل زار کے پاس

منکشف کیوں نہ ہو آثار محبت مجھ پہ
قبر عاشق کی ہے ظالم تری دیوار کے پاس

حلقۂ زلف دوتا سے ہو کے نہ ہو کیونکہ قریب
رکھنی قاتل کو سپر چاہیے تلوار کے پاس

سوزش عشق میں دل کیوں نہ ہو بیتاب ظفر
جانے دیتا نہیں کوئی مجھے اوس یار کے پاس

آبلہ پیدا ہوا داغ دل مضطر کے پاس
چاہیے تھا واقعی شیشہ بھی ان ساغر کے پاس

زلف تو شستہ نہیں خال رخ دلبر کے پاس
شاخ سنبل باغ میں طرفہ ہے نیلوفر کے پاس

جیسے دلکو متصل رکھتا ہوں میں تصویر یار
اور ہی صورتکا جلوہ ہے خدا کے گھر کے پاس

دل عبث ہمنے دیا ہے ای بت کافر تجھے
لعل کی کیا قدر ہو جب ہو تجھ سے پتھر کے پاس

میں تو سایہ بھی اوسکی مانگتا ہوں اے خدا
ہو جو دیوانہ سو جاوے اوسی پیکر کے پاس

ابر کی کیفیت جانی ہیں چھاتی نہیں
بادۂ گلگوں ہے ساقی رکھدے شیشہ ہر کے پاس

زلف کے کشتہ کا تیری ہے جہاں مدفن ویران
جا نہیں سکتا کبھی کالا بھی اژدر کے پاس

آفرین تجھکو ظفر ہو کیوں نہ شاگرد نصیر
اس غزل کو جا کے پڑھ ہر ایک دانشور کے پاس

خموش کیوں نہ ہو مرغ فلک دماغ قفس
ہزار حیف کہ ہو ہمصفیر زاغ قفس

قفس کو چاک میں کل کھینچے ست اوٹھا تھا
کہ مہر بلبل شیدا ہے یہ چراغ قفس

[illegible]

ردیف صاد مہملہ جلد چہارم

نسیم گیسوی عنبرین سے ترے وہ ہمسر کبھی نہ ہوگا
ہزار عنبر ظفر سنگھائی کہیں سے ای پرحجاب خالص

ردیف صاد مہملہ جلد دوم

ہمین ہی ایک اوسی گلعذار سے اخلاص
اوسی بیزار سی الفت ہزار سے اخلاص

برابر اپنا ہی ہر ایک یار سی اخلاص
نہ یہ کہ چار سی نفرت تو چار سے اخلاص

جو میرا دشمن جان ہو وہ ہو وسیکا دوست
کرے ہی کب وہ کسی دوستدار سے اخلاص

ملا نا خاک مین ہے اور بھی سو منظور
بڑھایا تم نے جو اس خاکسار سے اخلاص

نہ بول مجھہ سی تو ناصح کہ مین ہون دیوانہ
تو ہوشیار ہی کر ہوشیار سے اخلاص

ہر ایک شخص سے اخلاص ہی پیارا تیرا
مگر نہیں اسی تقصیر وار سے اخلاص

بغیر رنج و مصیبت سوا حسرت و یاس
رکھے ہے کون دل بیقرار سے اخلاص

غرور تھا ہمین کیا اپنی پارسائی کا
نتھا ہمارا جب اوس بادہ خوار سے اخلاص

جہاں مین جتنے کہ ہین بدنصیب بدقسمت
ظفر وہ رکھتے ہین اس بد شعار سے اخلاص

لبو نے منفعل اوسکے شراب ہو خالص
خجل پسینے سے رخ کی گلاب ہو خالص

فلک خلوص سے بیزار ہے عجب کیا جو
جو سیم ماہ و زر آفتاب ہو خالص

بلا سے گر نہیں ساغر میں اپنی بادہ ناب
جگر کا خون ہی چشم پر آب ہو خالص

ردیف ضاد معجمہ جلد اول

ہے نفحت فیض روحی سے ظاہر اے ظفر
جو کہ پہونچا خالق کونین سے آدم کو فیض

ردیف ضاد معجمہ جلد چہارم

زلف سے اوسکے یہ کیا اس مبتلا کو ہے غرض
سر پہ لے ناحق بلا کسکی بلا کو ہے غرض

جو ہوا اے شوخ بیمار غم فرقت ترا
نے شفا سے اوسکو نے اوس سے شفا کو ہے غرض

دل مرا ہو رشک سے خون یہ فقط مقصود ہے
ورنہ اوسکو دست و پا سے کیا حنا کو ہے غرض

جان و دل ایمان و دین جو کچھ تھا لینا لے چکا
اب ہے کیا ہمسے اوس کافر ادا کو ہے غرض

اے ستمگر اے وفا دشمن تری بیداد سے
بیوفا کو کیا غرض ہے باوفا کو ہے غرض

امتحان برش تیغ نگہ منظور ہے
قتل سے میرے نہیں اوس پر جفا کو ہے غرض

آشنائی بے غرض ہے کون دنیا میں ظفر
پڑتی سو بار آشنا سے آشنا کو ہے غرض

ردیف طای مہملہ جلد اول

بت کشمیر کی آیا جو نہیں طرف سے خط
کھل گیا راہ میں شاید کہیں اب بے ربط سے خط

باندھی ہے اوسنے کمر قتل پہ شاید ہمدم
لکھہ کے بھیجا ہے جو خونخوار نے شنجرف سے خط

عمر کی صرف اسی بحث میں تو نے نادان
لکھنا آتا ہے کوئی نحو سے او صرف میں خط

ہوا اتھا کل جو مرا خط بلنگ یار پہ گم
سو یار سے آج وہ پایا نوار مین سر خط

جو خوشنویس ظفر کچھ بگاڑ کر لکھے
دکھائی اور ہی حسن اس نگاڑ مین سے خط

لکھ کے بھیجین اونکو ہم کیا خاک خط
بن پڑھے کر ڈالتے ہین چاک خط

دور گھر ہی یار کا جائے نہ جائے
لیکے کوئی قاصد چالاک خط

مانگ اوسکی یاد آئی دیکھکر
کہکشان کا شب سر افلاک خط

تر نکر اشکون سے کاغذ بسبر
لکھنے دے اے دیدۂ نمناک خط

تیغ بران سے تری پڑتا نہین
نلے قضا اے قاتل سفاک خط

تونے کیا لکھا تھا جو رونے لگا
پڑھکے تیرا عاشق غمناک خط

حاسدون سے ناک مین دم ہے ظفر
دیدو چاقو سے پکڑ کے ناک خط

ہمدمو عشق کی نہ پوچھو شرط
جان دیتے ہو تو کچھ ادا ہو شرط

جو تمھاری نہ جائیگی بدلی
اسمین جو چاہو تمسے بدلو شرط

اپنی ہمکو رہائی سے منظور
ورنہ تم اور ہمسے جیتو شرط

دل بیمار کے علاج مین ہے
وصل دلدار اے طبیبو شرط

دل بند تار زلف ہے سو نہین چھٹتا
اسکے چھٹنے پہ تم نہ باندھو شرط

یون کسیکو سے ہے کون دیتا دل
دلبری بھی سے ہے دلربا کو شرط

دل عاشق جمال ہی مفتون خال و خط | جان وحشی نگاہ ہی مجنون خال و خط

کیا خوب نقطہ رکھتا ہی کیا خوب دائرہ | صفحے پہ روی یار کی یہ نون خال و خط

خورشید زیر ابر ہے رخسار تابناک | پوشیدہ زیر کشش شبگون خال و خط

سنبل قرین سوسن و ریحان ہی باغ مین | گیسو ہی سمجھو یار کے مقرون خال و خط

زیبا ہے اوسکی کشور حسن و جمال مین | آئین ناز و غمزہ و قانون خال و خط

دکھلا دیا نوشتہ مرا ایک قلم مجھے | مین تیرہ بخت ہون ترا ممنون خال و خط

ہر شب تصور رخ جانان مین اے ظفر
کیا کیا ہین سوجھتے مجھے مضمون خال و خط

ردیف ظاے معجمہ

ابر مژگان سے مری جاتا رہا عالم کا قحط | بہتے ہین دریا وہان تھا جہان شبنم کا قحط

ہمنے رنج اتنے سہے باقی رہا کوئی نہ رنج | ہمنے غم کھائے یہانتک کہ گیا اب غم کا قحط

اس دل بیمار کو لیجاؤن یارب کس کے پاس | ہو گیا عالم مین خوبان مسیحا دم کا قحط

کوئی غنچہ بھی شگفتہ اس گلستان مین نہین | ہو گیا از بسکہ دلہا ہی خوش و خرم کا قحط

دیکھئے جوبن اپنے دلریشون کی قسمت کی کہان | ہی سما زخم و نمک کا اور ہی مرہم کا قحط

کہتے ہین خوش ہو کے اپنے دل مین پیر در مغان | قحط دریا ہے بلا سے پر نہین ہی سم کا قحط

یون تو ہین آدم ہی آدم سب جہان مین اے ظفر
پر جو دیکھا غور سے ہی کام کے آدم کا قحط

شمع سے گلگیر کیا تاج زر کی احتیاط | گلشن مین جب نہ اوس سے اپنے سر کی احتیاط

ردیف ظای معجمہ جلد چہارم

مجھے تو وقت سخن شوخ تند خو سی لحاظ
اوسی نہ شرم کسو سے نہ ہی کسو سے لحاظ

بھر آیا دل مرا سو بار پر نہ رویا مین
رہا یہ مد نظر پاس آبرو سے لحاظ

چمن مین آنکھ جھکائی کھڑی ہی کیون نرگس
اگر نہین ہے کسی شوخ لالہ رو سے لحاظ

وہ بیحجاب ہو گیا ایک ساغر مے سے
کہ ٹوٹی جسکا نہ سو شیشہ و سبو سے لحاظ

جہان مین پائیگا کیونکر وہ گوہر مقصود
جسے تلاش سی ہو شرم جستجو سے لحاظ

لحاظ ہی یہ فقط تیری دوستی کا ہمین
تری جو بزم مین کرتے ہین ہم عدو سے لحاظ

قسم ہی خنجر قاتل تجھے مری سر کی
جو وقت ذبح کرے تو مری گلو سے لحاظ

چمن سے آگئے نہ پردہ تا سر بازار
اوڑ گئی گل جو نہ اظہار رنگ و بو سے لحاظ

صفائی دیکھ ظفر آئینے کی دیدے کی
نہ خوبرو سے ہی اوسکو نہ زشت رو سے لحاظ

ردیف ظای معجمہ جلد سوم

ردیف ظای معجمہ جلد دوم

کری ہی فتنہ تری چشم فتنہ زا کا لحاظ
یہ وہ بلا ہی بلا کو ہی اس بلا کا لحاظ

نہ کی شکایت ظلم و ستم کبھی مینے
رہا سدا ہے مجھے اوس شوخ پر جفا کا لحاظ

فلک پہ کیون رہی ستارہ سحر وہ نہ تو
جو ہو نہ اوسکو تری لعل کف پا کا لحاظ

دل وہ سکی جنبش مژگان سے کیون جفا نگری
کہ اس مریض کو ہان چاہیے ہوا کا لحاظ

اوٹھا کے آنکھ نہ دیکھا چمن مین نرگس نے
رہا جو اوسکو تری چشم پرحیا کا لحاظ

ردیف ظای معجمہ جلد اول

کچھ ہو دیوے گی گھر میں نہیں روشنی کا کام — فانوس کب ہے خانۂ زنبور سے چراغ

اللہ ری تجلی انوار حسن یار — ہے جسکے گھر میں روشنی طور سے چراغ

روشن ہو آفتاب قیامت کا اے ظفر
ہم دل جلوں کی شمع سر گور سے چراغ

کچھ بات کہدیں مصلحتاً تجھسے ہم دروغ — ہے بت قسم نکھائیں خدا کی قسم دروغ

قاصد خط اوسنے لکھکے جو بھیجا کبھی کیا — تحریر جو ہے اوسمیں وہ ہے یکقلم دروغ

ابرو کو اوسکے کہتے ہیں سب تیغ اصفہان — ہے اصفہان میں کہاں ایسا خم دروغ

غم کھا کھا کے جان مری لب تک آگئی — وہ اب جتاتے ہیں مرا حال غم دروغ

بولے تو کچھ کہا نہیں تم کہتے ہو کہا — کیا بیٹھوں اوس فروغ کو ہے یہ ستم دروغ

سچا ہے ان زبانیں وہ بھی کہ جسکے ہو — کچھ راستی سخن میں سوا اور کم دروغ

حق ہے دروغ گو کو نہیں حافظہ ظفر
جاتا ہے بھول کرکے جو وعدہ صنم دروغ

ہمارے قتل کو تو نے نہ بر روانی تیغ — ترا ہے ابروئے پر خم خود اصفہانی تیغ

جہان کو کشتہ کیا اے کشندۂ عالم — تری نگہ ہے غضب وقت ظلم رانی تیغ

ترا ہے عکس کا یہ دریا میں عکس جبین — ہر ایک موج سے دکھلاتی ہے جو پانی تیغ

چھٹے عذاب سے تیرا اسیر رنج و الم — کرے جو اوسپہ فدا تیری مہربانی تیغ

قد کشیدہ ترا سیف ہے مرے حق میں — نہ کھینچ مجھپہ عبث اے عدوئے جانی تیغ

ردیف قاف جلد دوم

پیام کسکا یہ لایا کہ اتنا گرم آیا
روان ہی جو مری قاصد کے تن سی عرق

چمن پہ اوس سی پڑ جاتی دیکھکر اکبار
تمھاری رخ پہ نمایان ہی اس جبین پہ عرق

نہ سمجھو شبنم اسے دامن اپنا چھوڑ دیا
صبا نے پونچھ کی پیشانی چمن سے عرق

مریض عشق کو تیری ہی یا ہی شربت سیب
اگر نمود ہو تیرے لب و ذقن سی عرق

عرق عرق ہی خجالت سی دیکھکر کسکو
اٹپک پڑا ہی جو یون شمع انجمن سے عرق

ظفر سناؤن جو یارون کو مین بھی گرم غزل
تو آئی جا ہی انھین گرمی سخن سے عرق

یون تو مدت سے ہی الطاف و عنایات مین فرق
لیکن ایسا نہو آجا ہی ملاقات مین فرق

پہونچے کیا حسن کو اوس تک لقا کے لیے
فرق دونو مین ہی یون جیسی ہو دن رات مین فرق

دو نون مین جا ہی تماشا جو تماشا دیکھو
کچھ نہین خانقہ و کنج خرابات مین فرق

دل و جان اسمین اگر جا بلا سی جائے
غم جانان کی اگر کچھ اسے مدارات مین فرق

ربط دو دلمین ہو سو سمجھان مشکل دو
ہے عجب بات کہ آتی ہی وہان اک بات مین فرق

تیری شوخی کی ہین انداز سمجھنی مشکل
چشم و ابرو ہی دی یہ اشارات مین فرق

ای ظفر چاہیے درویش کو ضبط اوقات
ذکر اور شغل کہان جبکہ ہو اوقات مین فرق

نہ پہنچ ہمسے بہت گفتگو طراق پڑاق
وگرنہ ہو وہ ابھی پھر دو بدو تراق پڑاق

چٹک کی بولا نہ اتنا چمن مین غنچۂ گل
سے کلام جو تیری ہو طراق پڑاق

نکلے ہی جو یون داغ بدل خاک سے لالہ
ٹھہرائے لگے آتش دوزخ تو عجب کیا
کیا فائدہ اشکون کو اگر چشم مین روکا
بجلی گرے ای چرخ اگر اوس سینہ بلا سے

ہے زرد بزیر زمین کیا کوئی نقشہ جگر عشق
دکھلائے شرارت اگر اپنی شرر عشق
ہے زردی رخسار سے ظاہر اثر عشق
لیکن پڑے دل پہ کسو کے نظر عشق

ہو گرچہ دماغ اوسکا فلک پر تو بجا ہے
جو آپ کو سمجھے ہے ظفر خاک در عشق

ردیف قاف جلد چہارم

کھلتا نگاہ سے ہے بت سیمبر کا فرق
سوئے نہ میری پاس وہ بستر پہ رات کو
کوچہ مین اونکی مجھکو مکان بھی ملا تو کیا
جاتا گذر ہے دونون سے اوسکی نگہ کا تیر
بلبل ہزار میری طرح سے ہو نالہ کش
آئے بھی میری پاس تو بیٹھے وہ فرق سے

کرتا ہے دل کے فرق کو ظاہر نظر کا فرق
جبتک کہ درمیان نہو بالشت بھر کا فرق
میری اور اونکی گھر مین ہے دس بیس گھر کا فرق
مطلق نہین سمجھتا دل اور جگر کا فرق
میری اور اوسکے نالے مین ہوگا اثر کا فرق
آیا ہے اونکی دلمین کچھ اب اسقدر کا فرق

مدت سے مجھ مین اور میری دلمین ہے ظفر
ڈالا ہوا ہے اوس نگہ فتنہ گر کا فرق

ردیف کاف جلد اول

ڈر ہی اسے نہ دے گرا صدمہ بہار ہی کا
یہ جو زمین پہ ہی گرا رخ پہ رین لگ کھلک

جاتی ہے آج تم جہان لیچلو ساتھ ہمکو وان
بیٹھ رہینگے مہربان ہم بھی کہین لگ کھلک

پاس نزاکت اسقدر ہی کہ شیشہ پناہ سہ
رکھتا ہی تیری بانو پر تیر اخرین لگ کھلک

کردی بدن سے سر جدا لیتا ہی کیون اوٹھا اوٹھا
رکھی گلے پہ تو مری خنجر کہین لگ کھلک

کون ہے جس سے خاطرہ رکھتی نہین ہین ہمد ہو
رہتی ہین انکی پاس تو اکثر ہمین لگ کھلک

جوش جنون حسن مین یہ کہ ہر شہ در رشتی اسعد
رکھی ہی شاخ گا دیکھ کہ مین لگ کھلک

دل لگو نہ دو ظفر اوسے جو وہ اوچھالتا پھرے
شیشہ ہے نازک اسکو تم رکھ دو کہین لگ کھلک

ردیف لام جلد اول

لگا جو خون جگر عشق مین شراب کے مول
تو بیچین خون جگر ہم ابھی شہاب کے مول

عرق کا قطرہ تر رخ سے ای گلستان رو
جو ہاتھ آئی تو لون شیشہ گلاب کے مول

ہوا کہ کشور دل پہ وہ شہسوار حسن ہی آج
کہ ماہ نو کو بھی لیتا نہین رکاب کے مول

جسے کہ جان ہی مارے وہ طرہ مشکین
پھر اوسکی خاک بھی بکتی ہے مشک ناب کے مول

عجب ہے شہر محبت کا جوہری بازار
بکے ہے اشک کا قطرہ در خوشاب کے مول

ظفر وہ روی کتابی ہے مصحف عشاق
کسی کتاب کا کیا آگے اوس کتاب کے مول

جانتے ہو الیسا د مبا ز جانبازونکو بھی ۔۔۔ دم ہی تجھی جاؤ گے گر انیا دم دینگے ہم

زاہد ہمیغز کو ہو گی نہ کیفیت نصیب ۔۔۔ جام مے کیا گر چہ اوسکو جام جم دینگے ہم

سنتے نہ شور نینگے تری تیغ ستم سے دیکھنا ۔۔۔ سر تلک بھی عشق مین آپ ستم دینگے ہم

گر کہو نگے گی نشان کیا تم ہم رخصت مجھے ۔۔۔ ہنسکے کہتی ہین کہ تجھہ درد و الم دینگے ہم

یہ بھی تھا تقدیر مین لکھا کہ ای تو خط تجھے ۔۔۔ یون اُلٹ جان قین ایمان تک قلم دینگے ہم

سب نکلجا ئینگی تو قاتل ہماری حسرتین ۔۔۔ جب تڑپ کر دم تر ے زیر قدم دینگے ہم

کندہ ہی دل لگے نگینے پر ہمارے نام دوست

اے ظفر کیونکر کسیکو یہ رقم دینگے ہم

ردیف میم جلد دوم

یہ جو تم کھاتی ہو خدا کی قسم ۔۔۔ سب ہے دروغ ای تو خدا کی قسم

پھرتی ہین مہر سے جو سرگردان ۔۔۔ ہے تری جستجو خدا کی قسم

کھولدیتی ہین میرے نالہ و آہ ۔۔۔ راز پوشیدہ کو خدا کی قسم

پہونچی منزل پہ ہمسفر اور ہم ۔۔۔ رہ گئے غفلت مین سو خدا کی قسم

جا ؤ غماز کی نہ باتون پہ ۔۔۔ ہے وہ بیہودہ گو خدا کی قسم

یہ جو تم دیکھتے ہو غفلت مین ۔۔۔ خواب ہے غافلو خدا کی قسم

مہر کیا ذرہ کیا کہ ہے سب مین ۔۔۔ جلوہ یار لو خدا کی قسم

چاک کیوں جیب جگر اپنا کریں مثل کتاں | گر نہوں دیوانۂ عشق اوس مہ طلعت کے ہم

ان بتوں کی صورتوں میں واہ کیا کیا اے ظفر
ہیں تماشے دیکھتے اللہ کی قدرت کے ہم

زلف پر تیری نظر جب اے صنم کرتے ہیں ہم | سورۂ واللیل پڑھ کر منہ پہ دم کرتے ہیں ہم
کب تمہارا شکوۂ جور و ستم کرتے ہیں ہم | اور کرتے ہم تو کہہ دیتے کہ ہم کرتے ہیں ہم
وہ قدم اپنا جہاں رکھتا ہے واں زیر قدم | فرش آنکھیں صورت نقش قدم کرتے ہیں ہم
کیا ستم ہے وہ صریحاً ہے یہ کرتے ہیں ستم | اور کہتے ہیں یہ لطف و کرم کرتے ہیں ہم
اپنے خارستان مژگاں کو ہمیشہ عشق میں | اشک گلگوں سے گلستان ارم کرتے ہیں ہم
کیا کسی سے خاک ہوں خستہ ہیں اب مایوس ہم | دیکھتے ہیں اپنے پیا کو تو دم کرتے ہیں ہم
سچ ہی سچ لکھا دیا قاصد خط یہ ہم نے اک قلم | جھوٹ ہو تو ہاتھ ابھی اپنے قلم کرتے ہیں ہم
شربت خضر اس حلاوت سے پیے گا کوئی کیا | جس مزے سے نوش جاں ہر ایک غم کرتے ہیں ہم

یہ جو دم کی آمد و شد ہے اسی میں اے ظفر
دم بدم اک سیر ہستی و عدم کرتے ہیں ہم

ردیف میم جلد سوم

نے خرد نے ہوش نے تدبیر پر شاکر ہیں ہم | دوستو اپنی فقط تقدیر پر شاکر ہیں ہم
ہاتھ سے قاتل کے کچھ شکوہ نہیں کرتے کبھی | رکھ کے آپ اپنا گلا شمشیر پر شاکر ہیں ہم

جنکو ایمان ہم اپنا بخدا گنتے ہین
پوچھو وہ کیکر مومن ہمین کیا گنتے ہین

تیری فرقت مین پڑے بستر غم پر ہر شب
تا سحر ہم صبح تلک ای ماہ لقا گنتے ہین

تو جدھر قبلۂ جان اپنا تصور ہے ادھر
اس تصور ہی کو ہم قبلہ نما گنتے ہین

ہم برا کہتے ہین اونکو تو خدا ہی جانے
وہ برا گنتے ہین ہمکو کہ بھلا گنتے ہین

درد و غم یاس و الم رنج و تعب آہ و فغان
ہم تو ساتھ اپنے انھین کو رفقا گنتے ہین

ظلم سہتے ہین بجز شکر نہین کچھ کہتے
ہم جفا اونکو تری مہر و وفا گنتے ہین

آج جو وعدۂ دیدار کیا ہے تو نے
بیٹھے گھڑیان ترے مشتاق لقا گنتے ہین

ملگئے خاک مین ہم جنکے لیے وہ اب بھی
ہمکو اپنا نہین خاک کف پا گنتے ہین

اے ظفر میری ان اشکون کی بدولت ہر دم
مثل خرمہرہ در بیش بہا گنتے ہین

لگے ہین دل پہ بہت زلف یار کے تسمین
کیا ہے ٹھیک اسے مار مار کے تسمین

شکار بند مین تیرے سوار توسن ناز
کہان نصیب کہ ہون اس شکار کے تسمین

خدا بچائے اوسے جسکے قتل پر کھولین
بتان عربدہ جو جو کنار کے تسمین

فلک نے رعد کے طبلے پر آج ای ساقی
چڑھا دیے رگ ابر بہار کے تسمین

ابھی جو ہاتھ لگا تا ہے ایک وہ قاتل
تو پھر لگے نہین سہتے ہزار کے تسمین

نہی نصیب کہ کام آئین ان حسینونکے
بوقت فصد ترے جسم زار کے تسمین

فقیر جای کمر بند باندھتے ہین سدا
کمر مین ہمت پر استوار کے تسمین

وہ کھیل کھیل جس سے ہے کچھ ہاتھ کا کھیل
کیا فائدہ بیان سے ظفر کھیل کو دین

چوسی لب میگون تم خواب آئے مزے مین
اوس رخ کتابی کا ہے آنکھونمین تصور
جو ہے مزا عشق کا پیری مین اوٹھایا
ساقی مری توبہ کی ٹھہرنگی نہیں بانون
پرواترے زخمی کو نہیں آب لقا کی
جیسا کہ دل سوختہ ہے اپنا مزیدار
پوچھو نہ یہ تم بوسے لبے کتنے مزے سے
چھٹتا ہی مزا عشق کا ہے کوئی ناصح

پی ہی نہ کبھی ہمنے شراب ایسے مزے مین
ہم دیکھتے ہین دیکھو کتاب ایسے مزے مین
گذرا نہیں اور ونکا شباب ایسے مزے مین
گرجھوم کے آئیگا سحاب ایسے مزے مین
رکھتی ہے تری تیغ کی آب ایسے مزے مین
رہتا ہی کہان جلکے کباب ایسے مزے مین
رہتا ہے کسے یاد حساب ایسے مزے مین
آئے نہیں ہم خانہ خراب ایسے مزے مین

ہوتے ہی نشہ کیونکہ نہ ڈھل جائے وہ ہم سے
رہتا ہی ظفر کوئی حجاب ایسے مزے مین

اٹھ گئے بن بنکی دنیا مین مکان بہت ہونگی یہین
حال دیوانون کا ہی پوچھ رہ شست خار سے
ہر قدم پر تیرے انداز خرام ناز نے
آشنائی کا بھروسا کیا تمھاری ہو مجھے
اس چمن مین میری برق نالہ پر سو رہے

ای فلک تو نے اٹھائی یان نشان بہت ہونگی یہین
یعنی افسانی اوسی نوک زبان بہت ہونگی یہین
دل کیے پامال ای سرو روان بہت ہونگی یہین
ہم چلے آپ سے تنہا ای مہربان بہت ہونگی یہین
جلگئے ای ہم صفیر آشیان بہت ہونگی یہین

سینہ کاوی یاں کرے کوئی نہ جبتک اے ظفر
ناسور ہو جوں نگیں ایسا تو ہو سکتا نہیں

رکھتی کیا بانکی نہیں شمشیر و خنجر اور ہیں
لیکن اوسکی ابروی پر خم کے جوہر اور ہیں

کرتے ہم مضمون سوز دل بیاں گر اور ہیں
آگ ہو جاتے ابھی اوسکو وہ سنکر اور ہیں

جب چھری کرتا ہے وہ بیدادگر اور بھی تیز
لگتی مرچیں سی مرے زخم جگر پر اور ہیں

لگتے ہیں خنجر ترے جس وقت پہلو میں مرے
طائر جانکے مرے لگجاتے شہپر اور ہیں

دیکھ فریاد ستم سے تیرے ہم کرتے ہیں کیا
چپ ابھی کنج لحد میں تا بہ محشر اور ہیں

دیکھتا ہے آج ہمکو وہ نگاہ قہر سے
یا الہی خیر ہو قاتل کے تیور اور ہیں

کوہ کو پانی نہ کر اے نالۂ خارا گداز
مارنے سر سے ہمیں وہ چار پتھر اور ہیں

خم کے خم خالی کیے ساقی سے لیکن تا بلب
ہم کبھی جاتے طلب ساغر پہ ساغر اور ہیں

سیر و عشق جنونکو کیا غرض ہے خضر سے
راہ اونکی اور ہے اور اونکے رہبر اور ہیں

اہل بخشش سے برابر ہوں کہاں سنجیدہ طبع
سرو موزوں ہے تو کیا نخل ثمرور اور ہیں

جو ہیں دلمیں وہی منھ پر لاتے ہیں آئینہ وار
ہم نہیں ہیں وہ کہ دلمیں اور منھ پر اور ہیں

خوبی جوہر پائی ہے ہر ایک سے امتیاز
لعل بھی پتھر ہی ہیں لیکن وہ پتھر اور ہیں

سوز غم سے جلکے خاکستر تو ہم بھی ہو چکا
ہے جو گرمی سے ابھی شاید کچھ اخگر اور ہیں

شعلۂ آہ و فغاں سے ہم سر چرخ کہن
دیکھیے ہر شب عیاں تابندہ اختر اور ہیں

ہم قناعت کو تری دولت سمجھتے ہیں ظفر
ڈھونڈتے جو زر کو ہیں وہ طالب زر اور ہیں

نکلو جو طلب یار دل کہ ہین یہ ہین حسرت کے
رخ روشن نہین نہ زلف مین ہے ماہ عقرب مین

سیر احوال روتی ہے مجھہ پر رات فرقت کی
نہین انجم یہ قطرے ہین اشک کے دامن شب مین

گیا گھر سے مرے جس دم کہ وہ آرام جان میرا
یہ حالت ہو گئی گویا نہ تھی جان میرے قالب مین

نکالا کھینچکر دل کو اگر چاہ زنخدان سے
ڈبویا اوسکو پھر قسمت نے اوسکی چاہ غبغب مین

کہان ہین دے وہ مین جو پہلے تھین باتین محبت کی
ظفر پاتے نہایت فرق ہین ہم جب مین اور اب مین

ہین اب کہان ہمارے وہ سیر چمن کے دن
کرتے بسر ہین ہجر مین اوس سیمتن کے دن

تشبیہ دون اگر رخ روشن سے تیرے مین
پھر جائین آفتاب سپہر کہن کے دن

گھٹتی ہے دل سے اوس گل رخسار کے بہار
کیا دیکھتا ہے ہین ابھی تو اونہین کے دن

خورشید روے یار سے کرتا ہے سرکشی
کیا لگ گئے ہین شعلہ کو شمع لگن کے دن

گھٹ جاے رات شک دراز ہے زلف کی
بڑھ جاے نور حسن سے اوس سیمتن کے دن

جب عشرت و نشاط کا موسم گذر گیا
تو کیا گذر نجائینگے رنج و محن کے دن

ترچھے جو ہو گئے تمسے کہین کچھہ وہ اے ظفر
بولو نہ تم کہ اوسکے ہین یہ بانکپن کے دن

ہمدم جانی بجز غم و سر اکوئی نہین
اور دلسوز آہ سوزان کسوا کوئی نہین

نالہ و آہ رسا اپنے ہین پھر کس کام کے
جب پہونچتا تا بگوش دلربا کوئی نہین

اور بھی یون تو حسین ہین لاکھون زیر فلک
پر مری نظرون مین تجسا مہ لقا کوئی نہین

زلف کو چھوڑ لیا مانگ کا رستہ دل نے
سوئے ظلمات چلا کشور انوار سے ہو

کر سکے دل کی نہ اوس آئینہ رو سے کچھ بات
روبرو اوسکے کھڑے ہو گئے ناچار سے ہو

منہ پہ بیتاب کے پھر شب کو ہوائی چھوٹی
گر مقابل وہ مری آہ شرربار سے ہو

سنگ کا بھی جگر فرہاد سے ہے زہرہ آب
کیوں نہ سیلاب رواں چشمۂ کہسار سے ہو

ای ظفر ایسی ہی اک اور غزل ہمکو سنا
تاکہ محظوظ طبیعت تری گفتار سے ہو

حال دل پوچھتے اپنے نہیں بیمار سے ہو
آہ ترساتے مجھے شربت دیدار سے ہو

بخدا جسکو محبت بت عیار سے ہے
کار کیونکر نہ اوسے رشتۂ زنار سے ہو

خونفشاں چشم ہوئی ہجر میں گلرو کے
پاٹ دامن کر گئے تختۂ گلزار سے ہو

تیری تابندگی رخ کی نہیں یک ذرہ
روکش اے مہر نہ اوس آئینہ رخسار سے ہو

سر سے ڈھانپ لیا زلف سے اوسنے رخ کو
گام بر جسم نہ مر کیونکہ شب تار سے ہو

جھانکتے تاک کی درز سے ہو تمہیں کیا منظور
لپٹے رہتے ہو سدا رخنۂ دیوار سے ہو

رند کالی کی حلاوت وہ ہی سمجھے ہے تری
خواہش بوسہ جسے لعل گہربار سے ہو

کیا خدا اسکو ملا دیگا بت خانہ خراب
سر کو ٹکراتے جو اوسکے در و دیوار سے ہو

ای ظفر اوس سے بھلا کیا ہو لگانا دل کا
جو کہ واقف نہ کبھی عشق کے آثار سے ہو

گر قتل کا ہے عزم تو شمشیر دکھادو
یا آکے تم اپنی مجھے تصویر دکھادو

پنجۂ مژگاں سے میرے پاس ہیں شانے تو دو
پر مجھے تم دونوں زلفیں اپنی سلجھانے تو دو

قاصدان اشک کو روکو نہ آنکھو کبھی
دیکھیں لاتے ہیں خبر کیا دلکی یہ لانے تو دو

دیکھ لینا ہوگی جو برپا قیامت شہر پر
جلوۂ قامت چمن میں اوسکو دکھلانے تو دو

میری سمجھانیکو آئی حضرت ناصح ہیں آج
دیکھیے کیا مجھکو سمجھاتے ہیں سمجھانے تو دو

ہیں بہت وحشت زدے پر ایک میں اور ایک قیس
ہو گئے ہیں شہرۂ آفاق دیوانے تو دو

ہند ہو پھر شعلہ بازی دیکھنا اس آہ کی
عشق کو دلمیں ہمارے آگ بھڑکانے تو دو

پوچھتے کیا ہو ابھی ویسے محبت کا مزا
زخم شمشیر ستم اسکو ابھی کھانے تو دو

دیکھو اوس ناقدرداں کو دو نہ دل اپنا ظفر
قدر وہ دلکی ہمارے کچھ اگر جانے تو دو

لائی ہے کیا کیا مری تقدیر میرے روبرو
ہے خجل کیا کیا مری تدبیر میرے روبرو

اور سودا ہوگا افزوں آئیگی وہ زلف
لاؤ مت آہنگرو زنجیر میرے روبرو

میری آنکھوں سے تصور تیرا جاتا ہی نہیں
رہتی ہے ہر دم تری تصویر میرے روبرو

اے کمان ابرو مگر یا کیوں ہے تو نے تو ابھی
دلپہ مارا ہے نگہ کا تیر میرے روبرو

کاٹ کر رکھدوں سر اپنا آپ مرضی ہے ابھی
تو نے رکھدی لاکے جو شمشیر میرے روبرو

خاکساری کی بدولت خاک کی سمجھی ہے ہم
ہے مہوس تو وہ اکسیر میرے روبرو

گر اثر دلمیں نہ ہووے سکے تو پھر یہ چاہیے
دم نہ مارے آہ بے تاثیر میرے روبرو

بات بھی تمکو نہیں آتی کی اوسکے سامنے
ہمنشیں کرتا ہے تو تقریر میرے روبرو

[illegible]

خواہ رلواؤ ہمیں خواہ ہنساؤ ہمکو
کہ ہمارے سبب شادی و غم تم ہی تو ہو

چرخ کو یاد نہیں پہلے تو انداز ستم
اوس ستمگر کو سکھائے یہ ستم تم ہی تو ہو

جبتلک تم ہو تو ہستی ہے گئے تم تو عدم
پس مرے نزدیک تو ہستی و عدم تم ہی تو ہو

دم محبت کا تمھارے جو ظفر بھرتا ہے
اوسمیں کیا دم تھا مگر دیکھے دم تم ہی تو ہو

اگر عمر اپنی سمجھے یاد کم ہو
تو کیا دخل کچھ اوسکی میعاد کم ہو

رہے جای خوشی آخر اس غمکدے سے
جو غمگین زیادہ رہے شاد کم ہو

گھٹے نور مہ بارہا آسمان پر
پر اوسکا نہ حسن خدا داد کم ہو

نہیں پایدار اپنی تعمیر ہستی
کہ ٹھہرے وہ کیا جسکی بنیاد کم ہو

محبت میں فریاد دل سے ہے زیادہ
ستم ہے جو تاثیر فریاد کم ہو

نہ کم ہو کبھی جوش سودا کا میرے
ہزار اب لہو میرا فصاد کم ہو

زمانے میں اوس شوخ بیداد گر کی
ظفر کس طرح داد بیداد کم ہو

دوستی مجھ سے اگر تجھکو صنم ویسے ہو
جو ہو قول و قسم اللہ کی قسم ویسے ہو

کم ہو ظاہر کی ملاقات بلا سے لیکن
جو محبت کہ ہے دلمیں وہ نہ کم ویسے ہو

پاس گر ہو نہ وہ آرام دل و جان میرے
دور کسطرح مرے رنج و الم ویسے ہو

نہیں اک طرز پہ ظالم آپ کہ تم تو ہر روز
کرتے پیدا نئے انداز و ستم ویسے ہو

[illegible]

بڑھادی گر نہ جوہر عزت و توقیر آہن کو
تو سمجھیں تیغ جوہن سی بہتر شمشیر آہن کو

گلے مین پہنی جب زنجیر زر کو وہ پری آ کے
تو یہ دیوانہ ڈالی پانون مین زنجیر آہن کو

برہمن اوس صنم کی دیکھے گر تصویر کاغذ پر
نہ تصویر حجر کو پوجے نے تصویر آہن کو

دل پر سوز سینہ مین ہمارے ہی وہ انگارہ
اوٹھا نیگی نہ تاب اوسکی ہو تاثیر آہن کو

گرانبار انکو ہی صحبت سبکسار ان سے بیجا
کہ تنکے کی کمان مین کون جوڑے تیر آہن کو

محل مٹی کا ہی انسان کا تو قالب خاکی
فنا ڈھا کر ملا دیے خاک مین تعمیر آہن کو

عجب کیا فیض صاحبدل سے ہو تجھ تیرہ بختونکو
بدل دیتا ہی پارس اے ظفر تاثیر آہن کو

کیا دیکھے کوئی اوس رخ روشن کی تاب کو
جسکے نہ دیکھنے کی ہو تاب آفتاب کو

بو ہی عرق سے یار کے خوشبو ہی یہ دماغ
ہم سونگھتے نہین کبھی عطر و گلاب کو

سودا مجھے نہین تری لفون کا اے پری
دیوانہ کر دیا دل خانہ خراب کو

ہے شوق بوسہ لب میگون ترا جنہین
منہ بھی نہین لگاتے وہ جام شراب کو

ہمنے دیا وہ معرکہ عشق مین جواب
سب لاجواب ہو گئے سنکر جواب کو

کہتے ہین بادہ نوش کشتی مین شفق نہین
شیشے مین آسمان کی بھرا ہی شراب کو

دود جگر جو ہیں اٹھا زیر آسمان
دیکھا نظر سے سب نے گھٹا کر سحاب کو

جب یاد آگیا نمکین حسن یار کا
مرچین سی لگ گئین مرے دل کے کباب کو

کر دی ہین یاد ساقی صہبا کو بادہ کش
دریا مین دیکھتے ہین ظفر جب حباب کو

[illegible]

تازہ اپنی نازکی پر ہے رگ گل کو گمان
ہیچ ہے اے رشک گل تیری کمر کے روبرو

گر سے میں غائب میں سب عدو ہی تحسین کا پر
بول بھی سکتا نہیں کوئی ظفر کے روبرو

نصیب وصل تمہارا کہو تو کیونکر ہو
فراق یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو

تو اپنے وعدے کا سچا جو ہو تو کیونکر ہو
یہ جیسے جھوٹ کی ہو ترک خو تو کیونکر ہو

نہ جل کے خاک ہو جبتک مثال پروانہ
تپش ہو دل کی ہمارے فرو تو کیونکر ہو

ترے مریض کو سو سو علاج ہوں لیکن
شفا نہ وصل نصیب نہیں ہو تو کیونکر ہو

کسی پہ راز نہاں ہے دل کا اے آنکھو
جو تم نہ گریہ سے افشا کرو تو کیونکر ہو

یہ ہم بھی چاہتے ہیں ترک عشق ہو لیکن
جو دل کے بس نہ ہوا اے ناصح تو کیونکر ہو

ملیں نہ خاک میں جبتک تمہارے کشتۂ ناز
وہ دیدہ خاک سے ہو باز تو تو کیونکر ہو

جگر پہ زخم تو کھائے مگر مزا حاصل
نمک فشاں ہو نہ وہ جنگجو تو کیونکر ہو

کرم کہاں کہ ستم بھی ہو گر ناز سے تم
جو یہ بھی ہو تو غنیمت ہے دو تو کیونکر ہو

جھکا کے سر نہیں از ادراستی شیوہ
چمن میں سرو جو ہو سرفرو تو کیونکر ہو

ظفر جو ہو نہ محبت میں لے دلکو راہ
وہ میرے حال سے آگاہ ہو تو کیونکر ہو

عجب ہے مصحف رخ سے ہو گر اخلاص گیسو کو
کہاں ادنیٰس چشم وحشی میں ہے تحریر کا جل کی

وہ ہندو اور ہیں قرآن کا نام لیا قرآن سے پیوند گیسو کو
سیہ ریشم کے ڈورے مگر باندھا ہے آہو کو

[illegible]

[illegible]

شغل آئینہ جو ہم اٹھ پھر کے دیکھتے ہین — اپنی صورت مین وہی ہی نظر آتا ہمکو

نہ ہی دشت نوردی کی جو حظا تو جنون نے — کنج زندان ہی مین پھر تو نے بٹھایا ہمکو

عمر کی ہمنے بسر بیکسی ہی مین تو ہین — وای قسمت نہ ہنر کوئی بھی آیا ہمکو

کچھ تو بھی دلمین کدورت کہ جو بی خطا — ایک خط اوس بت خطا نے نہ لکھا ہمکو

قصد ہے کشتن عشاق کا لیکن ہمکو — دیکھیے اور کو وہ قتل کرے یا ہمکو

شور محشر سے نہ بیدار ہوے مستی عشق — اسقدر تو نے تھپک کر ہے سولایا ہمکو

جبسے کی سیر بہار چمن حسن ظفر

کوئی دنیا کا تماشا نہین بھایا ہمکو

آپ کو رسوا نہ زیر چرخ مینائی کرو — غافلو دیکھو سمجھکر بادہ پیمائی کرو

اسطرح کا ہیکو اوس جان جہا پر ہو فدا — حضرت دل تم اگر کچھ خوف رسوائی کرو

کام کرتی ہی اشارے مین ہزارونکی تمام — تیغ ابرو مین ذرا تم کار فرمائی کرو

کھولکر زلف سیہ رخسار پر پھرتی تو ہو — رفتہ رفتہ پر کہین ہمکو نہ سودائی کرو

کرتی ہو کیا یہان کی تم مکان آراستہ — غافلو آنکی بھی تو کچھ خانہ آرائی کرو

جان لب پر آگئی بیمار درد ہجر کی — ابتو اے رشک مسیحا کچھ مسیحائی کرو

صاف آجائی نظر پھر جلوہ جانان تمھین

دیدۂ دل مین ظفر پیدا جو بینائی کرو

دیکھکر رخ پر کھلی زلف چلیپا آنکا — اور بھی ہمکو ہوا دہ چند سودا رات کو

ہے یوں تو وہ رخ بھی گل شاداب زمانہ
لیکن ہے دہن نادر و نایاب زمانہ

دیتی ہے نکلنے یہ کوئی کشتی مقصود
ہے ایک بلا گردش گرداب زمانہ

کچھ دور نہیں پردہ ریں سے تری اے چرخ
صد پارہ ہو گر چادر مہتاب زمانہ

بچتا ہے بل مرگ کی کس پیچ سے کوئی
گو رستم دوران ہو کہ سہراب زمانہ

پہلو میں مرے وہ دل بیتاب ہے جس سے
ہمسر نہو صد معدن سیماب زمانہ

کیا سبز کرے کوئی کہ جون سبزۂ شمشیر
ہے تشنۂ خون سبزۂ سیراب زمانہ

ہو کیونکہ کسی سے ظفر امید محبت
ہم جانتے ہیں جیسے ہیں احباب زمانہ

خال کر دانے کے تھے اوس سیب غبغب مین گرہ
جتنے سیب خلد ہوں ہو تخم سے سب مین گرہ

زلف کے حلقے میں ہیں تابندہ اختر دیکھنا
قرص مہ سے کیا لگی ہے دامن شب مین گرہ

دل کی واشد سے یہ کھلتا ہے کہ شاید کی حیا
غنچہ سان پیدا ہوئی اوس نازکی کے لب مین گرہ

دل گرفتہ گر نہ ہو بگولا خاک کا اے شہسوار
ڈال کر لنگر لگائی پاے کوکب مین گرہ

عکس چشم مست ساقی سے کیا نسبت اوسے
ہے حباب مے تو اک جام لبالب مین گرہ

کونج بالیکی تمھاری ہے بلا نیش سے کیا
کھلکتی ہے زہر کی کیا نیش عقرب مین گرہ

موج دود آہ سے میری فلک کیا عجب
ہو سیہ جون مردمک گر چشم کوکب مین گرہ

سیکڑوں قصّے کہوں نہیں پر دواہ سکو دینے
پڑتی ہے میری بانیر حرف مطلب مین گرہ

رشتۂ محبت کا ظفر جو دل میں صاف
وا نہ ہو تسبیح بھی ہے اونکی مذہب مین گرہ

کہاں نگہ یہ ہو سرمہ کا رنگ پیوستہ
یہ تیغ وہ نہیں جسمیں ہو زنگ پیوستہ

اگرچہ صورت سوہان ہی سرو کی قمری
گلے میں تیری ہی یہ طوق تنگ پیوستہ

نہیں وہ آئینے میں کان گر نگہ کا عکس
ہوا ہی بحر کے تہ میں نہنگ پیوستہ

سر اپنا ہجر میں دیوار سے جو ٹکراؤں
جدا جدا ہوں وہیں خشت و سنگ پیوستہ

بہم ہیں سامنے دو ماہ نو تماشا ہو
بھویں کھاویں جو وہ شوخ و سنگ پیوستہ

تو اب تو ہاتھ اٹھا قتل سے کہ قبضۂ تیغ
ہوا ہی ہاتھ میں ای خانہ جنگ پیوستہ

بدن سے مرد دلاور کے حلقہ ہای زرہ
رہیں ہیں صورت داغ پلنگ پیوستہ

وہ کب نکلتا ہی جبتک دم مرا نکلے
جگر میں تیر اہی ایسا خدنگ پیوستہ

ظفر سمجھ نہ اسے زلف روئے جاناں پر
یہ ہے فرنگ سے سرحد زنگ پیوستہ

ردیف ہائے ہوز جلد دوم

نہ پردہ در پردہ نشین پکڑ کر بیٹھ
جو بیٹھنا ہے تو اے دل زمین پکڑ کر بیٹھ

نہ کوہکن سی اوٹھی ضرب تیشۂ غم عشق
گیا سر اپنا وہ اندوہ کہین پکڑ کر بیٹھ

مگر تو راہ رضا حق ہی جو ہی مرضی عشق
نہ اتنا فکر میں ناحق جبین پکڑ کر بیٹھ

جو نام صفحۂ عالم پہ چاہتا ہے تو
تو گھر میں گوشۂ عزلت میں پکڑ کر بیٹھ

ہنر بٹھا کے قضا کتنے خون گرفتوں کو
ذرا جو چاہی جو شمشیر کھین پکڑ کر بیٹھ

چارۂ زخم کو سینے کے لگا ست ٹانکے | بند ہو جائیگا فریاد جگر کا رستہ

پاسباں ہونگی ترے کوچے میں لاکھوں لیکن
روک سکنے کا نہیں کوئی ظفر کا رستہ

خجل ہے دیکھ کے ابرو ہلال کیسا کچھ | اسی سے جانو کہ ہوگا جمال کیسا کچھ
فلک کی ہمنے ستارے تو کر لیے معلوم | کھلا نہ یہ کہ ہوا وس رخ کا خال کیسا کچھ
جو دوست تھے وہ ہیں دشمن عجب تماشا ہے | ہوا ہے دیکھو زمانے کا حال کیسا کچھ
مری زوال سے جانو کمال کو میرے | زوال یہ ہے تو ہوگا کمال کیسا کچھ
نہ ہوتے کیونکہ گرفتار تار زلف میں دل | بچھایا زلف نے ہے اوسکی جال کیسا کچھ
نہ آئے بہر عیادت جو وہ مسیحا دم | تو ہو مریض کو اوسکے ملال کیسا کچھ

ظفر دکھائے فلک نے جو کجروی کے ڈھنگ
تو اک زمانہ ہوا پائمال کیسا کچھ

ہے جہاں میں خواہش نام و نشاں بیفائدہ | سینہ کاوی ہے نگیں کی طرح یاں بیفائدہ
مسکن اپنی بیچ دنیا میں کر نہ مانند حباب | ڈال بانی پر نہ بنیاد مکان بیفائدہ
چین دے کسکو فلک وہ آپ ہی چکر میں ہے | ہے ہوس راحت کی زیر آسمان بیفائدہ
دیکھ غنچے کو ہے آخر مثل گل پژمردگی | پیر کو ہنستا ہے تو کیا اے جوان بیفائدہ
مثل مہر و مہ گردش میں ہیں جنکو ہے فروغ | ہے فلک سے آرزوئے عز و شان بیفائدہ
ہو نہ شادابی زندگی تو زندگی کا لطف ہے | ورنہ ہے چون خضر عمر جاودان بیفائدہ

یہ محبت کا وہ جھگڑا ہی کہ روز حشر کو
شام تک جسکا نہو ہرگز سحر سی فیصلہ

یہ لڑائی روز کی اچھی نہیں ای مہربان
بیٹھکر لیجئے اک دن ظفر سی فیصلہ

میں نہیں دلسی بہت ہوش ربا کا بندہ
بندہ شرطی ہوں وہ میں ہوں خدا کا بندہ

کوئی ایسا نہیں دنیا میں خدا کا بندہ
کہ نہیں اوس صنم ہوش ربا کا بندہ

کیونکہ پھر قدر ہو کچھ مہر و وفا کی اسکو
کہ وہ دنے مہر نہیں مہر و وفا کا بندہ

اللہ اللہ ری تری شرم و حیا کا عالم
ایسا دیکھا ہی نہیں شرم و حیا کا بندہ

ہو ترا شربت دیدار میسر جسکو
درد میں ہو نہ وہ محتاج دوا کا بندہ

سرخرو حشر کو ہوگا وہی سب بندوں میں
جو شہید اوسکی ہوا تیغ جفا کا بندہ

تیری ہر جور پہ صابر ہوں جفا پر راضی
دیکھہ تو میں بھی ہوں کیا صبر خدا کا بندہ

تو جو ہی بندۂ حق بیٹھہ خدا کی در پر
دربدر بنکے نہ پھر حرص و ہوا کا بندہ

خواہ ہو گبر کوئی خواہ مسلمان لیکن
یاں نہیں کون تری آن ادا کا بندہ

ای ظفر جیسے میں اوس بت کا بنا ہوں بندہ
دیکھتا ہے مجھے ہر ایک خدا کا بندہ

نہیں کہیں ہے تری چشم فتنہ زا کی پناہ
یہ وہ بلا ہی کہ بس ای صنم خدا کی پناہ

سوا ہی رنج و غم و یاس جا دل میں اوسکی
دلا نہ ڈھونڈھ کسی یار و آشنا کی پناہ

پناہ مانگتا ہی جسکو دیکھکر ہر شخص
غضب ہی تیغ ادا شوخ کج ادا کی پناہ

چاندنی کی سیر خوبان تا سحر دیکھا کیے
اور ہم اونکا رخ رشک قمر دیکھا کیے

کیا کہوں کیونکر تجھے رشک قمر دیکھا کیے
وہ نظر آئی نہ جنکو بھر نظر دیکھا کیے

شب تجھے کیا ہم ہی ہر رشک قمر دیکھا کیے
ماہ و پروین بھی ترا رخ تا سحر دیکھا کیے

کچھ ہوئی تسکین نہ تجھ بن اس دل حیران کو
گو تری تصویر ہم آٹھوں پہر دیکھا کیے

آہ آتشبار سے دل اور جگر جلتے رہے
ہای تجھسے مردمان چشم تر دیکھا کیے

تم نظر آجاؤ شاید اس ہوس مین آج ہم
صبح سے تا شام سوے رہگذر دیکھا کیے

ہمتو خاک و خون مین غلطان ہی ہے آلبن دہان
وہ تماشا اے دل خستہ جگر دیکھا کیے

صبح اے گلرو تری آنکھونکو چشم شوق سے
کیا فقط گلہای نرگس بھر نظر دیکھا کیے

لالۂ گل ہی ترے رخسارۂ رنگین کو
باغ مین جبتک رہا تو جلوہ گر دیکھا کیے

گرچہ تھین ہر ربط کچھ ما ہم تو پھر محفل مین شب
تم اونھین اور وہ تمھین کیون اے ظفر دیکھا کیے

تیری نگاہ جو بت بے پیر پھر گئی
قسمت مری و لیکن گئی تقدیر پھر گئی

ہم مر گئے تو دل کے بہاؤ نسیم سے
خاک اوس گلی مین اپنی بہ تدبیر پھر گئی

دیکھا جو کل اک عاشق و معشوق کو بہم
اپنی نظر مین بس تری تصویر پھر گئی

قاتل ترا جو ہاتھ کا میرے قتل سے
ہو کر قضا بھی میری گلوگیر پھر گئی

خط کا مرے جواب اوسنے لکھا ظفر
کیا سرنوشت کی مری تحریر پھر گئی

اے ظفر جسدم ہوئی آمد غم دلدار کی
پہلے استقبال کو آنسو دیدۂ تر نکلے

کہاں خلقت عزیز و زر چرخ پیر پھرتی ہے
یہ فانوس خیالی میں ہر اک تصویر پھرتی ہے

نہ چرخ آسیا سے ہوں بھنور ہوں نے بگولا ہوں
مجھے تو کیوں لیے اے گردش تقدیر پھرتی ہے

نچھوڑا ساتھ مر کر بھی کہ تیرے ساتھ ہی لپٹی
ہر اک سایہ یہ روح عاشق دلگیر پھرتی ہے

ہوئی ہے جوش گل سے جوشش وحشت ذرا پیدا
کہ ہر سو جو ہوا ہنسی ہوئے زنجیر پھرتی ہے

تمھیں آیا ہے زیر چرخ خواب آغاز کیونکر
کہ شب کو کہکشاں کھینچے ہوئے شمشیر پھرتی ہے

اور اسکندر ہیں گتی میں ڈھونڈھتا آب زندگانی کو
چھری جب حلق پر قاتل تمہاری پھرتی ہے

ظفر کو منزل مقصود پر تقدیر سے پہونچی
کدھر بھٹکی ہوئی سی عقل بے تدبیر پھرتی ہے

جس وقت اوسکی زلف گرہگیر کھل پڑی
سودائیوں کے پانو کی زنجیر کھل پڑی

اوس خاک در کا سرمہ جو اشکوں میں بہ گیا
گویا گرہ سے چشم کی اکسیر کھل پڑی

کب دیکھی تیری جنبش ابرو کہ خود بخود
رستم کی بھی کمر سے شمشیر کھل پڑی

پھر موسم بہار میں برپا ہوا جو غل
کیا وحشیوں کے پانو سے زنجیر کھل پڑی

کیا کیا پڑی جبیں پہ گرہ شہسوار کے
فتراک سے جو گردن نخچیر کھل پڑی

یہ کہکشاں کہاں ہے نشہ میں غرور کے
بگڑی مگر تری فلک پیر کھل پڑی

اوس غنچہ لب کے ہنسنے سے دل میں ہے گرہ
تھی گرچہ مثل غنچہ تصویر کھل پڑی

ہے ناف کوئی گرداب بلا اور گول سرین رائیں صفا

ہے ساق بلوریں شمع ضیا پانوں کی کفک پھر ایسی ہے

ہر بات پہ ہے سے وہ جو ظفر کرتا ہے رکاوٹ مدت سے

اور اوسکی چاہت رکھتے ہیں ہم جو آج تلک پھر ویسی ہے

بھلی کرتے برائی ہوتی ہے — منھ سے کسکی برائی ہوتی ہے

دست و پا میں حنا نہ باندھو تم — دیکھو پھر ہاتھا پائی ہوتی ہے

اونکے دلمیں غبار ہو دیکھیں — کسطرح سے صفائی ہوتی ہے

اورکو دیکھ وہ نہیں سکتے — وہ جنھیں خود نمائی ہوتی ہے

مرض عشق کی طبیبوں سے — دوستو کب دوائی ہوتی ہے

وقت بوس و کنار یار کے ساتھ — کیا مزے کی لڑائی ہوتی ہے

اے ظفر ہے جدھر وہ بت پھرتا

اوسطرف سب خدائی ہوتی ہے

ردیف یاے جلد دوم

خدائی پا جو تری دیکھ ای صنم لیتے — تو پانؤں باغ میں جھک جھک کے ہم قدم لیتے

اگر وہ نام ہمارا نہ دمبدم لیتے — تو اونکا کیا یونہیں مطلب سمجھ ہم لیتے

یہ ناتوان ہیں کہ جر جیا ہے اونکا ضعف سے دم — جو سانس بھی ہیں تمہارے مریض کم لیتے

ہوا ای وصل میں اس گل کی بیتاب ہو گیا لیا
ہمیشہ ہم روش باد صبا دم دوڑے

ارادہ کیا ہی خدا جانے پھیر اک جا ب
تھا کے گھوڑے جو کا عندلیب ای صنم دوڑے

گیا نہ خاک ہوئی پر بھی جوش وحشت کا
ہمیشہ اوسکی بگو لیکی طرح ہم دوڑے

مجھے بتاؤ مرا کیا گناہ کیا تقصیر
جو مجھ پہ کھینچ کے تم خنجر ستم دوڑے

کروں جو نامۂ شوق اوسکو میں رقم اپنا
تو خود بخود ہو سیاہی وان قلم دوڑے

سمجھ نہ اشک کو لگا کر دیدہ آفت ہے
لگا کے آگ جو پانی کو چشم نم دوڑے

کروں ارادہ گلگشت میں اگر تجھ بن
تو کاٹنے کو مجھے گلشن ارم دوڑے

ظفر لگے نہ لگے ہاتھ کچھ نصیبوں سے
پر اونکی چھاتی پہ ہاتھ اپنا دمبدم دوڑے

ایکا یار مری طرح کوئی ہو تو سکے
عاشق زار مری طرح کوئی ہو تو سکے

روز اس غمزدہ کی ہے تنہا غمخوار میں ان
دل کا غمخوار مری طرح کوئی ہو تو سکے

جو تری دل میں ہے وہ سب ہے زبان پر میری
یوں خبر دار مری طرح کوئی ہو تو سکے

تیری چشم ولب میگوں کے تصور میں مدام
مست میخوار مری طرح کوئی ہو تو سکے

نہ ہلا در سے ترے دیکھکے صورت تیری
نقش دیوار مری طرح کوئی ہو تو سکے

شکل آئینہ نہیں آنکھ جھپکتی ہرگز
محو دیدار مری طرح کوئی ہو تو سکے

ہوش ملتی کا ہے تیری دم بیہوشی بھی
ایسا ہشیار مری طرح کوئی ہو تو سکے

مرگیا پر نہ مسیحا کا ہوا منت کش
تیرا بیمار مری طرح کوئی ہو تو سکے

ٹھہرنے دے ہے تو کسکو جو کوئی — زمین اے گردش افلاک پکڑے
ترے درد جدائی سے بھرے سے — کلیجا عاشق غمناک پکڑے

ظفر کے منہ سے کب نکلے ہے وہ بات
کہ جسکو صاحب ادراک پکڑے

لڑکپن کا وہ تیرے سن یاد ہے — ترے روٹھ جانیکا دن یاد ہے
نہیں بھولتا کوئی معبود کو — اوسے کرتا ہر انس و جن یاد ہے
جو ٹھہرا ہے روز اوسکے آنیکا یان — ذرا روز گن یا نہ گن یاد ہے
نہیں بھولتا دل سے عاشق ترا — تری ایک پل ایک چھین یاد ہے
نکر امتحان سے ہے جو کہدیا — ہمیں تو وہ اے ممتحن یاد ہے
گئے بھول سب عیش دنیا کے ہم — نہیں کوئی بھی یار بن یاد ہے

ظفر کو ترے زلف و رخ کے سوا
نہیں اور کچھ رات دن یاد ہے

مسلمان چاہیں کہ سارے کہ چھوڑے — نہ چھوڑوں بت خدا مارے کہ چھوڑے
ترے صید محبت ہو سکے جسم — کرے تو ذبح ای پیارے کہ چھوڑے
گلی میں اوسکی بہنے اپنے آنسو — یہی سے تجھے چند ہر کارے کہ چھوڑے
ترا عاشق بچشم مژگان خونبار — کہاں ہیں یا ور فوارے کہ چھوڑے
لگاو دا او الفت کے بوسے میں — ظفر تم باریاں ہارے کہ چھوڑے

اے ظفر وہ بے خبر سن لیگا سب تیری خبر
مجنون کی آج یہ تقریر پہنچی تو ہے

نہ ہم راہ وفا بھولے نہ تم طرز ستم بھولے
جو اپنی بات تھی وہ بس نہ تم بھولے نہ ہم بھولے

جو مضمون چاہتے تھے خط میں لکھنا ہم وہ سب بھولے
کیا ہی ہے قلم انداز وہ بھی جو قلم بھولے

گئے دیر و حرم کو چھوڑ کر جو آستان تیرا
مرے نزدیک وہ شیخ و برہمن الصنم بھولے

یہ اپنی دم شماری تھی وہ سکے دم گوئی دم
چلا جس دم وہ عیسیٰ دم دم عیسیٰ بھی دم بھولے

نگین دل کو میرے لیکے واپس کر دیا تم نے
بہت پچتاؤ گے کیوں چھوڑ دی اپنی قسم بھولے

بہا کر اشک چشموں میں کھوئی آبرو ہم نے
کریں کیا اب تو ہم کو اپنی آنکھوں کی قسم بھولے

ظفر راہ محبت میں چلو جاؤ انھیں قدموں
نہیں آنے کا رستہ ہاتھ پھر گر دو قدم کو

چشم میگون کے تصور میں خرابی یہ ہے
جو تجھے دیکھے وہ جانے کہ شرابی یہ ہے

گل نہیں جام ہے ساقی یہ کسی میکش کا
غنچہ گلشن میں نگہ اسکو گلابی یہ ہے

رات دن رہتا ہے جو اشکوں کے دریا میں
مردم دیدہ سے یا مردم آبی یہ ہے

سر و سامان ضیافت ہے یہ گر فلک
مہ سے لایا جو ستونکی رکابی یہ ہے

کوئی زنگی بچہ قرآن پڑھے ہے گویا
خال لب اوسکی سر رو کتابی یہ ہے

روز ہیں آتش غم سے جگر و دل بھنتے
میرا سینہ نہیں دوکان کبابی یہ ہے

وعدہ وصل کسی سے ہے ظفر آج اونکا
وہ جو جاتے ہیں شتاب اتنی شتابی یہ ہے

اثر ہو کر دل پر دشمن میں صحبت بد کا
تو گرد ہی میل کی جا تو چراغ میں بوئے

ٹپک پڑا گل رخسار سے عرق کسکے
گلاب کی سی جو ساقی ایاغ میں بوئے

ہوا نہیں ہی جو کم رنگ گل گلستان سے
تو پھیر لی کسکے صبا یہ سراغ میں بوئے

بسا ہی دل میں مرے کوئی شوخ گلرخسار
برنگ گل جو مرے دل کے داغ میں بوئے

وہ خاکسار ہوں میں بھی کہ عطر گل کی طرح
مہک ہی مرے کنج فراغ میں بوئے

صحبت منافقانہ ہی ہر جا نفاق سے
کچھ اتفاق سے ہے تو کہیں اتفاق سے

دیکھا تجھکو ہم یونہیں محروم ہی چلے
آئے تھے تیری دید کو کس اشتیاق سے

بچھا ہی کٹ سا ہوا اوس مار زلف کا
تریاق بھی اگر کوئی لائے عراق سے

اب کیا اوٹھائیں چاک کہ سب چور ہو گیا
شیشہ گرا جو دلکا اوس ابرو کے طاق سے

رکھ نبض پر نہ ہاتھ کہا مان اے طبیب
تو ہاتھ اوٹھا علاج مریض فراق سے

زہرہ بھی کیا خجل ہی جو گوش سحر سے
شرمندہ مشتری بھی ہی در براق سے

بلبلے جگر کی آگ کہ سب ہو گیا سیاہ
سودا ہیو نکا تیرے لہو احتراق سے

تیرا مذاق شعر ظفر جانتا ہے کون
اوستاد ذوق سے ترا واقف مذاق ہے

گرد جو اے شہسوار آئی نظر اوڑتی ہوئی
تیری آنیکی ہمیں پہونچی خبر اوڑتی ہوئی

دل جلونکی ہوتی قسمت میں نہ بربادی تو کیون
پھرتی پروانے کی خاکستر سحر اوڑتی ہوئی

جو دوست کر نا آشنا ہو آشنائی کیا ہماری
عجب کدورت ظہور آئی دلوں میں صفائی کیا ہماری
دل واسطے کر دیا جدا اوس نے جدائی کیا ہماری
اپنا تقوی کیا ڈبا اور پارسائی کیا ہماری
جو قفس میں ... اپنا چمن کبھی ...
جھکو او صیاد ... رہائی کیا ہماری

ٹلتی نہین اب بھی جو شکل یار کی ہے ہمسے
سو طرح سے ٹل سکتی نہین ہر کچھ اور مصیبت

ہان چاہیے تھا یہ کہ صفائی ہوئی ٹلتی
پر عشق کی آفت نہین ٹالی ہوئی ٹلتی

جو رکھتے ہین تاثیر ظفر دلمین کچھ اپنے
بات اونکی نہین دلکی سمائی ہوئی ٹلتی

اس جہان مین آکے ہم کیا کر چلے
بار عصیان سر پہ اپنے دھر چلے

تو نہ آیا اے مسیحا دم یہان
ہم اسی حسرت مین آخر مر چلے

اوس گلی مین ہم تو کیا خورشید بھی
ڈر کے مارے کانپتا تھر تھر چلے

اسقدر چمک صبا مین دم کہان
ساتھ اوس آوارہ کے دم بھر چلے

لیچلے کیا اس چمن سے غنچہ سان
ہم تو کیسہ اپنا خالی کر چلے

ذکر ابرو کا چلے تیرے جہان
کیا عجب تلوار وان اکثر چلے

اور تو چھوڑا نہین کا سب مین
ایک تیرا داغ ہم لیکر چلے

دم نہ مارا ہمنے تیری عشق مین
سر پہ آرے بھی ہمارے گر چلے

دل ہی قابو مین نہین جب اے ظفر
تم وہان کسکے بھروسے پر چلے

پلا مجھے سے گلرنگ ساقیا اچھی
کہ دن بہار کا اچھے ہین اور ہوا اچھی

ترا مریض محبت ہو کسطرح اچھا
نہ ہی طبیب ہی اچھا نہ ہے دوا اچھی

عزیزو کھاؤن جو مین غم تو مجکو کھانے دو
مرو لیے ہے یہی عشق مین غذا اچھی

توڑی ہی شیشہ میکدہ مین محتسب نے جام
ساقی پڑی ہی خدا کا غضب اسپہ ٹوٹ کے

اپنا ظفر ہمیشہ سے شیوہ ہے راستی
ہمتو کبھی پھٹکتے نہیں پاس جھوٹ کے

اوسکی دلسے الفت تقدیر سب جاتی رہی
کیا ہماری آہ کی تاثیر سب جاتی رہی

پہلے تھا عالم مین ایسے واسطے کچھ بھی قرار
جبسے ہم عاشق ہوی توقیر سب جاتی رہی

ای ستمگر روبرو تیری نگاہ تیز کے
آبروی خنجر و شمشیر سب جاتی رہی

کیا شکایت مین کاوٹ کی قلم ہی رک گیا
ہاتھ سی بھی طاقت تحریر سب جاتی رہی

اوس مہ روشن کے آگے اوڑ گیا نور شمس
بلکہ تاب ماہ پر تنویر سب جاتی رہی

دیکھتے ہی وسکی صورت اوڑ گئی ناصح کی ہوش
وہ نصیحت اور وہ تقریر سب جاتی رہی

خاکساری نے ظفر دل کر دیا ایسا غنی
دلسے اپنے خواہش اکسیر سب جاتی رہی

دنیا ہزار رنج و مصیبت کی جاے ہی
یہ غمکدہ نہ عیش و نہ عشرت کی جاے ہی

شاکی تیری جفا و ستم سی نہیں ہین ہم
ہر دم زبان پہ شکر و شکایت کی جاے ہی

تیری تصور لب شیرین مین خون دل
اس تیر تلخ کام کو شربت کی جاے ہی

کرتی ہی چشم مست بتان دلکو کیون خراب
یہ خانہ خدا ہی عبادت کی جاے ہی

پھیلائین پانؤن کنج قناعت مین با فراغ
کیونکر نہ ہم کہ خوب فراغت کی جاے ہی

خورشید و ماہ تیری مقابل نہو سکین
اور آئینہ ہو سامنی حیرت کی جاے ہی

جو آئے ہے دہن صبح کی ظفر آواز
شب وصال میں ہم سنگ ہیں دہل پڑتے

سلام

باندھی کمر ہے شہ نے شہادت کے واسطے — امّی مجرئی شفاعت امت کے واسطے
سر کاٹا اوس جناب ہدایت مآب کا — بلوا کے گمرہوں نے ہدایت کے واسطے
کھانا اگر دیا تو زخم تو پانی ہے آب تیغ — مہمان کربلا کی ضیافت کے واسطے
زین العباد ابرو سے دو جہان ہے — ذریت سے بحر امامت کے واسطے
جاتا ہے ہائے دھوپ میں پیاسا برہنہ پا — کوئی نہیں ہے جائے اقامت کے واسطے
کرتے تھے آب خنجر و شمشیر سے وضو — شبیر قتل گہ میں عبادت کے واسطے
روح نبی و روح علی روح فاطمہ — تھی گرد لاش شہ کی حفاظت کے واسطے
شبیر سے یہ عرض کی حر نے کہ یا امام — آیا ہے یہ غلام بھی خدمت کے واسطے
گر حکم ہو تو پہلے ہوں میں آپ پر فدا — حاضر ہے جان حکم کی خدمت کے واسطے
کیا بیچتے ہیں دولت ایمان دین لعین — دنیا میں چند روز کی ثروت کے واسطے
اے دل غم حسین میں شورابہ سرشک — شربت ہے تشنگی قیامت کے واسطے

رکھو ظفر پہ لطف و عنایت کی تم نظر
شاہا جناب شاہ ولایت کے واسطے

بعون صانع مکین و مکان فضل و خلاق زمین و زمان
مطبع نامی منشی نولکشور واقع کانپور بحسن الطباع مطبوع شد

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

بجهت آسانی عذاب گور بعد از نماز فجر سه بار بخواند

بی حجابانه درآ از در کاشانهٔ ما — که کسی نیست بجز درد تو در خانهٔ ما

گر بیائی بسر تربت ویرانهٔ ما — بینی از خون جگر آب شده خانهٔ ما

فتنه انگیز مشو کاکل مشکین مگشای — تاب زنجیر ندارد دل دیوانهٔ ما

مرغ باغ ملکوتیم درین دیر خراب — میشود نور تجلای خدا دانهٔ ما

با احد در لحد تنگ بگوئیم که دوست — آشنائیم تو ولی غیر تو بیگانهٔ ما

گر نکیر آید و پرسد که بگو رب تو کیست — گوئیم آن کس که ربود این دل دیوانهٔ ما

منکر نعرهٔ ما گو که بیا عربده کرد — تا به محشر شنود نعرهٔ مستانهٔ ما

شکر لله که نمردیم و رسیدیم بدوست — آفرین باد برین همت مردانهٔ ما

محیی بر شمع تجلای جمالش میسوخت
دوست می گفت زهی همت مردانهٔ ما

ای بلبل شوریدهٔ دیوانه توئی یا ما — جویای رخ خوبی جانانه توئی یا ما

تو عاشق گلزاری من عاشق دیدارم — در درد فراق او مردانه توئی یا ما

تو در قفسی و ما در خلوت خود تنها — ای گوشه نشین مست دیوانه توئی یا ما

در فصل بهار روی از عشق جمال وی — با نعرهٔ فریادی مستانه توئی یا ما

عشق تو بما بلبل اندر رگ و پی زنشه — آن باده کو آنرا پیمانه توئی یا ما

تو چون گل و ما جز دوست چیزی چو نمی بینیم — از غیر حبیب خویش بیگانه توئی یا ما

تو زخم خوری از خار ما را بکشد بردار — آیا بزبان خلق افسانه توئی یا ما

تو عاشق و ما عاشق و هم در کش حاضر باش — ورنه بخدا امروز در خانه توئی یا ما

گویند که گنجی هست اندر دل هر سرمست — از بهر چنین گنجی دیوانه توئی یا ما

محیی به گلستان شد با بلبل نالان
کای بلبل نالندهٔ جانانه توئی یا ما

در غم عشق تو زان بگذشت کار دل هرا — گز وفایت کم شود یک لحظه کار دل هرا

قار غم او گشت گلشن کز غم تو هر زمان
بشگفد صد گونه گل از خار خار دل مرا

بر دلم باری حوالت کن غم و اندوه خود
چون توان کردن که کردی غمگسار دل مرا

ماهی کو بر کنار افتد ز دریا چون بود
همچنان باشد بلا دور از کنار دل مرا

آنکه روزم شد سیه باشد ز بی‌صبری دل
تیره تر باد از روزم روزگار دل مرا

باد آمد در روز هجران ناله کن باری دل
چون تو بودی و فراق یار یار دل مرا

[illegible]

چند چون محیی کشد دل درد تو انتظار
سوخت همچون سایه بر ره انتظار دل مرا

[illegible]

گر نداری آرزوی وصل جانان جان مرا
زندگی بگذاشتی بی او غم هجران مرا

سر من آغشته در اشک جگر گون منست
قار غم گر باغبان نگذاشت در بستان مرا

نیست فرقی در میان شخص من تا سایه‌ام
بسکه در آتش فگنده این دل سوزان مرا

حال من چون پیر کنعان شد کنون چون بنیمت
بسکه آمد سیل اشک از دیدهٔ گریان مرا

جامهٔ جان چاک شد در وادی عشق و هنوز
هر طرف صد خار غم بگرفته در دامان مرا

همچو من یارب که کردی بی نصیب از وصل یار
اینکه ور انداختی از صحبت جانان مرا

[illegible]

اینکه با مردم مدارا میکنم از بهر تست
ورنه کی پروا بود از قول بدگویان مرا

خانهٔ من گلخن و فرش من از خاکستر ست
تا که چون محیی بخوانی بی سر و سامان مرا

بار دگر صبح سعادت دمید — زانکه صباح است کنون شام ما

زان می قتال که دارد خدا — از دل شب ریخته در جام ما

باز می عشق بسی خورده ایم — تا چه شود خواجه سرانجام ما

هیچ بلا نام ز خلق نیست — تا سر دفتر نه بود نام ما

از دل هر ذره ما بشنوند — زمزمهٔ عشق دلارام ما

تا ابد ای دوست حلاوت دهد — چاشنی درد تو در کام ما

عاشق دیوانه و مستیم از آن — درد پیاپی رسد انعام ما

از شرر شعله عشق دوست — سوخته شد ظاهر اسلام ما

خواری خلقان جهان میکشم — تا چه کرم حق کند اکرام ما

ردیف

محی به محبوب نظر کرد و گفت — باز برآمد قمر از بام ما

ب

من همچو آذر از برون بت میتراشم روز و شب — وز اندرون همچون خلیل الله گویم این عجب

در بتکده با این بتان با آنکه هستم همعنان — نور خدا بینم عیان حیران او ایم روز و شب

بشنو تو ها و هوی من بنگر تو رنگ و بوی من — بشگافت یک موی من بی تو دری روز و شب

آن سر بالا کیست آن کز وصف او لالست زبان — در عشق او دیوانه شدم ترک و تاجیک و عرب

هر گره که سلطان جهان خواهد که بیند روی خود — از ولیان مملکت آئینه پیدا رد طلب

وقت تجلی خدا در رقص آمد کوه طور — اندر دل سنگین سنگ از بسکه پیدا شد طرب

در محفل جنت تو حق میدهد جام طهور — نی باده وا زور نگ و بو نه جام دارد کیف لب

من عاشق خود خواند نزدیک خود بنشاند و مست — جز فضل بی پایان من این را ندانی تو سبب

اشتر که بنی مست شد پروا ندارد از ره جسم خود — ور زغایت مستی برد بر سر در شکوه و حطب

او معصیت را از کرم طاعت کند در روز حشر — رحمت کند بر عاصی کو شد سزاوار غضب

آن یوسف کنعان عجب گر نیست در بازار مصر — کین جمله بازاریان ارند فریاد و شغب

محیی چراغ روشن است اندر دلت از نور حق — لی کوکب دریست چون این دل تو قندیل حلب

بنده گر بنگ خوردی ور شراب — توبه کن آمرزمت بی پیچ و تاب

گر خطا کردی بگوید کرده ام ... — تا کنند جمله خطا را من ثواب

کی حساب آن گدا گر دست شاه — کو خورد در مطبخ شه نان و آب

بنده مائی و اندر شرع ما — بنده هر چه کرد بر خواجه است خواب

خصم دامنگیر را راضی کنم — روز حشر از تو دهم بر او ثواب

در دل شب تا که گوئی ای خدا — من ترا بیداری سازم ز خواب

چون ترا سلطان گرفت اندر پناه — غم مخور از هیچ ملک از انقلاب

ما ترا از بسکه میداریم دوست — دارامت از عشق خود دائم خراب

از عذابم چند ترسانی مگوی — دوست هرگز دوست را کرده عذاب

تا که حسن و ناز با ما کم کنی — گاه گاهی میکنم بر تو عتاب

وقت روی تست این دیدار من — وقت ذره کرده ام من آفتاب

تو ز دوزخ ترسی و دوزخ ز من — بس مکن از ترس دوزخ اضطراب

در جهنم گر روی من گویمش — تا ز تو نی هیچ سوزد در کتاب

من کنم آمین دعاهای ترا — من دعاهای تو سازم مستجاب

بخشش حضور لقا مریدی

محی را آندم که آمرزیده ام — هیچ موجودی نبود از هیچ باب

از طرف آنحضرت مرید را

از جمال لایزالی بر نداری گر نقاب — عاشقان لاابالی را بماند دل کباب

صد جنت گر بود بی دوست در قعر جحیم — خیمه های عاشقان بینی طناب اندر طناب

قاصرات الطرف عین باشند حوران بهشت — هر که شد کوته نظر گو سوی ایشان متاب

عاشقان نی حور خواهند نی بهشت از بهر آن — فارغ اند از کتخدائی خانمان کرده خراب

پرده محشر بدرند عاشقان چون از لحد — سر بر آرند با دل پر آتش چشم پر آب

آنانکه کرده وعده دیدار خود روز حساب		بادل مجروح ما میگر بندوی گویند کو

ردیف ب

بی تماشائی جمالت محی گوید روز حشر
در صفت بیگانگان یا لیتنی کنت تراب

برکنند مستان حضرت قصر ما را خشت خشت		گر تماشای جمال حق نباشد در بهشت
کاسه بستانیم و آن کاسه خواهیم بهشت		حق تعالی چون دهد بر بندگان جام طهور
در دو عالم غیر از این ما را نباشد هیچ کشت		بر درخت دل امید وصل تو کردیم وصل
در سر این سوداست ما را تا نباشد سرنوشت		یکسر موی نباشد خالی از سودای دوست
تا گلیم بخت ما را از کدامی نیک و زشت		آنکه شد سرشته بخت همه در قبله اش
از میان حلهای رنگ رنگ اندر بهشت		تا نه بینم دوست را این حله پوشم سیاه
سجده میکردم ندانستم که کعبه است یا کنشت		از سجود بت مرا کافر مگو دیوانه ام
زانکه از لا یعقلی مجنون نداند خوب و زشت		چون رود از پیش چشم عاشقان مجنون ز دوست
گر نباشد بوی محی در جنت عنبر سرشت		کی مشام جان مشتاقان معطر میشود

محی میگفت آه من چاره چه سازم چه کنم
دل برفته در بلای عشق او جان را بشت

بنده را مرتبه بنگر ز کجا تا بکجاست		سعی صد شصت نظر راتبه بنده ماست

بیوفائی مکن و از در ما دور مرو — زانکه ما را ازازل تا بابد با تو صفاست

روی تا شسته چرکین شده از چرک گناه — آب گرمی که ازو شسته شود رحمت ماست

هم بدست تو و هم نامهٔ تو روز حساب — تا نداند کس دیگر که درین نامه چهاست

یک نکوئی ترا ده بدهم در دنیا — باز در آخرت آن هفصد و هفتاد تراست

گر بدی از تو بر آید بکرم عفو کنم — اینچنین لطف و کرم غیر من بنده کراست

نار دوزخ چه کند با تو چه اثر بی ازو — ظاهر و باطن تو چون همه نور خداست

هر چه خواهی بطلب تو ز من و شرم مدار — بر من ای بنده اجابت بود و بر تو دعاست

تو ز من هیزم و شیر و نمک و دیگ بخواه — من وکیل تو ام از من بطلب هر چه سزاست

من عطا کرده ام ایمان عطا کردهٔ خویش — کی ستانم ز گدائی که براو صدقه رواست

با تو ام من همه جا ترس تو از شیطان چیست — چو پناهت منم ابلیس بیا گو که صلاست

[illegible]

بیوفائی همه از جانب تست ای محیی — ورنه از ما که خدائیم همه مهر و وفاست

[illegible]

تا شسته ترا رویت نی آب ترا نی دست — لی مع کسی جز حق شونده رویت هست

جام می عشق حق درکش تو اگر مردے — تا مست خدا میری در گور روی سرمست

هر صوفی و صافی که بود دست ریاضت کش — او زلهٔ مردانه از خوان جهان بربست

یوسف که برادر رابدنامی و دزدی داد
بربسته وگر باشد و بربسته دگر اید دست
تا عقل صاحب شد باد لغم و محنت دید

درخلوت خاص خود با او چه سبب بنشست
بر رسته کسی باشد کو دوست بدو پیوست
هم صحبت عشقش شد وازجمله غمها رست

سر تا القدم محی پیوسته جراحت هست
چون در همه عمر او را یک وزنه بند دوست

عمل من همه عمر از چه خطا افتادست
بچنین دست تهی وصل خدا می طلبم
خجلم تا بقیامت چه بگویم هیهات
نظرم جذبه کمال کرم حق نه بود
تو بمن لطف و کرم کرده که تنهائی دوست
نظری کن بعنایت تو درین آخر عمر
به من از خوف بگو تو مکن نومیدم
بتو در کنج لحد گفت خدا از سر لطف
بر زمین دل هر کس بنشاند تخمی
بخدا در نظر محی تو پیوسته دولت

چه غمت چون سر کارم بخدا افتادست
تو بمن گو که چنین کار کرا افتادست
که میان من و تو دوست چها افتادست
همه کارم همه عمر از چه خطا افتادست
کرمت بخشش همه کس همه جا افتادست
سوی این بنده که در عین بلا افتادست
که از و بخشش گنهگار رجا افتادست
که بگو روی به تو خاک چرا افتادست
بر زمین دل ما تخم وفا افتادست
طالب فقر و محبت فقرا افتادست

گنه کردی بگو کردیم ای دوست
که لیک از کار بد این توبه نیکوست

گنه کردن اگرچه خوی تو گشت
ولی عفو گناهت هم مرا خوست

تو شب بر خاک رو میمال می نال
که آن نالیدن داریم ما دوست

نفسهای گنهکاران تائب
مرا خوشبوی تر از مشک خوشبوست

چو فضل ماست پشتیبانت ای پیر
چه غم داری اگر پشتت تو دو توست

کسی کز وی بتر نبود بعالم
حرا لا تقنطوا در باب او ست

نعمتهای جنت پروری مغز
ترا بر استخوان گر خشک شد بدخوست

چو رحمان بر تو نیکو هست غم نیست
اگر شیطان بدست و یا تو بدخوست

[illegible]

نمیرد ماهی دل مچیه هرگز
زلال رحمت حق تا درین جوست

[illegible]

[illegible]

پیروی شیطان بیکباره بس بیهوده است
پوستین دادن بگاذر کار مردی ابله است

گرچه شیطان زعفران بسیار میداز ملک
کی بریزد پیش حیوانی که قوت او که است

در صباح آن مردار و خورده باشی باگلم
تو بپاهست در نماز شام بس آگاهست

آن توئی اندر جوانی کله خشک از غرور
وقت پیری خرخرفت گشتی و بشتاید و تمرا نیست

کردی از مردن فراموشی کنی دائم گناه
یاد مردن توبه کردن وی توگهست

گفته اند گردی و مردی نیستی مرد خدا
در ره دین گرد و گرد و سر که او مرد است

در درون گر ناله زار است از برون نقش و نگار
لائق این گرسنه میدان که سر بر باکه است

شاه در خرگاه باشد تا بود خرگاه شاه
در خری باشد دران خرگاه نیم خر است

مومن و منافق چو از سر پوست می آید برون
وان منافق پیشه مانند پیاز تو بتو است

مخفی هر کس در جهان کردست کاری اختیار
کار درویشان بدرگاه خدا تسلیم است

آه درد آلود مردم جان جانها را بسوخت
سینه مجروح هر مجنون شیدا را بسوخت

در جگرهای کباب این آه من ز آتشی
آه زین آه جگر سوزی که لیلا را بسوخت

با مدرس گفتم از سوز دل خود شمه
آتشی در جانش افتاد و سراپا را بسوخت

پیش پیر یوسف گر رسی روزی بگو ای عزیز
آتش عشق تو سر تا پا زلیخا را بسوخت

تو بهاران اشک ریزان جانب صحرا شدم
آه گرمم سبزهای کوه و صحرا را بسوخت

مخفی تا دانست کان یاران بغفلت میروند
خرقه و تسبیح و مسواک و مصلا را بسوخت

باتو ای عاصی مرا صلح است هرگز جنگ نیست
زانکه عزیز از غم ترا اندر دل دلتنگ نیست

روی ... خود بما کن زانکه بر درگاه ما
هیچ روی به ز زردی زعفران رنگ نیست

در دل شبها رسن گردن افگن توبه کن
بنده را پیش خدا از توبه کردن ننگ نیست

گر شراب و بنگ خوردی توبه کن الله گو
یاد ما کن چون دهانت پر شراب و بنگ نیست

ما بدیها را به نیکوئی بدل خواهیم ساخت
کار ما با بندگان بد بجز این رنگ نیست

در دل سنگین بدکاران امید فضل ماست
جای جوهرهای سنگین جز میان سنگ نیست

عاصیان دارند نظر با ما و ما بر عاصیان
ما چو کردیم آشتی کس را مجال جنگ نیست

پشته لنگی که بار او گران افتاده است
میرود افتان و خیزان گرچه تیز آهنگ نیست

نیک مردان جهان گر چنگ در طاعت زنند
محیی مفلس ترا جز فضل حق در چنگ نیست

پای دل در کوی عشقت تا بزانو در گلست
همتی دارید با من زانکه کاری مشکلست

من ندانم کین دل دیوانه را مقصود چیست
گو همیشه سوی سرگردانی من مایل است

فیل محمودی فرو ماند اگر بیند بخواب
بار سنگینی که از درد تو ما را بر دلست

ای دل آواره آخر چند میگوئی مگو
اندران کوی که پای صد هزاران در گلست

همدم ما است هر دم غم در ایام شباب
وقت عیش و نوجوانی چه خوش ما را حاصلست

خود بخود گویم سخنها چون بگریم زار زار
محرم راز غریبان لابد اشک سائلست

محیی با این زندگانی گر گمان داری که تو
راه حق رفتی یقین میدان که فکر باطلست

گفتا کئی تو با ما گفتم کمین علامت
گفتا مگر تو هستی گفتم بلی زحامت

گفتا چه پیشه داری گفتم که عشقبازی
گفتا که حالت چیست گفتم غم و ملامت

گفتا که چیست حالت گفتم که حال شاکر
گفتا کجا فتادی گفتم میان دامت

گفتا ز من چه خواهی گفتم که درد هیچ
گفتا که درد تا کی گفتم که تا قیامت

گفتا چه می پرستی گفتم جمال رویت
گفتا چه داری با من گفتم لبسی ندامت

گفتا چگونه بی من گفتم که نیم بسمل
گفتا چه چیز داری گفتم همه غرامت

گفتا چرا گذاری گفتم ز بیم هجرت
گفتا که با که سازی گفتم به یک سلامت

گفتا که کیست محیی گفتم همانکه دانی
گفتا نشان چه داری گفتم که صد علامت

غم مخوری که عاقبت جای تو صد جنت است
روی تو و دل تو تا ابد سوی رضای حضرت

غم مخوری که مرغ جان چون ز تنت همی پرد
منزل آشیان او مقصد صدق نیت است

غم مخوری که این تنت چون بلحد فرو رود
خاک تن تو تا بحشر غرقه به آب رحمت است

غم مخوری که حق ترا از همه خلق برگزید
این نه جمال لطف اوست نه ز کمال خدمت است

غم مخوری که روز و شب سعید شصت لطف حق
در تو نظر همی کند اینهمه از محبت است

غم مخوری که هر کجا تو که توئی خدای تست
ور طلب خدا ترا بنده بگو چه زحمت است

غم مخوری که عشق خود با گل تو هم سرشت
عشق خدای تو تو همدم و صل خلقت ست

غم مخوری که با تو هست آن گری بغیر تو
او نه تو هست و تو نه او گفتن او بر خصمت ست

غم مخوری که بی شراب مست و خراب گشته
محتسبان شهر را گو که شراب جنت ست

[illegible]

غم مخوری که حق ترا بنده خویش خوانده است
بندگی خدا ترا محیی نشان دولت ست

[illegible]

ای صافی طلب جانان که دردی کش کرا انخوارست
تو از ساقی نشانی گو کزین جا هست بسیار ست

ازین سودای عشق آخر سرت بر باد خواهی داد
سرت چون سر شود خواجه چه جای فکر دستار ست

ز بر کیسه ترا نقدی برون جیا بدا درون
چنین کار آید از دزدی سبکدستی که طرار ست

در دکان هر روی منادی گرد شب گردی
که شب غافل مشو خواجه عسس با زو هم یار ست

چو سلطان یار دزدان شد بشارت ده تو دزدان را
نه دست و پای ببرند زندانی نی دار ست

بشارت داد آن سلطان تن سید آنچه دزدستان
که گنج رحمت رحمان نثار هر گنهکار ست

شب اندر خود که چون سلطان بجای سوی همی گیرد
کسی فی قفت شود زین سر کرا و شب گرد عیار ست

به محشر چون شوی حاضر گناهت بود ظاهر
بترسی زان که ای عاصی خداوند تو ستار ست

چرا ای بنده غمگین چو از لطف و کرم آخر
ترا با عیبهای تو خدای تو خریدار ست

خدا می گوید ای بنده من آن سلطان با لطفم
که بر درگاه من هر که می آید ترا یار ست

برخ گر زرد شد عاشق نه یرقان باشد و نی دق | طبیب عاشقان داند که از بهر چه بیمارست

شراب عشق چندان خور که سر از پای نشناسی | که مستان حضرت را ز هشیاری بسی عارست

شتر چون مست میگردد دهانش از علف بندد | اگر مست غذائی تو چرا حرص تو با خارست

اگر مستی تو پاکوبان همی بری بیابان را | اگر هشیار میترسی که راه کعبه پرخارست

ترا یکحج بود سالی ولی در کوی یار ما | گذارد هر زمان حجی کسی کو عاشق زارست

طواف کعبه کن حاجی مرا بگذار در کویش | که حج اکبر عاشق طواف کوی دلدارست

شهیدان را نمیشویند شهید دون مشو غوثی
که اندر مذهب رندان کسی کو مرد مردارست

هرچه از سنگین دلان بر جان ما آید خوش است | گر وفا آید خوش و گر هم جفا آید خوش است

بشنوم تا چند بوی گل ز باد صبحدم | بوی او گر همسر باد صبا آید خوش است

راضیم از هرچه پیش آید بدرد عشق تو | گر همه بر جان من درد و بلا آید خوش است

روز ابر اینچنین داری چو سر در کاسهٔ | گر بجای قطره‌ها سنگ از هوا آید خوش است

عشق زیبا مینماید همچو هر کس را که هست
بوی گل گر ز آنکه از باد صبا آید خوش است

آنکه آتش افکند در خلق جانان من است | وانکه میسوزد از آن آتش همین جان من است

تا شدم دیوانه چشمم قصر شد ویرانه است — کآسمان فیروزه از شاخ ایوان من است

عشق ورزیدم میان امی ای برمن کین مان — نقل هر مجلس حدیث عشق پنهان من است

گر فلک خواهد که سازد خانه مردم خراب — گوشش ز رحمت که کاری چشم گریان من است

آنچه در دم بگذرد باشد شبی وصل حبیب — وانچه پایانی ندارد در روز هجران من است

[illegible]

مرو محی و سیه پوشید بهر ماتمش

هر کجا در تی بود اوراق دیوان من است

[illegible]

د

یارب آن ساعت که خلق از ما بیارد هیچ یاد — رحمت خود کن قرین ما الی یوم التناد

نامه نیکان شود بر طاعت آیا چون کنم — نامه ما بدان چیزی ندارد جز سواد

اینچنین کالای پر عیبی که گردد رد ماست — گر نبودش روز بازارش ندامت جز کساد

عید شد عیدی برحمت در خداوندا بما — ور تو ندهی از که جویند بندگان نامراد

رد مکن یارب تو ما را چون به بازار الست — عیبهای ما همه دیدی و کردی نامراد

شب بسی در گردن اندازم بگیریم زار زار — از غم عمر عزیز خود که بر دادم بباد

این دو آن از بسکه بی او زندگانی میکنم — وقت مردن جان نمیدادم چون خواهم اد

آه از ان ساعت که عزرائیل قصد جان کند — جان شیرین را بباید داد و لب نتوان گشاد

تا دم آخر چه خواهد کرد با ما آه آه — ای خوشا وقتی کسی کز مادرش هرگز نزاد

نامه میخوانند و میگفتند کراماً کاتبین — در جمیع عمر این بنده نیامد حرف یاد

پیش تا تو هم منادی کن بگو این بنده ایست — کو گنه بسیار کرده بر خدا کرد اعتماد

یارب آنکس را بیامرزی که بعد از مرگ ما — روح ما را او به تکبیری کند گه گاه یاد

گر بجا کم بگذری یا بگذرم بر خاطرت — این دعا میکن که یارب گور او پر نور باد

رحم خواهد کرد بر من خواهد امرزیدنم — روی زردی خود چو بر خاک لحد خواهم نهاد

محیی گرچه بس بدی کرده ندارد نیکیی — لیک میدارد بجان در حق نیکان اعتماد

تا ابد یارب ز تو من لطفها دارم امید — از تو گر امید ببرم از کجا دارم امید

زیستم عمری چو دشمنان دشمن کام نیز — بیوفائی کرده ام از تو وفا دارم امید

هم فقیرم هم غریبم بیکس و بیمار و زار — یک قدح زان شربت دارالشفا دارم امید

ناامیدم از خود و از جمله خلق جهان — از همه نومیدم اما از تو میدارم امید

منتهای کار تو دانم که آمرزیدن است — زانکه من از رحمت بی منتها دارم امید

هر کسی امید دارد از خدا و جز خدا — لیک عمری شد که از تو من ترا دارم امید

هم تو دیدی من چها کردم تو پوشیدی ز لطف — هم تو میدانی که از تو من چها دارم امید

ذره ذره چون هوا گردانم خاک لحد — بهر هر ذره ز تو فضل خدا دارم امید

هم بدم بد گفته ام بد مانده ام بد کرده ام	با وجود این خطاها من عطا دارم امید
روشنی چشم از گریه کم شد ای حبیب	این زمان از خاک کویت توتیا دارم امید

محیی میگوید که خون من حبیب من بریخت
بعد ازین کشتن از و من لطفها دارم امید

ز سر تا پای من گر همه اندوه و غم باشد	هنوز از آنچنین دردی که دارم از تو کم باشد
چگونه سر بسای بر فلک کز غایت عزت	بهر جا پا نهی سر ما ترا زیر قدم باشد
غنیمت دان حضور درد و غم ای دل که دورانرا	وفائی نیست چندانی و صحبت مغتنم باشد
خوش است از خوبرویان گه جفا گاهی وفا لیکن	ز من مهر و وفا از تو همه جور و جفا باشد
دم آب از سفال سگ بکوی یار نوشیدن	مرا خوشتر بود زان باده کاندر جام جم باشد

خلاصی گر ز هستی بایدت عاشق شو ای محیی
که اول گام در عشق پریرویان عدم باشد

تعالی الله چه حسنست اینکه چون برقع بر اندازد	اگر باشد دل از آهن که همچون موم بگدازد
همه خوبان بحسن خویش مینازند و ماه من	چنان باشد که حسن او بروی خوب مینازد
بود رسم پریرویان که با دیوانگان نازند	شدم دیوانه آن تندخو با من نمی نازد
مکن ای محیی عیبم اگر نالم جدا از یار	که من در هجر میسازم ولیکن دل نمیسازد

کجا پروا کند محبی که در عالم بود عاری — چنان مشغول یار ستا که با خود هم نپردازد

کسی کو یار خود دارد چرا بر دیگری بیند — خرامش با دعشق آنکس که هم بر دیگری بیند

ازین آتش که من دارم ز شوق او عجب نبود — که آن مه چون ببالینم بیاید خاکستری بیند

همه عالم ز تاب مهر سوزنده شده عمری — که مهر از رشک تو سوزد که از خود بهتری بیند

اگر عاشق ز دل نالد دگر نیست پروایش — اگر بر جای هر مو بر تن خود نشتری بیند

نگرد آن نا مسلمان هیچگه رحمی و میدانم — که بر من سوزش دل گر سوی من کافری بیند

[illegible]

خوش آن ساعت که در کوی بتان محبی رود سرخوش — بدستی شیشه در دستی پر از می ساغری بیند

[illegible]

من نمیگویم که جور روزگارم میکشد — طعنه بدخواه و بیرحمی یارم میکشد

دور از سطاقتی باشد که روزی چند بار — محنت و دردی و داغ انتظارم میکشد

من نهانی عشق ورزم با آن تندخو — از برای عبرتی خلق آشکارم میکشد

گر روم در کوچه بازیچه طفلان شوم — در نشینم گوشه فکری تو زارم میکشد

شب گذارم در خیالت روزگارم چون شود — روز فکرم ناله شبهای تارم میکشد

شوق دیدارت مرا میکشت زین پیش کنون — آرزوی بوسه امید کنارم میکشد

میکشد زحمت طبیبی غافل ست از اینکه او — همچو محبی سوزش جان فگارم میکشد

روزنی جز زخم تیرش در سرای تن مباد
غیر داغ حسرت تا بام آن روزن مباد

عاشق روی بتان یارب مبادا هیچکس
ور کسی عاشق شود یارا این بتان من مباد

کرده از تیغ جفا هر لحظه چاکی در دلم
آنکه از خار نیش هرگز چاک در دامن مباد

جنت عاشق چه باشد بعد مردن کوی یار
مرغ جانم را جز آن دیوار و در مسکن مباد

مهر و مه را روشنی از پرتو رخسار تست
بی رخت هرگز چراغ مهر و مه روشن مباد

آرزو دارم که در عشقت تن بیمار من
خالی از فغان و زاری فارغ از شیون مباد

تاج شاهی چون شود با خاک یکسان عاقبت
افسر محیی بجز خاکستر گلخن مباد

شاخ گل از نازکی یار یادم میدهد
برگ گل زان گلرخ رخسار یادم میدهد

چون روم در کوه تا از یاد او فارغ شوم
میخرامد کبک زان رفتار یادم میدهد

هر کجا بینم گلی با خار میسوزم که آن
همدمی یار با اغیار یادم میدهد

داستان تیشهٔ فرهاد و کوه بیستون
خار خار سینهٔ افگار یادم میدهد

چون روم در گلستان کز خویش آسایم دمی
بانگ بلبل نالهای زار یادم میدهد

رسته بودم از جفایش وه که جور روزگار
باز خونریزی آن خونخوار یادم میدهد

جان شیرین سوزدم چون شعر محیی بشنوم
زانکه شیرینی آن گفتار یادم میدهد

نمیدانم که او تا کی پی ازار خواهد شد — نگوید این ولی آخر ازو بیزار خواهد شد

بد نیکو چند روزی گر بماند از جفای او — تنم بیمار خواهد گشت و جان افگار خواهد شد

بخواب مرگ شد بخت من و گویند یارانم — که تو فریاد و فغان کن که او بیدار خواهد شد

مکن بهر خدا عزم گلستان با چنین روی — که دانم باغبان شرمنده از گلزار خواهد شد

میفشان دست چندر در سماع ای سر فشان من — که هوش از جان من از دست و دستار خواهد شد

چگویم شرح جور یار و درد خویش با مردم — که بی تسکین مرا گویند با تو یار خواهد شد

ز اندوه دل و چاک جگر تا کی بر و یحیی — که این عشقت و اینها هر زمان بسیار خواهد شد

مرا کشتی و گوئی خاک این بر باد باید کرد — چرا بر دردمندی اینهمه بیداد باید کرد

همه کس از تو دل شاد و بغیر از من که غمگینم — نمیگوئی دل این هم زمانی شاد باید کرد

شدم پیر از غم تو گز جوانی بر دهم گر جان — نه آخر بنده پیری بس آزاد باید کرد

حکایتهای حسن او بغیر از من نباید گفت — حدیث شیوهٔ شیرین بر فرهاد باید کرد

چه تمهیش آنکه در شبها بود هر کس بخواب خویش — مرا تا روز از دست محنت فریاد باید کرد

بنای زندگی حیف است کافر شیوه دوران — چنین کار نکو بهر چه بی بنیاد باید کرد

غزل یحیی بسی بالا و سخن چندانکه جای هست — تو شاگردی هنوز ات خدمت استاد باید کرد

دل ناشاد من شاید که روزی شادمان گردد
ولی مشکل که آن نامهربان هرگز مهربان گردد

مرا گو شادی در دل رسد ناگه بدان ماند
که در شهری غریبی آمد و بیخانمان گردد

چنین کامروزان بدخو بلا انگیز می بینم
عجب نبود که روزی فتنهٔ آخر زمان گردد

گر این بار دل من آسمان خواهد که بردارد
بجنبد هیچگه از جای چون من ناتوان گردد

بر آن بودم که دل را مرهمی بهبود خواهد شد
چه دانستم که جانم را بلای ناگهان گردد

اگر جامی جدا از لعل میگون تو می نوشم
همانجا خون شود در چشم خونریزم روان گردد

[illegible]

غم محیی بخور زان پیش کز سودای زلف تو
برآرد سر بشیدایی و رسوای جهان گردد

[illegible]

نوید مرسد هر دم که اینک یار می آید
روم از جا اگر دانم که او دشوار می آید

خدایا یک نفس بلبل رها کن ماجرا با من
که سرو گلعذار من سوی گلزار می آید

سرم کردی جدا از تن ولیکن همچنان باشد
فغان از سینه اشک از دیده خونبار می آید

بروز غربت از خواری مه آن آرزو بامن
که چون آن یاد می آید از نیم عار می آید

شوم بیطاقتی از گاهی هم سر بر سر زانو
بگو شم بسکه فریاد دل افکار می آید

هنوز اندر بود گر چاک سازم سینه خود را
چنین کز عشق آن بدخواه غم بسیار می آید

مسلمانان ودین را نگهدارید چون محیی
که میگویند باز آن دلبر عیار می آید

وقت مستی بلبلان آمد — گوییا گل به بوستان آمد

بلبل آنجا خموش و حاضر باش — بشنو این سر که در میان آمد

مجلس عاشقان مست خدا — سرخوش اینجا نمی توان آمد

عاشق و رنگ و بوی اے بلبل — پای گل جای نوازان آمد

ماکه سرمست صبغة الله ایم — جائے ما باغ لامکان آمد

چشم تو بر گل جهان و مرا — دید بر خالق جهان آمد

رو که بازاری و به آزاری — جای بازاری و دکان آمد

باش تا من بنالم ای بلبل — کاینهمه خلق در فغان آمد

دم مزن پیش ماکه نالهٔ تست — نالهٔ کز سر زبان آمد

نالهٔ ما شنو که بر در دوست — گو بسوز از میان جان آمد

عاشقان در جهان نمی گنجند — این قفس چون ترا مکان آمد

عشق تو با گل ست روزی چند — عشق ما عشق جاودان آمد

خانمان آب و گل بجود زاری — این روش راه نازکان آمد

هیچی آثار قدرت حق دید — چون بهار آمد و خزان آمد

ای قصر رسالت از تو معمور — منشور لطافت از تو مشهور

خدام تو اعلام گشته ❊ کیخسرو و کیقباد و فغفور

در جمله کائنات گویند صلواة تو تا دمیدن صور

معراج تو تا بقاب قوسین جبریل بره بماند از دور ❊

هم حلقه بگوش تست غلمان هم بندهٔ کمترین تو حور ❊

بنوشته خدای پیش از آدم از بهر رسالت تو منشور ❊

از هیبت عزت تو موسے دیدار خدا ندید بر طور ❊

روشن ز وجود تست کونین ای ظاهر و باطنت همه نور

اے سید انبیاے مرسل وے سرور اولیای مستور

گل از عرق تو یافته بوئی شد شهد در اندرون زنبور

هر کس بجهان گناهگار ست گشته بشفاعت تو مغفور

میمی نه غلامی تو زد لاف
از راه کرم بدار معذور

گر نخواهد بود جنت و وصل یار قعر دوزخ عاشقان خواهند کردن اختیار

حور عین هر چند میدارد جمال باکمال تو برابر با تجلی جمال حق مدار

عابدان نظاره نتوان کرد یک حور بهشت گر ندارد عاشقان ست را در انتظار

جام مالامال درده ای خدا خمر طهور
اندر دنی لغو باشد نی صداع و نی خمار

گر ببیند در جهنم یک تجلی جمال
بشکفد گلهای رنگارنگ در روی صد هزار

روز ز دید عاشقان نگین کند در در حشر
تخت زرین بهشت و خانهای زرنگار

سایهٔ طوبی و جنت حوض کوثر را کجاست
از حلاوتها که باشد در وصال کردگار

اندران خلوت که انجا ره نیابد جبرئیل
سیر و داز فارس سلمان و بلال از زنگبار

تن بنعمتهای جنت میشود پرورده لیک
جان بباید پرورش از دیدن پروردگار

گر برانگیزی ز خاک گور بنمائی جمال
خاک مسکین را ز گریه دیده ها گردد غبار

وعدهٔ دیدار گر در قعر دوزخ میکنی
میکشد در چشم آتش را خلائق سرمه دار

محی گر دیدار رحمت بایدت از عز و جل
دامن مردان بگیر و صبر کن تا روز بار

دوست میگوید که ای عاشق اگر داری صبور
از فراق ما منال و صبر کن تا نفخ صور

اندران مجلس که بیند خلق دیدار خدا
از جگرهای کباب عاشقان باشد بخور

انکه از خواب خوشت بیدار میسازد منم
چون بگوئی تو گناها نم بیامرز ای غفور

گور گهوارست و طفلی و دایه لطف دوست
خوش بخوابانید و خوابت داد تا یوم النشور

نور ایمان مردان و دل بارگاه نور حق
خوش چراغی گرد هد دیدیش نور النور نور

ای گنهگاران شما را بشنک آمد زد خدا — به بود از پوستین کیبش سنجاب و سمور شد
دار داز نور الٰهی چهره تو آسگهے — زردی روی تو باشد سرخی رخسار حور
حور عین خال سیه زد بر رخ از زنگ بلال — از حبش بنگر چه خوش مشاطه کرده ظهور
در تجلی این ندا آمد که خواهد دید هم — هر که بر من خاطر خود کرد شب روز حضور

چون برون آئی ز دنیا پیشوا آیم ترا
گویم ای محیی خوش چون گفتی این راه دور

عشق و بدنامی و درد و غم بباشد یار غار — تا محمد وار باشد عاشقان را چار یار
آرزوی یار داری یار میگوید بیا — تا کنم دلداری تو در دل شبهای تار
نرم ترک نیم شب گوای خدا در من نگر — پس شبا روزی نظر رحمت سیصد و شصت شمار
یار گفت هر جا که باشی با توام یادت کنم — از چنین یاری فرامش کرده تو یاد دار
روح تو مرغیست کز نزد خدا آمد بتن — بخدا مرغی خدای را کجا باشد قرار
ساقیا زان می که گفتی میدهم در آخرت — کم نخواهد شد که در دنیا کنی جامی نثار
کاروانها در بیابانها هلاک نداز عطش — ابر رحمت را ببار و قطره چندین ببار
باز دار د شیشهای می صراحیهای شما — اشتری مستی که نه افسار دارد نی مهار
شاه میگوئی تو ما را حاضر قندیل باش — عاشق و مجنون و مستم آه دوستا ز من مدار

خاک آدم را غذا تخمیر میکرده هنوز
گو فتاده بر سر مستان حضرت این خمار

بر سر هر موی مشتاقان زبان دیگر ست
کز خدا دیدار میجویند هر لیل و نهار

گر تماشای جمال حقتعالی بایدت
در میان عاشقان انداز خود را روز بار

در دل شبها بگریم گویم آن دلدار را
یاد لی ده یاد لی کز بیدلان بردی بیار

گر رسم روزی بدو شرح قصهٔ خود گویمش
تا بگرید بر من بیچاره آتش زار زار

تا قیامت محی خواهد خواند این ابیات را
خلق و عالم هم بپای میروند هم پایدار

طبل قیامت بکوفت آن ملک نفخ صور
کاتب منشور ماست مالک یوم النشور

سر ز لحد بر زدیم خیمه به محشر زدیم
بی خدا اندر لحد چند بباشم صبور

از سر شوق و نشاط پای نهم بر صراط
تا زدم گرم ما گرم شود آن نشور

ایکه ندادی تو مال در طلب آن جمال
ما بتو بگذاشتیم دیدن دیدار حور

مست خداییم ما کی بجز او آییم ما
ساقی ما چون خداست باده شراب طهور

نور میان در نظر زانکه تجلی حق
با تو کند انچه کرد با حجر کوه طور

وقت تجلی از او دیده بینا بجوی
او چو نماید جمال چشم تر از دست نور

هر کسه از غیر کیست او دست دولت جاوید یافت
روی سعادت ندید آنکه از او ماند دور

مژدهٔ وصل خدا اگر به لحد بشنویم — زنده شود جان و تن بیشتر از نفخ صور

حور چو آرا کنند رو بسوی ما کنند — چشم نگهدار از آن دوست بود لبس غیور

مست تو قصر بهشت کرده بزیر و زبر — ورنه کند زانکه نیست هستی او بی قصور

گرچه قصر بهشت کرده عنبر سرشت — از جگر سوخته بیرم آنجا بخور

[illegible]

می کنندم بهر دوست هر نفسی ماتمی — محیی ماتم زده کی کند ای دوست شور

[illegible]

ای ذکر ترا در دل هر دم اثری دیگر — وی از تو بملک جان وارم خبری دیگر

از تیر بلا تنها داریم دل مجروح — جز لطف تو ما را نیست والله سپری دیگر

سلطان جمال تو تا جلوه دهد خود را — برساخته از بر دل آئینه گری دیگر

در معرکهٔ محشر آیی نزد عاشق — هر دم اگرش سوی تو در مقری دیگر

زان می که بما دادی در روز الست ای دوست — لطف و کرم ما را ده جامی قدری دیگر

در خدمت حق گر تو مردانه کمر بندی — بخشند بتو هر لحظه تاج و کمری دیگر

در خانهٔ بی روزن یعنی لحد تاریک — بر جان تو خواهد تافت شمس و قمری دیگر

یارب تو به مشتی خاک از بسکه نظر داری — پیدا شده هر لحظه صاحب نظری دیگر

عیش و تن و جان و دل از رهگذری عشقت — عشرت نتوان کردن از رهگذری دیگر

بردوخت دل و دیده از دیدن غیر حق
نبود دل مجنون را جز این هنری دیگر

هر کس که در حق زد و رو همه در ها تافت
زان در نتوان رفتن هرگز بدری دیگر

در آینه دل دیده محیی رخ یار و گفت
ای ذکر ترا در دل هر دم اثری دیگر

ای که می نالی ز دوران جور یار من نگر
اضطراب از من نگر صبر و قراری من نگر

جانب گلشن مرو کان یکدو روزی بیش نیست
پر ز اشک لاله گون دایم کناری من نگر

ای که میگوئی ندادم دل بخوبان هیچگه
سوی میدان آی ترک شهسواری من نگر

سینه ام پر داغ و چهره گل گل از خوناب اشک
یک زمان سوی من آ باغ و بهاری من نگر

باشدت رحمی فتد در دل بیائی سوی من
حال زاری من ببین شخص نزاری من نگر

گر تو داری میل خوبان دیده عبرت کشائی
سینه پر سوز و چشم اشکباری من نگر

شکر کن محیی که در راه تو خاری بیش نیست
هر طرف صد کوه غم در رهگذاری من نگر

هر که در پیش تو بر خاک بمالد رخسار
ملک کونین مسخر بودش لیل و نهار

دگران گر بقدم بر سر کوی تو روند
من بسر بر سر کوی تو روم مجنون وار

سلطنت غیر تو کس را نسزد زانکه بلطف
هیچ دیار بنالد ز تو در هیچ دیار

تو نیاز آور برای من که نیست | طاعت شایسته تو جز نیاز

محی گر کاری نه کردم غم مخور
من ترا هم کام و هم کار ساز

نومید مشو بنده از رحمت ما هرگز | زیرا که بغیر از ما کس نیست ترا هرگز
خواهم که ازین عالم تو پاک شوی از جرم | ورنه بتو نفرستم ای بنده بلا هرگز
چون سوخته امروز از درد فراق ما | در سوختنت فردا ندهیم رضا هرگز
من با تو ام ای عاشق تو نیز بما میباش | هرگز چو نشاید دوست از دوست جدا هرگز
هر چند که روا از ما بر تافتی رخ | روا از تو نمی تابد خود رحمت ما هرگز
از درد فراق ما یک شب چو بروز آری | دیدار نپوشانم در روز لقا هرگز
گر بر دل خود ما را روزی گذرانی تو | در دوزخ پر آتش ناریم ترا هرگز
ای بنده گناهی تو خود دیدی تو دانی | بر روت نیارم هم در روز جزا هرگز
ای جمع تهیدستان جایی که نخواهم بست | من این در رحمت را بر روی شما هرگز

از بیم جدا بودن از دولت جاویدان
محیی نبود یکدم بی یاد خدا هرگز

تو لذت عمل را از کار زار ما پرس | آیین سلطنت را از حال زار ما پرس

آن لذتی که باشد از انتظار صادق — شام بشارت وصل از روزگار ما پرس

مجنون عشق ما را از باغ و راغ کم گوئی — از بوی تو سوز بوی بهار ما پرس

من خانمان هر کس کردم خراب او را — من بعد اگر بخواهی اندر دیار ما پرس

هر شب ز لطف پرسم کاحوال تو چگونه است — ذوق خطاب تو را از دل فگار ما پرس

بر تربت خراب عشاق ما گذر کن — ور ذره ذره خاکش تو انتظار ما پرس

عاشق نهی چه دانی درد فراق ما را — رو برد تو این مصیبت از سوگوار ما پرس

عشقیم قو قوی حسن جنبانده مرغ جان را — تو قوی سر او را از هر شکار ما پرس

عاشق که از غم من کاهیده گشت جان داد — این مرغزار او را از مرغزار ما پرس

تو صاف دل چه دانی نالیدن سحرگه — آئین دردمندی از دردخوار ما پرس

دل از غم دو عالم فارغ کن و پس آنگه
آئی به پیش محیی از لطف یار ما پرس

در جهان امروز بی پروا مباش — فارغ از اندیشه فردا مباش

کشتی پیدا کن و بنشین درو — ایمن از غرقاب این دریا مباش

بی خبر از ناله شبها مشو — غافل از احوال مظلومان مباش

در پی خود کن دعا گویان نیک — بد مکن با مردمان تنها مباش

دل بسی در جنت و آخر می بیند | بی هوای جنت المأوا مباش
کار درویشان و مسکینان برآر | یاد کن از مرگ و در وا فزا مباش
نیکوئی کن تو و نیکونام شو | بد مکن مشهور در ایذا مباش
دادخواهی را چو بینی داد ده | در دکان جاه بی سودا مباش
زیردستان را تو از یاد مبا | غرّه این فرق فرقد سا مباش

[illegible]

خلق را محیی تو ناصح گشته‌ئی
پیرو این نفس نا پروا مباش

[illegible]

داو مرا جان تو باده از جان خویش | کفر مرا گر دنام گوهر ایمان خویش
حضرت او نیم شب گوید که ای بوالعجب | هیچ مکن آشکار کرده پنهان خویش
گرچه تو آلودهٔ بندهٔ ما بوده | بنده ندارد پناه جز در سلطان خویش
گر تو گوید کسی کردهٔ عصیان بسی | رحمت بسیار من گوید برهان خویش
ور به نهد دست رد بر رخ تو نیک و بد | رو نه کنم من ترا خوانم خاصان خویش
در لحد تنگ تو صلح کنم جنگ تو | پیش تو روشن کنم شعلهٔ تابان خویش
خانهٔ زندان گور پر بود از مار و مور | من بنمایم درو روضهٔ رضوان خویش
دوزخ خونزندان تن روی نهد سوی من | بر سر کیوان زنم خیمهٔ ایوان خویش

گر دست ای بو الفضل نام ظلوم و جهول | تا نفروشم بکش بنده نادان خویش

بار امانت گران بنده توئی ناتوان
بار ترا میکشم محیی گیلان خویش

گر مرا جان و بدن شود بدن گو هم مباش | چونکه یوسف نیست با من پیرهن گو هم مباش

گر بمیرم لاشه من همچنان دور افگنند | چاک شد چون جامه جانم کفن گو هم مباش

در چمن گر خشک و تر سوزد بگو آنهم بسوز | چون نباشد یار من سرو و سمن گو هم مباش

چون مرا رانی ز کوی خود بخوان با رقیب | از گلستان گر رود بلبل ز من گو هم مباش

مرگ بالله بهتر است از زندگانی دور از | گر نه بینم یار خود این زیستن گو هم مباش

یکسر موئی مبادا کم ستی هم گفته را
گر نباشد محیی انگار من گو هم مباش

از خانمان آواره ام از دست عشق از دست عشق | سرگشته و بیچاره ام از دست عشق از دست عشق

ای کاشکی بودی عدم تا باز رستی ز عدم | من سوختم از سر قدم از دست عشق از دست عشق

پرورده گرد خانمان سرگشته ام گرد جهان | گشتم ضعیف و ناتوان از دست عشق از دست عشق

هم نیم شب از گلخن تا روز سازم مسکنی | چون گلخنی شد این دلم از دست عشق از دست عشق

هر روز و شب دیوانه در گوشه ویرانه | گویم بخود افسانه از دست عشق از دست عشق

این سگ دوان سوی حرم سودای خامی میبرم — انگشت بدندان میگزم از دست عشق از دست عشق
ای خواجه ما را چون شما صد فکر بد در کار ها — شد رستگار و بار من از دست عشق از دست عشق
با کس نگیرم الفتی از خلق دارم وحشتی — چو نم ز هر کس تهمتی از دست عشق از دست عشق

محیی خدا را خوان و بس این غم مگو با هیچکس
نعره مزن تو زین سپس از دست عشق از دست عشق

کائنات هفت بار بجز اند

ای غبار خاک کویت سرمه چشم فلک — ای تو محتاج خلق هر دو عالم یک بیک
یا رسول الله تو لی کان ملاحت پر کمال — کز تو باید برد خوبان دو عالم را نمک
هر که او امروز مالد روی بر خاک درت — آن مبارک رو که فردا کی در آید در فلک
شام سبحان الذی اسری بعبدی شد سوار — بر براق راهواری برق همچو تیز و تک
در مقام قاب قوسینت خدا کرده سلام — تو رسانیدی سلام حق بامت یک بیک
از خدا یت رحمتی از تو شفاعت روز حشر — در نجات عاصیان امت تو نیست شک
تا ملک نشنوده است صلوٰة تو از امت — عذر خواهی از گناه امتی تو شد ملک
گر نبودی روی تو می بود در کتم عدم — هم ولی و هم نبی و هم سموات و سمک
مرغ جان ما را نبود پر از صلوات لطف تو — بی شهری تو اینچنین نتوان پریدن بر فلک
نامهای عاصیان است خود را بیت — پس بفرمان تا گناهان پاک کنند از نامه حک

محیی صلوات آن شفیع آن نبی بسیار گو — زانکه داری تو بدی بسیار و نیکوئی تنگ

مونسم یار ست اندر تنگنای گور تنگ — عاشقان در دو جهان یار ابس ست این نام و ننگ

آتش دوزخ بشود از حرارتهای عشق — عاشق سوزان کند در دوزخ از یکدم درنگ

آنچه نور تن بود آیا کو بکوه طور تافت — رفت از و موسی بهوش و پاره پاره گشت سنگ

هیچ دانستی که با یونس درین دریا چه کرد — گو رفیق و مونس او بود در بطن نهنگ

حسن یوسف از کجا بود ست گو دل میبرد — از مسلمانان شهر مصر کفار فرنگ

هست باغ او درخت میوه در وی صد هزار — یکطرف آن میوه ها را چید اندر نیک تنگ

گر جمال حق تعالی آرزو دارد کسی — گو بروآئینه دل را بزن صیقل ز زنگ

مشتری از لطف تو بسیار از قهری تو کم — زانکه هر مردی نباید پیش صف در روز جنگ

چیز دیگر هست با هر روزه در کائنات — آن ببت کمست بنگر اندر آنکس آن تو جنگ

من زبان قال دارم او زبان حال را — از دل مجروح نی بشنو تو لی از مالی چنگ

خورده ام می چشم مخمورم به بین و سر آر — گو خمار باده دارد و باشد او مخمور تنگ

ریخت ساقی جام در باده دهان جان محیی
کم نشد مستی آن می از دل او هیچ رنگ

نامه دارم سیه تر از شب تاریک رنگ — با وجود از تو نیم نومید یارب هیچ رنگ

از سیه رویی محشر یادم آمد نیم شب	روی زرد خویش را کردم باشک سرخ رنگ
یک نظر سوی من قلبی پدید کار من	تا نماند در دل زنگار خورده هیچ زنگ
یارب این بار امانت بس گرانست چون کنم	مر کنیم از حصه برون هیبت و زار سست رنگ
ای مسلمانان بدین کردار گر آیم پدید	بت پرستان از مسلمانان همی دارند ننگ
چون نبینم هیچگه تدبیر خود در کائنات	روی خود میمالم اندر پای ترسا و فرنگ
گر خدا گوید چه آوردی برای ما ز خاک	روی گرد آلود خود بنمایم اندر گور تنگ
صلح کن یارب بمن آمدم که در خاکم [illegible]	یا گدای عاجزی سلطان کجا کردست جنگ
رحمت با غنیست پر نعمت منم طواف او	از جهان باغی تهی بیرون نخواهم برد چنگ
کو بی آنها که نومیدم کنند از رحمت	بر من بیچاره رحمت کن خدایا بی درنگ
ای خدا از لطف خود کن تو سپاری مرا	زانکه پیکان مرید ترا میزنند تیر خدنگ

محیی چون در موسفیدی بدگفت آه و دریغ
نامه دارم سیه تر از شب تاریک رنگ

ردیف لام

تیر او پیوسته میخواهم که آید سوی دل	لیک میترسم شود پیوسته در پهلوی دل
دل من گم گشت اکنون روزگاری شد که غم	گرد کویش در بدر گردد بجست و جوی دل
گلرخان را باید از غنچه وفا آموختن	کو به بلبل تا دم آخر نماید روی گل

گر سگ کویش کند دیوانگی نبود عجب
آتش از غیرت زنم خلوتسرای سینه را

چون دل من همدمش بود و گرفته خوی دل
گر بود آنجا بجز درد تو هم زانوی دل

ای پریرویان دل محیی بدست آرید باز
ورنه تا محشر نخواهد کرد گفت و گوی دل

کی بود آیا که بنمائی جمال با کمال
زنده گردند ماهیان مرده از آب زلال

در قیامت حشر را حاجت به نفخ صور نیست
بگذرد بر گور خلقی مژده بوی وصال

در جهنم خوش توان بودن اگر یکبار تو
در همه عمر آئی و پرسی گوئی چیست حال

ندرین زندان تو با بالی نگشتم من ملول
گر در آن زندان بما باشی کجا باشد ملال

خانه عاشق دلست و در انجنان پرشد ز دوست
کانچه دوست روی بنماید محال

گر سر تیغ تو شود فردوس اعلی تشنه او
گنج اندر خانه عاشق بود امری محال

دون خلقی زحمت بکین سجده ای کیست آن
در تو نام او مگوئی بگذر آتش در خیال

تشنگان لعل دهانند هیچ دانی کیست آن
بر گشته هیچ نه و گشته را باشد وبال

ز سر مینا برای دوست بگذشتی چه سود
سهل باشد در گذشتن از سر یک پیر زال

سایه طوبی او حوض کوثر و باغ بهشت
خوش مقامی باشد اما با جمال ذو الجلال

شود بی جذب مغناطیس وصلش متصل
ذره ذره خاک آدم بعد چندین ماه و سال

عشق و مستی و جنون در طالع ما دیده‌اند
چون ز مادر زاده گشتیم و پدر گشتاو قال

اول و آخر تو ئی و ظاهر و باطن تو ئی
نیست دیگر غیر تو و چیست چندین قیل و قال

تو ز ما و ما ز بوی تو چنین گشتیم مست
ورنه مستی چنین بی می ندارد احتمال

بوی یار آمد بجا آری بباید بوی دوست
در مشام آنکه دارد او بآن یار اتصال

بعد چندین قرن گویند رحمة الله علیه
چون بخواهند خلق شعر محیی صاحب کمال

غلام حلقه بگوش رسول ساداتم
زهی نجات نمودن حبیب و آیاتم

کفایت ست ز روح رسول اولادش
همیشه در دو جهان جمله مهماتم

ز غیر آل نبی حاجتی اگر طلبم
روا مدار یکی از هزار حاجاتم

دلم ز حب محمد پرست و آل مجید
گواه حال منست این همه حکایاتم

چو ذره ذره شود این تنم بخاک لحد
تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم

کمینه خادم خدام خاندان توام
ز خادمی تو و الخ بود مباهاتم

سلام گویم و صلوات با تو هر نفسی
قبول کن بکرم این سلام و صلواتم

گناه بحد من بین تو یا رسول الله
شفاعتی بکن و محو کن خیالاتم

هر که بد تر از و نیست من از و تیرم
ندانم اینکه بتو چون شود ملاقاتم

زنگ و بد ہمہ داند کہ من محمدیم ‌ ‌ ‌ خلائقی کہ کنند گوش بر صفات اثم

بگوئی عجمی کہ بہر نجات می گویند
درود سرور کونین در مناجاتم

انشاس سرخ و روی زرد من گواہ آیت کریم ‌ ‌ ‌ بر کمال عشق دیدار تو باللہ العظیم

بی لقای تو ہوادار تو کی خرم شود ‌ ‌ ‌ در ہوای غرفہ ہای قصر جنات النعیم

آتش عشق ترا ایدوست نتواند نشاند ‌ ‌ ‌ تا ابد در دل اگر شعلہ زند نار جحیم

گر ببند ازی تو بر دوزخ تجلی جمال ‌ ‌ ‌ نیک و بد دارند ست تا ابد باشد مقیم

گر بہ بوی وصل تو باشد قرین وصل تو ‌ ‌ ‌ بعد چندین قرن چون زندہ شود عظم رمیم

با تو عہدی بستہ ایدوست در روز ازل ‌ ‌ ‌ تا ابد خواہیم بودن بر ہمہ عہد قدیم

چار جوی آب و شہد و شیر میشید در بہشت ‌ ‌ ‌ شربت بیمار دیدار تو بنوای حکیم

آب حوض کوثر اندر سایۂ طوبی عطش ‌ ‌ ‌ کی نشاندی گر نبودی از سر کویت نسیم

بر صراط اگر پل دوزخ بود چون نگذرد ‌ ‌ ‌ بیسر و پای کہ رفتہ بر صراط مستقیم

دوست اندر گوش عاشق راز گوید روز وصل ‌ ‌ ‌ نیست اندر خورد گوش ہر کس این در یتیم

در برون پردہ باشد اینہمہ خوف و رجا ‌ ‌ ‌ در درون پردہ رو کانجا امید است و نہ بیم

این گدایان بر در او شیئ اللہ میزنند ‌ ‌ ‌ تا شمارا بخشد آنچہ دارد آن شاہ کریم

دولت دیدار حق محیی چو یابی در بهشت بنود آن در طالع تو باشد از لطف عمیم

چون تمامی عمر نیکی کرد با تو آن کریم از بدی خود چرا ترسی تو آخر ای لئیم

تو یتیمی با تو او هرگز نخواهد کرد قهر زانکه او خود کرد نهی قهر کردن بر یتیم

هر چه میخواهی تو از وی میدهد بیشک ترا دست خالی کی رود سائل ز درگاه کریم

حقتعالی قادرست کو همچو موئی از خمیر خلق عاصی را برآرد سالم از نار جحیم

لطف او بیشک برابر میبود با نیک و بد راست میماند بدان سیبی کی سازندش دو نیم

آنکه رحمان و رحیم ست دوست میدارد ترا پس چه باک از دشمن دیگر ز شیطان الرجیم

او بسوی تخت می خواباندت در گور تنگ می وزاند مر ترا اندر روضهٔ رضوان نسیم

در بهشت خلد زرین خشت داده دت و جها پس خریدار تو چیزی قالب تا هم نفس و بیم

چون زبان لال گردد در سوال گور لال دار دست ثابت قدم فی الحال بر عهد قدیم

دوستیها کرد با تو از ازل تا این زمان در مقام دوستی او کنی باشی مستقیم

نعمت بسیار خواهد دار در عمر ابد
تا به نعمتها کند محیی بجنات النعیم

بی تماشای جمالت روضه را هامون کنم حور عین را از درون قصرها بیرون کنم

حور زیبا را کی خواهیم دادن سه طلاق گر نه رو در نور روی حضرت بیچون کنم

روضهٔ را جلوه ده رضوان که بالله العظیم | ما بیک آهش بسوزیم و ترا مجنون کنیم
آب وار دای بهشتی کوثر و طوبی بود | ما بیکدم کار و بار هر دو را یکسون کنیم
گر نه در فردوس باشد دیدن دیدار دوست | زاویه در زاویه گریم و دیده خون کنیم
ایها العاشق اگر معشوق بردارد نقاب | دیده ما در خور او نیست آیا چون کنیم

محیی با ما دار خود را لی ریاضت تا ترا
چون جنید و بایزید و شبلی و ذوالنون کنیم

گرد لدیهی مباده عاشق که ما ایم | با آنکه دل بجا داور روز و شب قرینیم
گر ما دل تو یابیم تسلیم تو لب ازم | تا وان بیکدل تو صد دل بیافرینیم
نفرین خویش بگو تا گم شود وجودت | چون با تو بعد از آن ما گویای آفرینیم
شیطان هزار فرسنگ از گرد تو گریزد | سی صد نظر چو هر روز اندر دل تو بینیم
گر صد هزار شیطان اندر کمین نشیند | بر تو ظفر نیابد ما همچو در کمینیم
ای بنده توبه آنکه بر تو کنیم رحمت | سوگند خور تو همچو ما نیز بر همینیم

محیی ببر بکلی زین دوستان فانی
پیوند خود بما کن ما یار راستینیم

ما بجنت از برای کار دیگر می رویم | نی تفرج کردن طوبی و کوثر میرویم

مقصد ما حسن یوسف باشد اندر شهر مصر
مانه در مصر از برای قند و شکر میرویم

اندران خلوت که در وی ره نیابد جبرئیل
بی سر و پا با نبی چون دوست اکثر میرویم

سنگریزه زاهدان خشک از تر دامنی
ما بر خورشید خود با دامن تر میرویم

پارسا گوید بکوی ما بیا شو نام نیک
ما در ان کوچه خدا دانا ست کمتر میرویم

بار دنیا کو قلندر خانه عشق خداست
سوی حقیقی عاشق و مست و قلندر میرویم

شیخ ما عشق است و ما پی در پی او تا ابد
بی عصا و خرقه و کچکول و لنگر میرویم

زهره ما را صبر از قهر ما با نیکوی
ما اگر نیکیم و گر بد هم بدان در میرویم

بر کفن ما را تو ای عشاق بوی خوش مسا
ما بگور از بهر آن دلبر معطر میرویم

دولت دیدار میخواهیم در جنات عدن
تا نه آنجا از برای زیور و زر میرویم

[illegible]

محیی ما را چو کوه افسرده می بینی ولی
ما بسر چون ابر خوش بی پا و بی سر میرویم

[illegible]

باز کشتم لشکر و تا به فلک بر روم
قلعه رو خانیان گیرم و بر تر میرم

من ملک مقبلم لیک درین منزلم
صف در بس پرد علم جانب لشکر روم

کشور دنیا و دین دارم و زیر نگین
چند نشینم چنین جانب لشکر روم

هر نفسی از علا میرسد این صلا
دارم هم وزین بلا بر در دلبر روم

پیر خرابات جان گر گشدم موکشان ... بنده کجا لی بیا پیش شه از سر روم

[illegible]

قبلهٔ حاجات دل کوی خرابات ما

وقت مناجات دل مخفی بر اندرروم

[illegible]

زان بیوفائی سنگدل جور و جفا میبایدم ... از کس نمیخواهم وفا زان بیوفا میبایدم

من مرغ آتش خواره ام با دانه و دامم چه کار ... آخر کجا بی دانه و در گور جا می بایدم

دلهای مردم باد خوش از شادی عشق و آبرو ... من خو بمحنت کرده ام درد و بلا می بایدم

پیراهن یوسف اگر بوی بجنبد فارغم ... مژده بسوی دل از آن بند قبا میبایدم

سینه بسی تنگست دل از غیر میسازم تهی ... مهمان غم آمد مرا در جان سرا میبایدم

بیگانه ام با مردمان وز خویشتن بیگانه تر ... تا چند این بیگانگی دل آشنا می بایدم

[illegible]

مخفی بسی لذت بود در عشق ورزیدن ولی

هجران مرا مشکل بود صبر و رضا میبایدم

[illegible]

خوش آن عمر که من جمعی برابر پهلوی تو می دیدم ... تو سوی خلق میدیدی و من سوی تو میدیدم

نمیدانم مرا آمد زمانی باشد از بدخو ... که آن حالت نمی بینم که از خوی تو میدیدم

اگر در باغ رضوان خویش را بینم چنان نبود ... که شب در باغ خود را بر سر کوی تو میدیدم

فدایت [illegible] [illegible] جانم [illegible] هست بیش از آن ... که صد دشنام می دادی چو بر روی تو میدیدم

عجب نبود اگر عاشق خود سر گران بودی — که صید بسته با هر موی گیسوی تو میدیدم

بیادم آمد ای محیی که چون بر خاک افتادی
بهر جا سایهٔ افتاده از بوی تو میدیدم

هرگز مباد آنکه بهشت آرزو کنم — خود را بهیچ بهر چه بی آبرو کنم

چندین هزار جان گرامی شود بباد — گر من حدیث طرهٔ او مو بمو کنم

چون دست من بجام مرصع نمیرسد — قلاش وار دُردی ازو آرزو کنم

آن سال و مه مباد که بی ماهرو بتو — یک لحظه زندگانی خود آرزو کنم

خود را بدار برکشم از دست جور او — وز آه جان گداز رسن در گلو کنم

محیی اگر بکعبه کنم روی در نماز
شرمم شود که روی دگر سوی او کنم

بخود مشغول میگردم که از خود یار میجویم — گهی در دل گهی در سینه اوگار می جویم

دمی کو ست مینشیم تا نگردد هیچکس آگه — همیگویم نشان نقش از در و دیوار میجویم

بهمین در سر چه دارم زهی فکر محال من — ره و رسم وفا زان کافر خونخوار میجویم

ترا از من همی جستند مردم پیش زین اکنون — همیگردم بهر جانب ترا اغیار میجویم

ببوی تو دل صد پارهٔ من ماند در بستان — کنون هر پارهٔ آن از سر هر خار میجویم

چنان تند گشتی محیی که گردد دم شود غایب
همان ساعت نشان او زپای وار میجویم

ای خوش آن روزیکه در دل مهر یاری داشتم
سینهٔ پر سوز چشم اشکباری داشتم

یاد باد آنکه فارغ بودم از باغ و بهار
در کنار از اشک گلگون لاله زاری داشتم

کور باد ادیده بختم خوش آن روزیکه من
دیدهٔ بر راه سمند شهسواری داشتم

باز رو گردانی از من چون بیایم سوی تو
آخر ای پیمان شکن باتو قراری داشتم

شکر گر ناله برون شد از دلم یکبارگی
گرهم از خوف خطر خاطر گذاری داشتم

نا امیدی کردی از خود ای خوش آن روزیکه من
آرزوی بوس و امید کناری داشتم

گر کسی پرسد چه میکردی تو محیی در جواب
گویم آنجا باکسی یک لحظه کاری داشتم

دو چشم از بهر آن خواهم که در رخسار او بینم
وگر آن دولتم نبود در و دیوار او بینم

کند جان در تنم آمد شد صیاد در چشمم
چو بالای بلند و شیوهٔ رفتار او بینم

نخواهم دیدهٔ روشن که بر غیری فتد ناگه
همان بهتر که از نور رخش دیدار او بینم

چو مجنون آهوی صحرا ازان دوست میدارم
که باوی حالت نرگس و بیمار او بینم

زرشک آنکه خواند از سگان کوی خود محیی
همه کس سنگ کین بر کف پی آزار او بینم

بخواب مرگ خواهد شد مگر ای بخت بیدارم
که من او را ز در خشم امشب ز عمر خویش بیزارم

خلاف مست اینکه میگویند باشد آرزو در دل
مراد دل بر دبد خواهی و چندین آرزو دارم

نه آخر عاشقان یا رب زخوبان رحمتی بینید
تو هم رحمی بکن با من که در عشقت گرفتارم

بروز وعده از هر جا که آوازی در آید
زشادی بر جهم از جا که باز آمد ز در یارم

بیاد مجلس عیش تو برگ عشرتم این بس
که افتد لخت لختی خون دل از چشم خونبارم

چه حالت اینکه هرگز وعده وصلش رسد محیی
همان دم مانعی پیش آید از بخت نگون سارم

بغیر از سایه در کویت کسی محرم نمی یابم
کنون کز درد و غم سیه شد آنچنان که با هم نمی یابم

چو مجنون آهوی صحرا از آن رو دست سیارم
که بوی مردمی از مردم عالم نمی یابم

بروای ماتمی شیون برارباب عشرت کن
که غیر از لذت شادی این از ماتم نمی یابم

مگر آن مایه شادی بود غمگین که بی موجب
دل شوریده خود را دگر خرم نمی یابم

مرا جدی شکایت نیست لیکن اینقدر گویم
که از تو حالتی دیدم و این هم نمی یابم

ندانم عشق من گم گشته باشد بخودی افزون
که آن خوشوقتی اول ز درد غم نمی یابم

منم عاشق مراد از ریش باید ریش نی مرهم
که ذوقی کز جراحت بینم از مرهم نمی یابم

ما گر در عاشقی محیی کم از فرهاد و مجنون است
اگر زو نشان نباشد بیش باری کم نمی یابم

بحمد الله گنهگارم که شرح آن توان دادن
خداوندا برحمی من نیاری وقت جان دادن

خداوندا امر التبان شیطان و هوای نفس
چه حاصل نامرادی را بدست دشمنان دادن

دم آخر من ایمان را بتو خواهم سپرد از دل
که کار نیست هرگز از غارت شیطان امان دادن

خدایا دوستان را چون بفضل خود کنی مهمان
سگان کوی خود آدم توان یک استخوان دادن

بیا مرزا آخر عمرم که از لطف و کرم باشد
که در آخر دمی آب بلب تشنگان دادن

سر خاکم گواهی ده به نیکو کز نکوئیهاست
پس از مردن به نیکوئی گواهی بر بدان دادن

ببخشا بر من ای جان نبی شفاعت کردن نیکان
که بی منت ترا شاید مراد بندگان دادن

نمی بینم ترا از تو همی بینم من عاصی
خلاصی از عذاب این جهان و آن جهان دادن

ازان بر کنده ام دل را ز هر چه غیر تست ایدوست
که جان را وقت جان دادن بسالی توان دادن

منم مفلس تو ای خالق و وعده کرده یارب
که خواهم گنج رحمت را بدست مفلسان دادن

بقعر دوزخم جا ده بخندان گر گنه باالله
من بدرا و نعیمت جا در صد جنان دادن

غذای محیی در دنیا بجز خون جگر نبود
که دارد ضعف دل او را کباب خونچکان دادن

کاسه سر شد سفال و دیده گریان همان
تن بکویت خاک گشته ناله و افغان همان

دل نماند ز آتشی در جان شیر نیم سوز
جامه جان چاک گشته و اشک و در دامان همان

آب شد در چشمه و هم سنگ شد در کوه آب
خوی عاشق همچنان و دل سختی خوبان همان

کافران آتش پرستی رفت و آتش را نشاند / بت پرستی من و سوز دل بریان همان

گر ترا نسبت کنم با مهر و مه باشد خطا / چون تو افزونی ز مهر و از مه تابان همان

گل ز بستان رفت و بلبل از فغان خاموش شد / عاشق روی تو همان و ناله و افغان همان

دل ز جور او خراب و او ز حالش بی خبر / مملکت ویران شد و بی مغزی سلطان همان

به نخواهد گشت عالم زانکه گر گریم بسی / بخت من باشد همان و بدحری دوران همان

هر زمانش شربتی دیگر مفرما ای طبیب / چونکه باشد محیی انگار را درمان همان

مجالی کی بود با تو حدیث خویشتن گفتن / که پیش چون تو بدخویی نمی آرم سخن گفتن

زبانی خلوتی خواهم که گویم حال خود با تو / که نتوان شرح حال خویشتن در انجمن گفتن

قد و روی ترا چون هر کسی سرو و سمن گوید / توان غیار رخش و کویت به از سرو و سمن گفتن

بجان کندن بنادانی سخن گویند از و با من / که از شیرین حکایت خوشتر بود با کوهکن گفتن

نباید گشت با بید رو هرگز وصف حسن تو / که بیجا اصل بود بسیار از گل با زغن گفتن

غم تو از دل محیی نخواهد شد به آسانی / که نتوان با تقید بی جهت ترک وطن گفتن

منکه هستم زنده دور از دلربای خویشتن / گر برفتم میکشد باشد بجای خویشتن

نی مرا در خانهٔ کس راه و نی در مسکنی | میتوانم بود یکدم در سرای خویشتن

ای که می نالی ز عشق یار جور روزگار | سوی من می بین مکن شکر خدای خویشتن

گر ز عشق افزون بود دردی پایان من | فکر میکردم بجان کند هوای خویشتن

تا نهادم بر سر کویت قدم بی اختیار | توتیای دیده سازم خاکپای خویشتن

بسکه زاری میکنم بیهوش گردم هر زمان | باز می آیم بهوش از نالهای خویشتن

غیر محیی کو خود از بهر تو خواهد در جهان
هر که میخواهد ترا خواهد برای خویشتن

گر تو طلبی داری بیداری شبها کو | یا ذکر خدا بودن در خلوت تنها کو

آن دوست ز هر ذره خود را به شما بنمود | در مشرق و مغرب یک دیدهٔ بینا کو

هر چیز کز و هستی بهر تو مهیا کرد | تو هیچ نمیگویی کان خالق اشیا کو

بسیار گنه کردی از حق تو نترسیدی | از ترس عذاب حق نالیدن شبها کو

چون گویی یا الله گویم به تو لبیک | این بنده نوازیها جز حضرت ما را کو

بر خود و نکردی رحم من بر تو کنم رحمت | دستگیر گنهکاران غیر از کرم ما کو

بیننده و شنونده جز من کسی دیگر نه | بی سمع و لبصر چون من بیننده و شنوا کو

من اول من آخر من ظاهر من باطن | جمله منم و جز من یک ذره تو بنما کو

از غایت پیدای پنهان بود این عالم — پیدای چنان پنهان بنگر که تو آیا کو
ذات و صفت اسم چون خلق نظاهر کرد — هر کون اید بنگر کان مظهر اشیا کو

ای دوست محیی الدین میگفت که ای عاشق
گر تو طلبی داری بیداری شبها کو

ندارم گرچه آن دیده که بینیم در جمال تو — نیم نومید چون عمرم گذشت اندر خیال تو
تو جنت را به نیکان ده من بدار اید دوزخ — که بس باشد مرا آنجا تمنای وصال تو
من دیوانه در دوزخ بزنجیر تو خوش باشم — اگر یکبار پرسی تو که مجنون چیست حال تو
چو بوی عشق تو آید ز مغز استخوان من — بسوز اندر مرا آتش ز عشق آن جمال تو
تو شربتهای جنت را بما تا کی دهی رضوان — نشد کم تشنگی ما را از آب این زلال تو
میارای همی حور عین که سرمستان آنحضرت — جمال حق همی بینند ز زلف خط و خال تو
مگر پرده بیندازی ز پیش چشم مشتاقان — وگرنه کی توان دیدن جمال با کمال تو
بمالک گوییم ای مالک چنان الله خواهم گفت — که از الله من سوزد جهنم بد سگال تو
جگرهای کباب ما نگردد تا ابد سیراب — مگر ساقی شود ما را خدای ذو الجلال تو
بدوزخ گر ز من پرسی که چون نعیمی در آتش — شوم من تا ابد مست و کنم رقص از سوال تو

افسر شاهی نخواهم خاک پای یار کو — بال کو نشکن هما آن سایه دیوار کو

سرو را گیرم که دارد با قد او نسبتی — آن گل رخساره و آن شیوه رفتار کو

در همان گیرم که گل بار آرد و جنبد ز باد — آن تبسم کردن آن شیرین لب و گفتار کو

دیدهٔ آهو اگرچه دلفریب آمد ولے — آن کرشمه کردن و آن غمزهٔ خونخوار کو

وصل او دشوار بی او زندگی دشوارتر — مردن بی زخم هم ننگست پای دار کو

ای خوش آن عاشق که عشق خویش تنها شد زیار — وصل و هجر آنجا نگنجد یار کو اغیار کو

جان فدایت که آوردی خبر زان تندخو
باز پرسید از رقیبان محیی افگار کو

من کیم رسوای شهر و عاشق دیوانهٔ — آشنا با هر غمی و ز خویشتن بیگانهٔ

هم شوم شاد از غمش گر در دلم منزل گرفت — هم شوم غمگین که او جا کرد در ویرانهٔ

ترک شهر آشوب من در کشوری منزل نکرد — تا نکرد اول غمش صد رخنه در هر خانهٔ

گه گیاه درد روید از دلم گه خار غم — من بحیرت کین همه گل چون دمد از دانهٔ

میخورم خون دل و خود را بمستی ندهم — تا کنم گستاخ بنشین نالهٔ مستانهٔ

گفته محیی که باشد تا دم از عشقم زند
در طلب فرزانهٔ و در عاشقی مردانهٔ

ردیف ی

بگو ای این دل سنگین کشته جور و جفا تا کی — کجا ای لذت شادی و غم درد و بلا تا کی

شدم بیگانه از خویش و نگشت آشنا با من
کند بیگانگی چندین بمن آن آشنا تا کی

بمن قصد همچو من در ره فتاده از برای تو
ز حد بگذشت مشتاقی نیایی سوی من تا کی

دلم طاقت بکی آرد تو هم انصاف پیش آور
ز تو جور و جفا چندین ز من مهر و وفا تا کی

بروای جان از آن گلزار بوی سوی من آور
کشیدن منت بسیار از باد صبا تا کی

کشا نید قبا با من بیا سایم ز غم خود
گره در دل مرا باشد از آن بند قبا تا کی

گر او را کشتنی باشد بکش ورنه کن آزادش
بود در دست تو محیی اسیر و مبتلا تا کی

گر دل غم پرور ما غمگساری داشتی
با بلا خوش بودی و در غم قراری داشتی

نام مجنون در جهان هرگز نبودی اینچنین
گر چنان بودی که چون من یادگاری داشتی

هر دو عالم را ز یک پرتو سراسر سوختی
آفتاب از آتش من گر شراری داشتی

گل چرا غرق عرق گشتی ز خجلت پیشوا
گر نه آن بودی که از رشک تو خاری داشتی

نسبتی میداشت با من شمع در سوز و گداز
گر دل بریان و چشم اشکباری داشتی

یار محیی گر نبودی رنج میان مردمان
ترک یاری خویش کردی هر که یاری داشتی

بیوفا یاری چنین تا کی جفا کاری کنی
نیست وقت آنکه یک چندی وفاداری کنی

این چه قسمت باشد ای بی رحم انصافی بده / بر من مسکین ستم با دیگران یاری کنی

با وجود مردم دیگر نمی دانم چرا / میل دایم جانب زندان بازاری کنی

وقت آن آمد که دست بر دل آزارم نهی / خون شد از دست تو دل تا چند خونخواری کنی

خانهٔ دل گر فرو ریزد ز یاد روی تست / سهل باشد هر عمارت کش تو سرداری کنی

شیون و زاری مکن محیی دگر کان سنگدل / جور افزون میکند هر چند تو زاری کنی

اینکه سر بر تن بود بر دار بودی کاشکی / وین بدن خاشاک راه یار بودی کاشکی

تا صبا خاکم ببردی از سر کوی حبیب / خاک من خشتی از آن دیوار بودی کاشکی

چون تو گاهی میکنی پرسش مریض خویش را / دایما چون دل تنم بیمار بودی کاشکی

بسکه بیداد تو افزون میشود گویند خلق / جور امثال تو هم چون یار بودی کاشکی

با وجود از جور بسیار تو گریم هر زمان / اینک باشد اندکی بسیار بودی کاشکی

چون نتوانی که همچون گل جدا گردی ز خار / محیی افگار تو آن خار بودی کاشکی

بر درون آ شهسوار من تعلل بیش از این تا کی / ز حد بگذشت مشتاقی تحمل بیش از این تا کی

تو حال من همیدانی و میدانم که میدانی / چه خود را دور میگیری تغافل بیش از این تا کی

کشتیدن در دسر چندین ز بلبل مثل ازین تا کی		بطرف گلستان بگره در آو قدر گل نشکن

اگر میل غزا داری بیا و قتل محیی کن
بکار آنچنین نیکو تامل مثل ازین تا کی

تمت

خاتمة الطبع

سبحانہٗ ما اعظم شانہٗ درین زمان سعادت اقتران و ہنگام میمنت فرجام دیوان کرامت بنیان من تصنیفات کرامت آیات مہر منیر سمای عرفان غواص محیط زخار ایقان سیاح صحاری تجرید سباح بحور تفرید صاعد مصاعد طریقت احمدی سالک مسالک حقیقت سرمدی عارف رموز یزدانی مقبول و محبوب سبحانی سرگروہ اولیاء اللہ مقتدای کاملین حق آگاہ فرزند رسول جگر گوشہ بتول پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم میران محیی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بہ نہایت حسن کتابت از اہتمام بلیغ و سعی فراوان در مطبع اقبال مطلع عالیجناب معلی القاب منشی نول کشور صاحب سی آئی ای واقع کانپور بار ششم در ماہ اکتوبر ۱۸۹۵ء حلیۂ انطباع در برکشید

بحمد صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان
کتاب لاجواب مجمع دُرر بحر طریقت مطلع مهر سپهر حقیقت یعنی
دیوان حضرت خواجه معین الدین چشتی رحمة الله علیه
به تصحیح تمام و سعی مالاکلام تیمّناً و تبرکاً برای افادهٔ انام
در مطبع نامی منشی نولکشور واقع کانپور مزین به طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الالف

ربود جان و دلم را جمال نام خدا — نواخت تشنہ لبان را زلال نام خدا

وصال حق طلبی ہمنشین نامش باش — بہ بین وصال خدا در وصال نام خدا

میان اسم و مسمی چو فرق نیست ببین — تو در تجلی اسما کمال نام خدا

یقین بدان کہ تو با حق نشستۂ شب و روز — چو ہمنشین تو باشد خیال نام خدا

ترا سزد طیران در فضای عالم قدس — بشرط آنکہ بہ پری ببال نام خدا

چو نام او شنوم گر بود مرا صد جان — فدای اوست بعز و جلال نام خدا

معین ز گفتن نامش ملول کی گردد — کہ از خداست ملالت ملال نام خدا

غزل

ما طلبگار توایم و تو گریزانی ز ما
ما بسویت مقبل و تو روی گردانی ز ما

ما برون از شش جهت و ز صد جهت پایان تو
چند خود را هر طرف مشغول گردانی ز ما

هر کجا خواهی شدن ما با تو هم ای بیخبر
مائی ما نیستیم از تو گر توئی مانی ز ما

ما چو بحر و تو چو ابری بار ما کش غم مخور
باغ را خندان کنی گر چند گریانی ز ما

گفتمش تا چند در پرده نهان خواهی شدن
وقت آن آمد که دیگر رو نپوشانی ز ما

گفت من بی پرده ام گر پرده بینی آن توئی
تا تو هستی در هزاران پرده پنهانی ز ما

چون توئی با هستی حقیقی چند نام این و آن
این وجود عارضی باشد که بستانی ز ما

گفته چشم ز مرآتیکه ظاهر شد معین
من چه گویم کز که شد چون خود همیدانی ز ما

غزل

دلا بحلقهٔ رندان بزم عشق درآ
که جرعهٔ ز شراب بقا دهند ترا

بیاد هر دو جهان را بششدر انداز
درین قمار بیکباد هر چه هست درآ

اگر بقا طلبی اول فنا باید
که تا فنا نشوی ره نمی بری ببقا

تو باز شاهی و از دست شاه پریدے
بغیر شاه مکن میل و سوی شه باز آ

ز ظلمت بشریت چو بگذری برسی
ازین حضیض و ناسوت بر اوج او ادنیٰ

براق عشق برانیو صد قدم طی کرد　　تو هم مضائقه بگذار و یک قدم پیش آ

تو چند در طلب یار در بدر گردی　　به خود نگر که تویی مظهر همه اسما

باین مبین که تو خاکی و خاک تیره بود　　باین نگر که تو آئینهٔ جمال نماء

سحاب عشق چو باران شوق میبارد　　عجب مدار اگر از خاک بشگفد گلها

نقاب هستی خود را تو از میان بردار　　دگر ببین که جمال که میشود پیدا

بگیر مصقلهٔ عشق و زنگ تن بزدای　　ببین در آئینهٔ جان جمال جانان را

بکوش تا که ز چشمت غبار برخیزد　　که تا معاینه بینی ظهور نور خدا

اگر تجلی نور قدم همی خواهی　　معین نقاب حدوث از جمال خود بکشا

غزل

هر که روزی یک قدم برداشت اندر راه ما　　عاقبت ره برد سوی بزم عشرتگاه ما

آفتاب از اوج عزت رخ نهد بر خاک پاش　　هر که بر رویش نشیند گرد از درگاه ما

برکند اسپ همت بر فراز نه سپهر　　هر گدائی کو نهد رخ بر بساط شاه ما

یک نشان با من بگوی از رهروان راه عشق　　تا مگر باشد براه آید دل گمراه ما

پردهٔ هستی اگر سوزی بنار لا اله　　آن زمان بی پرده بینی نور الا الله ما

جان برافشاندن بیادش از خدا میخواست دل　　شد بحمد الله میسر عاقبت دلخواه ما

بر دلِ غافل کجا تابد فروغ مهر دوست — مهبطِ آن نور نبود جز دلِ آگاه ما

من ازان ترسم که سوزد بالهای قدسیان — شعله گر بر فلک تابد ز سوز آهِ ما

در شبستان بدن نور رخش مطلب معین — عالمِ جان بین منور از فروغِ ماهِ ما

غزل

ز پیش خویش برافگن نقاب دعوی را — ببین بکسوتِ صورت جمال معنی را

بزن بسنگ ملامت زجاجهٔ ناموس — بکوی عشق بریز آب روی تقوی را

چو هشت باغ جنان خوشهٔ ز خرمن ماست — به نیم جو نه خرم کشت زار دنیا را

بحقِ او که بگویند چشم نگشایم — که تا نخست نه بینم جمال مولی را

ز برگ برگ درختِ وجود خوش شنودم — رموز عشق که گفت آندرخت موسی را

اگر ز آتشِ عشقت بسوختم چه عجب — که کوه تاب نیاورد یک تجلی را

معین بچشم خرد حسن دوست ننماید — به بین بدیدهٔ مجنون جمال لیلی را

ردیف الباء

ای ز شرم روی ماهت در عرق غرق آفتاب — وز فروغِ ماه رخسار تو مه اندر نقاب

آفتاب از خاک راهت یافت حشمت لاجرم — در فضای آسمان زد خیمهٔ زرین طناب

گر ز انوار رخت یک شعله تابد بر فلک — از حیا مستور گردد آفتاب اندر نقاب

نور حقیقت آن مجسم گشته در ذات نبی
همچو نور ماه کز خورشید کردست اکتساب

نقره خنگ چرخ را از مه کشد زرین لگام
در شب اسرا چو آرد پای همت در رکاب

از فلک بگذر که فوق العرش منزلگاه اوست
چون کند عزم سفر آن خواجهٔ عالیجناب

سرِ ما اوحی نگنجد در ضمیر جبرئیل
کشف اسرار لدنی کی کند ام الکتاب

در مقام لی مع الله از کمال اتصال
از خدا نبود جدا همچون شعاع از آفتاب

از محمد دیده باید فرض کردن در بهشت
چونکه بیرون آید انوار تجلی از حساب

یا رسول الله شفاعت از تو میدارم امید
با وجود صد هزاران جرم در روز حساب

اندران روزیکه بهر انتقام عاصیان
آتش دوزخ برافروزند علم از التهاب

در خیال من نمی گنجد تمنای بهشت
دارم از فضلت امید رستگاری از عذاب

هرچه خواهی با معینی بیش بر از مهر و لطف
لیکن از درگه مران والله اعلم بالصواب

غزل

بگوش جان من آمد ندای عالم غیب
ز خوان وصل شنیدم صلای عالم غیب

بباغ قدس تماشا خوشست اگر خواهی
بر آن منظرهٔ دلکشای عالم غیب

بحر قلزم وحدت کنید شنا ورزی
ولیکه گشت بجان آشنای عالم غیب

دلا ز مطلع غیبی بتافت نور ظهور
گرفت کون و مکان را ضیای عالم غیب

جمال شاهد جان بین ورای پردهٔ خاک
چنانکه نور خدا از ورای عالم غیب

مشام روح مروح کن از روائح قدس
ز نفحهٔ نفس عطرسائی عالم غیب

ندای عالم غیب از ره حق نمیشنوی
شنو ز لفظ پیمبر صدای عالم غیب

ترا بحضرت عزت همی نماید راه
محمد عربی رهنمائی عالم غیب

بر اوج طارم قدس آمد از نشیمن خاک
نهاد بزم طرب در فضای عالم غیب

نشست بر پر جبریل و بال اسرافیل
که تا رسید بخلوت سرای عالم غیب

چه شد ندیم سراپرده گفت جبریلش
که هین بگوی محمد ثنائی عالم غیب

چو او نمود بعجز اعتراف لا احصی
ثناش گفت بقرآن خدائی عالم غیب

زدود جام دل از صیقل محبت پاک
بدید نور خدا در صفائی عالم غیب

عروج نیست میسر براوج او ادنی
مگر به پیروی مقتدای عالم غیب

ز شاخ سدره بر آرد صفیر نغمهٔ عشق
چو بلبلیکه بود خوش نوای عالم غیب

معین چو طائر قدس از قفس برون پرد
گهی که در سرش افتد هوائی عالم غیب

غزل

خزینهاست مرا پر ز نقد علم و ادب
کجاست آه سحرگاه و نالهٔ دل شب

مباش تشنه لب اندر بوادئ عصیان
که بحر رحمت ما موج میزند بر لب

ظهور نور ربوبیت از برای تو شد
از آن زمان که ترا گفته ام الست بربّ

تو بندهٔ من و من ربّ تو بحشر بس است
ز مادر و پدرت چون کنیم قطع نسب

هزار دام کشادم که کرده ام صیدت
گرت کنون بربایم ز دام خود چه عجب

هزار بار جواب تو گفته ام لبیک
بدان امید که یکبار گوئیم یارب

نظر به رحمت ما کن مخور فریب عمل
چو شد پدید مسبب معطل است سبب

جمال ذات بحسن صفت بیارایم
حجاب برفگنم پس بگو همیت فارغب

مرا مجو که نیابی بباغ عالم قدس
درون سینهٔ سوزان عاصیان طلب

بوقت درد و طلب لطفهای من دیدی
قیاس کن که چه بینی بوقت عیش و طرب

معین نام و نشان درگذر که در ره عشق
غلامی سگ کویش ترا بس است لقب

ردیف التاء

عالم نمی از رشحهٔ بحر کرم اوست
آدم کف خاکی ز غبار قدم اوست

آدم شده بیدار و هنوز او بشکر خواب
شاباش وجودی که طفیل عدم اوست

عیسی که چو خورشید زند خیمه بر افلاک
در آرزوی سایهٔ عالی علم اوست

دُر در شکم بحر نهانست و دل او
دُر نیست که صد بحر نهان در شکم اوست

هر بنده که دارد خط آزادی دوزخ
آن بنده غلام وی همی آن خط رقم اوست

شادی جهان کرد فدای غمِ امت
دانست که شادی جهانی به غم اوست

چون دید که نیکی و توکم بود بدی بیش
زین واسطه دائم که غمِ بیش و کم اوست

جانم که طپد هر نفس از بهر وصالش
موقوف بر آن آمدن دم بدم اوست

داریم امیدی که بپرسند بمحشر
تقصیر معینی که بنا بر کرم اوست

غزل

تو ئی که جز تو ترا خود حجاب دیگر نیست
بغیر نور رخت را نقاب دیگر نیست

تو ئی معرف خود لاجرم بدیهی گشت
که در تصور تو اکتساب دیگر نیست

رموز عشق ز لوح دلم مطالعه کن
که حل نکتهٔ عشق از کتاب دیگر نیست

شهود حق طلبی از وجود خود بگذر
که جز وجودِ تو او را حجاب دیگر نیست

ز قشر تن بگذر در لباب جان بنگر
در آن لباب عجب گر کتاب دیگر نیست

بمرد زاهد ما در خمار خمر بهشت
گمان برد که جز آن می شراب دیگر نیست

چو محو تست معین نام او چه می پرسی
که جز خموشیش اکنون جواب دیگر نیست

غزل

اینچه نورست که بر کون و مکان تافته است
نورِ عشقست که از مطلعِ جان تافته است

عشق مانند هما نیست که از اوج شرف
سایهٔ دولت او بر دو جهان تافته است

تو در روان دل و بوی تو ز خود می شنوم　　نکهت عطر تو بر غالیه دان تافته است

بهر نادیدن خفاش نگردد پنهان　　آفتابیکه ز هر ذره عیان تافته است

خواست خیاط قضا خلعت خاص دوزد　　رشتهٔ ما و ترا بر جسم ازان تافته است

عکس رخسار تو در دیدهٔ گریان منست　　همچو خورشید که در آب روان تافته است

شعله زد آتش دل از نفس سوزانم　　آه ازین سوز که بر کام و زبان تافته است

بر سر راه طلب عاقبت آریم بکف　　دولتی را که ز عشاق تافته است

بزم خاص است معین بادهٔ وحدت پیش آر　　هان که مستی تو بر مجلسیان تافته است

غزل

چشم بکشای که آفاق پر از نور خداست　　خالی از نور خدا در همه آفاق کجاست

معنی کز نظر خلق نهان بود مدام　　نیک بنگر که نمودار ازین صورت ماست

آنجا لیکه نظر نیز دران محرم نیست　　همچو خورشید در این آئینهٔ ما پیداست

گفتمش چند بود حسن تو پنهان گفته　　حسن پیداست ولی دیدهٔ بیننده کراست

سبک از خود و از هر طرفی بهره مجوی　　که گشتیها همه در جاذبهٔ کاه رباست

طبل عشقست که در کون و مکان میکوبند　　پنبه از گوش برون کن بشنو کین چه صداست

شد معین با تو یگانه بگه وحدت محرم　　تا که از هستی و از نیستی خویشتن جداست

غزل

مستم امروز از آن باده که جام دلست — تا ابد چاشنی عشق تو در کام دلست

تشنگی دل از آن نیست که یابد تسکین — که همه جوی بهشت است که یک جام دلست

تن پرستی ست که میلش به نعیم دو جهانست — جام دیدار خدا وعدهٔ انعام دلست

اضطراب دلم آرام نگیرد به بهشت — دیدن روی دلارام من آرام دلست

میرود هر نفس از دل بخدا پیک دعا — قدسیان را به فلک گوش که پیغام دلست

چون دل از عالم پاک آمده در کشور خاک — هم بآنجا رود آخر که سرانجام دلست

از تو تا دوست گر از عرش بود تا ثری — از کم و بیش میندیش که یک گام دلست

سرکشی چون کند آن تن که دلش گشت سوار — توبه بین نفس جموح است ولی رام دلست

ظلمت غار بدن گشته حجابت ورنه — تابش نور خدا بر در و بر بام دلست

طائر عشق که از کون و مکان آزادست — مرغ زیرک صفت آویخته در دام دلست

خطبهٔ سلطنت و سکهٔ دولت که زدند — تاجداران ملائک همه بر نام دلست

نکتهٔ عشق که بر لوح بیان ثبت نیست — بر معینی همه معلوم به اعلام دلست

غزل

آتشی افروخت عشق و جسم و جان من بسوخت — گفتم آهی بر کشم کام و زبان من بسوخت

آتش دوزخ ندارد تابش روز فراق — آه ازین آتش که پیدا و نهان من بسوخت

نار دوزخ گرچه سوزد پوستهای عاصیان — آتش هجر آتش مغز استخوان من بسوخت

نعمت هر دو جهان با عافیت میخواست دل — آتش عشق آمد و هر دو جهان من بسوخت

دنیا و عقبی برفت و عشق مولی ماند و بس — سطوت نور تجلی این و آن من بسوخت

اهل عقبی سود برد و طالب دنیا زیان — گرمی بازار او سود و زیان من بسوخت

تشنهٔ دیدار یارم در بیابان طلب — کاتش این تشنگی روح و روان من بسوخت

چون نشان بنیشانی در ره گمنامی ست — برق استغنا از ان نام و نشان من بسوخت

چونکه در مرآت جان دیدار جانان شد عیان — ظلمت تن در ظهور نور جان من بسوخت

صد هزاران پرده بود اندر میان ما دو دوست — جمله از یک شعلهٔ آه و فغان من بسوخت

گر معینی پیش ازین گفتی ز حسنش شمهٔ — این زمان نور رخش شرح و بیان من بسوخت

غزل

آتشی آمد پدید و جسم و جان یکسر بسوخت — دل درون سینه ام چون عود در مجمر بسوخت

سوخت جسم و جانم ای محرم خدا را باز پرس — کین چه آتش بود کز وی جمله بحر و بر بسوخت

انچه آتش بود کامد حاصل از مقدار غیب — کین هما عقل را در اوج فکرت پر بسوخت

اخگری بود پنهان زیر خاشاک وجود — عاقبت یکشعله زد مجموع خشک و تر بسوخت

من ز دیده ریختم آبیکه بنشیند علم	اشک خون آلود بود و آتشم بهتر بسوخت
خواستم آهی زنم شاید که سوزم کم شود	در تنم آتش فتاد و بر فلک اختر بسوخت
خلق گویندم معین این رمز بر منبر بگوی	آه کین آتش هزاران واعظ و منبر بسوخت

غزل

کسیکه عاشق و معشوق خویشتن همه اوست	حریف خلوت و ساقی انجمن همه اوست
اگر بدیدهٔ تحقیق بنگری دانی	که ناظر دل و منظور جان و تن همه اوست
چو اندر آئینهٔ دل فتاد عکس رخش	چنان نمود که در جسم و جان من همه اوست
اگر تو خرقهٔ هستی خویش پاره کنی	نظر کنی که درین زیر پیرهن همه اوست
ز جام عشق نه منصور بیخود آمد و بس	که دار نیز همیگفت با رسن همه اوست
که بردر بجود قرین ساخت با اُوَیسِ قَرَن	سوئی مدینه که آورد از قرن همه اوست
رموز عشق کند آشکارو نشد لشید	چو دل بدید که در سر و در علن همه اوست
مگو که کثرت اشیا نقیض وحدت تست	تو در حقیقت اشیا نظر فگن همه اوست
تعینست گر از اعتبار ما و منست	ز اعتبار گذر کن که ما و من همه اوست
چه نالی که نهد بر دهان نی لب خویش	نهاده بر دهن عاشقان دهن همه اوست
چه جامی باده و جام و کدام ساقی مست	خموش باش معینی و دم مزن همه اوست

غزل

یارب اینصورت که در مرآت جان پیدا کیست
آنچنان حسنی درین پرده نهان پیدا کیست

ذره ذره نیست خالی در همه کون و مکان
وانکه بیرون نیست از کون و مکان پیدا کیست

آفتابی در لباس ذره هاى مختلف
نور دیگر میفروزد هر زمان پیدا کیست

گر بظاهر در لباس ما توئی پیدا ولیک
آنکه پنهانست اندر مغز جان پیدا کیست

آنکه اندر بزم جان هر دم بآوازی دگر
مینوازد پردهٔ صاحبدلان پیدا کیست

آنکه خود بر خود تجلی میکند پس خود بخود
عشق میبازد بنام عاشقان پیدا کیست

چند پرسا عست من و تو درمیان ای معین
آنکه مقصود از من و تست از میان پیدا کیست

غزل

نام او میبردم اول تا چنان شد عاقبت
کو چو شیر اندر رگ جانم روان شد عاقبت

یاد او با جان چنان آمیخت کز فرط طلب
یاد او او گشت او در جان شد عاقبت

خلق میگفتند یادش تا جنون خواهد کشید
این سخن باور نکردم تا چنان شد عاقبت

مدتی دل را توقع بود زان لب شربتی
آرزوی دل بکام عاشقان شد عاقبت

آنکه اندر پردهٔ عصمت کسی مستور بود
پرده ها افگند و رسوای جهان شد عاقبت

رشتهٔ جان مرا بگسیخت مقراض فراق
ناامید وصل تو پیوند جان شد عاقبت

هر ولی کز بی نشان میخواست تا یابد نشان
چون معین در بی نشانی بی نشان شد عاقبت

غزل

در ره عشق تو ام درد تو همراه بس است
مونس خلوت دل آه سحرگاه بس است

ره مخوفست و شب مظلم و دشمن به کمین
رهبرم نور توکلت علی الله بس است

در حریم حرم خاص گرت ره ندهند
همت از دور زمین بوسی درگاه بس است

حسن ساقی تو پرده اگر جلوه نکرد
عکس افتاد بجام دل آگاه بس است

چو من القلب الی الرب بگشادند دری
پا بدامن کش و بنشین که همین راه بس است

حشم عقل بزیر علم عشق درآر
در سپاهی که هزار اند یکی شاه بس است

همچو خورشید مکن جانب هر ذره نگاه
زانکه در فسحت دل منزل یکماه بس است

تو نکوخواه دهی جنت وصل آن تو شد
وآتش هجر نصیب دل بدخواه بس است

گر مطیعان همه طاعت ببر دوست برند
ای معین بدرقه آه تو یک آه بس است

ردیف الحاء

مراز عشق تو دردیست در دل مجروح
که گرچه شرح دهیم هم نمی شود مشروح

فتوح عالم غیبی همی کنند نثار
گهی که درگه میخانه می شود مفتوح

صباح روز ازل ساقی الست چه گفت
اَبا فَریقَ سُکارا تَهادَروا الصَّبوح

چه جرعه هاست که بر خاک تن نمی‌ریزد — ز باده‌ای که دلم میکشد ز ساغر روح

سوار کاری میدان چرخ می‌سزدت — اگر ز دست نمائی لگام نفس جموح

فنور وجه حبیبی بعد ما طلعت — بلا مظاهر آیاته تکاد تلوح

معین به عشق دهد جان مگیر عیب که مور — برد به پیش سلیمان بجود خویش فتوح

قصیده — ردیف الدال — حمد

حمدیکه همچو بحر کرم بیکران بود — حمدیکه شکر نعمت هر دو جهان بود

حمدیکه در تضاعف ذرات کائنات — چندانکه مستزاد کنی بیش از آن بود

حمدی بدان مثابه که ادراک کنه آن — برتر ز پایه خرد خرده دان بود

حمدیکه چون عماری عزت کند روان — بر مرکب ملائکه حکمش روان بود

حمدیکه در هوای هویت همای وار — بر تختگاه ملک قدم سایبان بود

حمدیکه ظل رافتش ار بر کسی فتد — بر مسند مقاصد خود کامران بود

حمدیکه چون ز حیطه جان سر برون کند — هر تار موی بر تن از آن صد زبان بود

حمدیکه چون قدم کشد از ضیق کن مکان — جولانگهش بناحیت لامکان بود

حمدیکه چون زبان دهمش زیب بیان — تحسین قدسیان هم نعم البیان بود

حمدیکه در هواش ملائک فگنده پر — آنخود چه جای جوهر انس و جان بود

حمدی که نه ملک کند انشا نه انس و جان — بل خود بذات خود متصدی آن بود

باد انتشار بارگه قدس کبریا — کان مصعد محامد قدسیان بود

آنحمد ناقصی که بگویند گان + — کی درخور خدای حق عز شان بود

لا احصی ست تحفهٔ خاصان در آنجناب — این گفتگو چه لائق آن آستان بود

در اوج کبریاش فگندست بال عجز — آنشاهباز قدس که عرش آشیان بود

او بی نشان محض چه جوئی ازو نشان — هر ذره پیر خدائی او صد نشان بود

چشمت چو نیست پرده ز رخ کی بر افگند — صاحب نظر کجاست که او خود عیان بود

آنرا که پرده ها ز نظر برگرفته اند — در صد هزار پردهٔ دیگر نهان بود

حقا که کوششی تو بجائی نمیرسد — گر بکششش ز جانب او هر زمان بود

سد وجود بشکن اگر مرد این رهی — ورنه هزار ساله ره اندر میان بود

او بود در ازل متوحد که در وجود — جز وی نبود و تا به ابد همچنان بود

از مطلع وجود چو نور قدم بتافت — از ظلمت حدوث چه نام و نشان بود

تا حسنش از دریچهٔ هستی نمود رخ — زین گفتگو بهر سر کو داستان بود

ترآئینهٔ وجو نماید بآب و خاک — آنصورتیکه معنی روح روان بود

در نقطه گاه خاک مبین جز باعتبار — کان مرکز محاذ ز هفت آسمان بود

اندر دهان خاک نهد نفس ناطقه — تا از زبان غیب ترا ترجمان بود

گنجی که شاه عشق نهد در دل خراب — نقد دو کون در عوضش رایگان بود

هر هفت دوزخ از تف دل یکشراره ایست — هر هشت خلد یک گل ازین بوستان بود

دیو و ملک بنقطهٔ دل در تنازع اند — چون سعد و نحس کشمکش فلک اقتران بود

عقل و هوا فرشته و دیوند در نهاد — با جسم و جان نشان مه مشکل تعرابان بود

جان زاید از حکمت و تن را از شهوت است — نقصان این بقوت و رجحان آن بود

کم خوردنست مایهٔ حکمت در آن قرای — سود دلست گرچه که تن را زیان بود

تن مرکبیست بسته بر آخر نه بهر رزم — آن به که روز معرکه لاغر میان بود

دل چیست در بحر صفا دان گرانسرد — آنرا که چون صدف همه تن استخوان بود

جان چون مسیح گر رهد از مهد مریمی — با روح قدس تا بفلک هم عنان بود

هر کس که پا بدامن همت کشد چو کوه — از تند باد حادثه اندر امان بود

وانرا که دل نه کف بود از بهر مهر دوست — دل همچو بحر باشد و کف همچو کان بود

وانرا که دیده تر بود از آتش درون — چو ابر بر بساط جهان درفشان بود

در محنت فراق چو دل میرود ز دست — در لذت وصال به بین تا چه سان بود

از ذره ذره اش بچکد قطره قطره خون — با هر دلیکه عشق تو در امتحان بود

هر مرهمی ز غیر تو بر دل جراحت است / زخمی که از تو میرسد آرام جان بود

یا رب بحق سید کونین مصطفی / کش جسم و جان خلاصهٔ کون و مکان بود

شاهی که تخت سلطنتش گر برون زنند / قدرش فراز مملکت کن فکان بود

آنخواجه کز حریم حرم تا فضای قدس / گاه عروج نه فلکش نردبان بود

آن خرقه پوشش فقر که بر دوش عرشیان / از گرد دامن کرمش طیلسان بود

یاران اهل بیت که در دار ضرب عشق / بر نقد دوستی رقم نام شان بود

زایشان شنیده ام که ز لطف تو بندگان / هر چه گمان برند یقین آن عیان بود

نومید چون شود دل و جان امیدوار / جایی که رحمت و کرمم بیکران بود

دارد معین برحمت حق منتهای تو / امید از آن زیاد که اندر گمان بود

غزل

ای از ظهور نور تو کون و مکان پدید / از عرش تا به فرش ز نور تو آفرید

شمس و قمر نگویی که انوار انبیا / اندر ظهور خویش ز نور تو مستفید

بر روی هر که بسته سعادت در عطا / وقت دعا سپرده بدربان تو کلید

شد در تشیید شهنشهیش گردن استوار / اندر طریق متابعتت هر که سر کشید

جانان کز میان چو آهوی وحشی رمیده بود / بر بوی مشکنافهٔ زلف تو آرمید

تو بحر رحمتے و من آلودہ گناہ — پاکم بشوی ای ز تو پاکی ہر پلید

ہر دیدہ را تحمل دیدار دوست نیست — جز دیدہ کہ وام کنند از تو اہل دید

از جام صاف عیش کسے چاشنی گرفت — کز خم عشق دردی درد تو درکشید

زانم چہ غم کہ ہر نفسم عمر کم شود — چون مہر تست در دل و جان میدہم نوید

خواہد معین کہ حسن تو بیند معاینہ — خرسند تا بکی شوم از گفت و از شنید

غزل

ای تو سلطان دار ملک وجود — ہمہ عالم طفیل تو مقصود

مرکز محور وجود توئے — کہ بہ تو قائمست ہر موجود

اول و آخر بجان و بہ تن — ظاہر و باطنے بحشمت وجود

مبدات از کجاست منہ بدا — منتہی تا کجا الیہ یعود

زاولت نام از ان محمد شد — کاخرت راست عاقبت محمود

گر ملک سر کشد ز خدمت تو — ہمچو ابلیس میشود مردود

شدہ جام جہان نمای دلت — مظہر اسم شاہد و مشہود

جام جانت زدودہ صیقل عشق — از برای ظہور نور شہود

تا نمودہ ز جام ہستی تو — ہر چہ بودست و ہست خواہد بود

می فرستد معین درود بتو — حق تعالی ز من شود خوشنود

غزل

در جان چو کرد منزل جانانِ ما محمد — صد در کشاد در دل از جانِ ما محمد

ما بلبلیم نالان در گلستانِ احمد — ما لولوئیم و مرجان عمّانِ ما محمد

مستغرقِ گناهیم هر چند عذرخواهیم — پژمرده چون گیاهیم بارانِ ما محمد

از درد و رنج عصیان ما را چه غم چو سازد — از مرهمِ شفاعت درمانِ ما محمد

امروز خون عاشق در عشق اگر بریزد — فردا ز دوست خواهد تاوانِ ما محمد

ما طالب خداییم بر دینِ مصطفاییم — بر درگهش گداییم سلطانِ ما محمد

از امتانِ دیگر ما آمدیم برسر — وانرا که نیست باور برهانِ ما محمد

ای آب و گل سرودی جان و دل (درودی) — تا بشنود به یثرب افغانِ ما محمد

در باغ و بوستانم دیگر مخوان معینی — با غم بس است قرآن بستانِ ما محمد

غزل

اگر لباسِ حدوثم بدر کنی چه شود — مرا ز سرِ حقیقت خبر کنی چه شود

بگوی خسته دلانی که جان رسیده بلب — اگر برسمِ عیادت گذر کنی چه شود

که سر نهاده برین در که در گشاده نشد — شبی بصدق برین در بسر کنی چه شود

ولا جمال خدا چشم سر نمی بیند — اگر بدیدهٔ سر یک نظر کنی چه شود

گر اعتدال هوای محبتش خواهی — هوای خویشتن از سر بدر کنی چه شود

بگو بعقل که تا چند شش جهت گردی — جهات را همه زیر و زبر کنی چه شود

بگفتمش چه سفر با معین میای تو کرد — بگفت یک قدم از خود سفر کنی چه شود

غزل

اگر فصل بهار آمد که عالم سبز و خرم شد — نگر وصل نگار آمد که دل با عیش همدم شد

بیا همچون خلیل امشب نثار تن برون بنگر — که نور حق پدیدار از همه ذرات عالم شد

هزاران جام هر لحظه بکام دل همی ریزد — ازان دریا که یک قطره نصیب عشق آدم شد

دلم را ناله و افغان چو نی زان آتشین آمد — که تقسیم نی باشد صدا گر زیر و گر بم شد

چو در دل در دمید الله ز روح خویشتن جا را — ز غیب الغیب شد آگه دلی کو جای محرم شد

ملائک بهر یک قطره بمانده چون صدف تشنه — هزاران بحر پیمایان نثار خاک آدم شد

دل بیغم همی خواهی دل غمگین بدست آور — چو دل غمگین بعشق آمد غمها جمله بیغم شد

اگر با یار خود باشی ترا دوزخ بهشت آمد — وگر بی یار خود مانی ترا جنت جهنم شد

الا ای ناصح عاقل بملاح از ما بگذر — ترا شیخی نصیب آمد مرا رندی مسلم شد

اگر باده همیداری معین هستی سوی مستی رو — قدح جای خدائی بین که بر مستان دمادم شد

مگر آں ساقی وحدت نقاب از رخ بر افگندہ
کہ جام و بادہ یکساں گشت و بحر و قطرہ ہم شد

مرا میگفت کای عاشق بمعشوقی رسی آخر
بحمد اللہ کہ از عالم برفتم تا کہ آں ہم شد

چو بحر عشق موجی زد سحاب جو د باراں شد
وجود واجب و ممکن مثال بحر و شبنم شد

زہستی چون جدا گشتم حریم کبریا گشتم
چو من از خود فنا گشتم ہرچہ گویم ہرچہ گویم شد

معین را در غم [illegible] عکس ہمہ در سخن آورد
کہ در گہوارۂ طفلی قرین ابن مریم شد

غزل

چشم بکشای کہ دیدار خدا جلوہ نمود
دیدہ شو یکسرہ بر بند در گفت و شنود

عکس رخسارۂ ساقی بنمود از رخ جام
ہوش و آرام ز مستان می عشق ربود

ساقی عشق مرا روز ازل بادہ چشاند
تا ابد ہمدم نفسم مستی دیگر بفزود

یارب این مستی من زان می ہم از الست
یا ز ہر لحظہ بمن بادہ و یکسر پیمود

دل چو آئینۂ حق آمد و صیقل غم عشق
ای خوش آن دل کہ می عشق غبارش بزدود

آن دلی کز ظلمات بشری یافت خلاص
عکس انوار خدا بود در و ہرچہ نمود

عکس حق تو و عکس تو در آئینۂ جان
عکس عکس تو یقین دان کہ ہمان عین تو بود

بادہ صافست مپندار کہ رنگین شدہ است
آن ز ہمرنگی جامست کہ شد سرخ و کبود

عشق در دار بقا زد علم مردی نہ
تا کہ در دار فنا لشکر غم نوبہ وجود

ذرهٔ هستی من از پی خورشید ازل / گرد ازین روزنهٔ کن فیکون میل صعود

موج دریای قدم شبنم امکان برداشت / شد نهان غیب شهادت همه در بحر شهود

از پس پرده همی داد نشان از من و ما / من و ما رفت همو ماند چو برقع بگشود

اول و آخر و ظاهر و باطن همه اوست / که همو بود و همو هست و همو خواهد بود

عشق بی پرده همی باخت معین با رخ دوست / پیش ازین کز من و ما نام و نشان نیز نبود

غزل

این چه سوداست که اندر سر ما میجنبد / این سر رشته ندانم ز کجا می جنبد

جنبش رشتهٔ عشق از طرف تست ازلی / میلت اندر دل عشاق چرا می جنبد

کشش تست که کوه دلم از جا می برد / دل نه کاهی ست که از باد هوا می جنبد

جنبش سایه چو از جنبش شخص ست مدام / سایه از شخص مپندار جدا می جنبد

هر کجا شاخ گلی هست در اطراف چمن / همه از تقویت باد صبا می جنبد

دست از دامن عشق تو نخواهیم گذاشت / سخت تا رمقی در تن ما می جنبد

نخل عشق تو بباغ دل خود شاند معین / این که در صرصر غم هیچ ز جا می جنبد

غزل

گر آه آتش بار من یک شعله بیرون زند / این آتش پنهان علم بر گنبد گردو

سر نهان پیدا شود کون و مکان یکتا شود
دل غرق اندر یا شود کو موج جهانی خون زند

ای دل تو مشکوة وی طغرای آیات وی
آئینه ذات وی کس پیش تو دم چون زند

از خنده گر ریزد نمک بر ریش جان آید همه
وز غمزه گر خنجر کشد هم بر دل محزون زند

والله که در رگهای جان چون شهد و شیر آرد لبش
لیلی چو تیر امتحان بر سینه مجنون زند

عشق از ورای لامکان زد خیمه اندر باغ جان
از خلوت خاصی چنان تخت خود بیرون زند

مفلس چو یابد گوهری باشد ز مهر بد اختری
مسکین معین ز مهر در ان لعل دیگر گون زند

غزل

مرا در دل بغیر از دوست چیزی در نمی گنجد
بخلوتخانهٔ سلطان کسی دیگر نمی گنجد

درون قصر دل دارم یکی شاهی که گر گاهی
ز دل بیرون زند خیمه بچرخ و بر نمی گنجد

بصد در مسند هر دل خیالش کی زند تکیه
که صد کبریای او بهر منظر نمی گنجد

تنت گر چند موی شد حجاب جان بود ورا
میان عاشق و معشوق موی در نمی گنجد

صفیر هاتف غیبی بگوش مرغ جان آمد
که در اوج هوای عشق بال و پر نمی گنجد

نفی ذات خود بودن ز اثبات صفای
ترا افسر چه کار آید چو اینجا سر نمی گنجد

حساب عمر صد عاقل بمحشر نگذرد دیگر
حسابی یکدم عاشق بمحشر نمی گنجد

رموز عشق اگر خواهی ز لوح دل بخوان
که حرفی از ردا آتش به دفتر نمی گنجد

ز بحر عشق یک قطره ظهور سر منصور نیست — بظرف همت عاشق ازین کمتر نمیگنجد

بآن جامیکه من خوردم نهان نماند اسرارم — شراب عاشق در جوش مست و ساغر نمیگنجد

معینی گر همیخواهی که سر عشق بزبان رانی — مقام آن سر دارست بر منبر نمیگنجد

غزل

مگر صبا ز سر کوی دوست می آید — که از زمین و زمان بوی دوست می آید

چه رشکهاست که از یاد می برم هر شب — که روی او ز چه سر بروی دوست می آید

ز کوی دوست چو عاشق کشیده دارد پای — کمند شوق هم از موی دوست می آید

وفا چگونه کند عقل و هوش با من مست — چنین که جام هیاهوی دوست می آید

هر آنچه آیدت از غیب نیک و بد منگر — همین بسست که از سوی دوست می آید

ازین مصائب دوران منال و شادان باش — که تیر دوست بپهلوی دوست می آید

بیا بوعظ معینی رموز عشق شنو — که از حکایت او بوی دوست می آید

غزل

فیض خدا که بر دل آگاه میرسد — ای دل بهوش باش که ناگاه میرسد

بگذر ز فکر روزی رزاق را شناس — بنگر چگونه رزق تو دلخواه میرسد

ای آنکه شد بوادی عصیان امیدوار — کامواج بحر رحمت الله میرسد

در باغ جان شگفته شود صد گل مراد ‌ ‌ ‌ زان نفخه کز نسیم سحرگاه میرسد

زد پیک عشق حلقه سحر بر در دلم ‌ ‌ ‌ آورد مژده که شهنشاه میرسد

در شاهراه سینه در افتاد غلغله ‌ ‌ ‌ گفتند شاه عشق ازین راه میرسد

گفتم چه پیشکش کنمش پیک عشق گفت ‌ ‌ ‌ هین ما حضر بیار که از راه میرسد

یعنی شراب اشک و کباب جگر بیار ‌ ‌ ‌ با آه و ناله کز دل اواه میرسد

چون تحفه پیش بردم و اندر برم کشید ‌ ‌ ‌ مانند کهربا که بپرکاه میرسد

جائیکه زاهدان بهزار اربعین رسند ‌ ‌ ‌ مست شراب عشق بیک آه میرسد

بی یار خود سفر مکن از هیچ سو معین ‌ ‌ ‌ تنها مرو بباش که همراه میرسد

غزل

واقف آنست که دل واقف اسرار شود ‌ ‌ ‌ جای آنست که جان طالب دیدار شود

گنج مخفی چو ببازار در آمد است ‌ ‌ ‌ عارف آن به که زخلوت سوی بازار شود

هیچ دانی زچه زد خیمه بصحرای ظهور ‌ ‌ ‌ تا رخش در آئینه کون نمودار شود

دوچه دانم که درین واقعه سرگردانم ‌ ‌ ‌ چه عجب گر جگرم ریش دل افگار شود

خلق گر مظهر انند چرا محجوب اند ‌ ‌ ‌ هیچ دیدی که حجب موجب اظهار شود

چون حجابش منم آخر ز میان برخیزم ‌ ‌ ‌ تا همو دیده و بیننده و دیدار شود

او در آئینهٔ من چهرهٔ خود می بیند باز
خود به بی‌واسطه مطلوب طلبگار شود

حاصل آنست که این مسئله بیچاپیچ است
وین سخن مشکل اگر راست بدشوار شود

او چو خود عارف خود آمده ما محرم نیم
بس نهان از که بد و هر که پدیدار شود

قدر جوهر نشناسد مگر آن جوهری
که صدف بشکند و خود دُر شهوار شود

پردهٔ آب و گل از روی دل و جان بردار
تا همه ظلمتِ هستی تو انوار شود

نیست اغیار که آئینه یار نه همه
نور آئینه رخش بین که همه یار شود

هر که در بزم بقا جام بقا نوش کند
دست در حبل انا الحق زده بر دار شود

عکس رخسارهٔ ساقی چو فتد بر رخِ جام
ره بمیخانه کند زاهد و خمار شود

هر کرا عقدهٔ زلفِ تو در آرد بکمند
بگسلد رشتهٔ تسبیح و بزنار شود

آنچه رازیست که از پرده برون می افتد
تا دل بیخبران واقفِ اسرار شود

یعنی آن لطف و عنایت که خداوند مراست
چه عجب باشد اگر بنده گنهگار شود

چون بپرسیدن بیمار خود آئی سحری
تندرستان همه زین واقعه بیمار شود

تو بخوابی و سر رشتهٔ یار گرفته بکنار
چشم بخت بود آن روز که بیدار شود

هر که چون نقطه نهد یک قدم از خود بیرون
اندرین دائره سرگشته چو پرکار شود

ازینهمه باده که بر جان معین بپیمودی
دل سرمستش از آن نیست که هشیار شود

غزل

دگر که غمزهٔ ساقی کرشمه فرمود — که هوش و صبر ز مستان بزم عشق ربود
نه عقل ماند نه عشق و برفت ظلمت و نور — بسوخت آتش غیرت هر آنچه بود نبود
چو آفتاب محبت بتافت روشن گشت — که در برابر هر ذره آفتابی بود
چه صیقلیست ندانم شراب وحدت خاص — که زنگ غیر بکلی ز جام دل بزدود
ز زنگ غیر چه جام دلم مصفی شد — ز ذره ذرهٔ من نور حق جمال نمود
حدیث خود بزبانم بر اهل مجلس گفت — بگوش مستمعان راز خود ز خود بشنود
گشاد کار معینی قبض و بسط مجوی — بیا که ساقی وحدت سر سبو بگشود

غزل

راه بگشائی که دل میل بلا دارد — پرده برگیر که جان عزم تماشا دارد
باز دل گز شرف قصر ازل کرد نزول — باز پرواز کنان میل همانجا دارد
دلم از عین عدم رفته سوی قاف قدم — صوره را بین که هوس صحبت عنقا دارد
من اگر خود نروم او کشدم جانب خود — هم از آن سلسلهٔ عشق که با ما دارد
گه بسجود خواند و گاهی خودم میراند — آه ازین غمزه که با عاشق شیدا دارد
حسنش اندر پس صد پرده چنین جلوه گر است — وای از روز که آن چهره هویدا دارد

امروز من بر بوی او سرگشته ام در کوی او فردا که بینم روی او دانی که حالم چون شود

بوی خم وحدتش ما را ز ما بیگانه کرد یارب که ماند آشنا روزیکه می افزون شود

هر کس خورد رطل گران لابد بسود سر عیان اسرار وحدت آن زمان در سینه کی مکنون شود

من مست آن پیمانه ام وز بوی او دیوانه ام لیلی اگر همخانه ام گردد چو من مجنون شود

او ساقی و مستش منم پیمانه در دستش منم در روی نگاهی میکنم تا کی رخش گلگون شود

چون می رخش گلگون کند دل ناله افزون کند او را چو خود مجنون کند تا حال دیگرگون شود

معشوق با عاشق شود عاشق بمعشوق می رسد او چون سوی عاشق رود هنگام ناز افزون شود

مسکین معینی تا کنون در شام غم مانده زبون ای ماه اگر آئی برون استاره اش میمون شود

غزل

روزیکه یار جام صفا پر ز می کند عاشق در آن وفا ز جفا یاد کی کند

ساقی اگر هزار شراب افگند بجام عاشق همین مشاهده حسن وی کند

حسنی که هر زمان صفت آرد تجلی گر خاک مرده ست که فی الحال حی کند

اسرار عشق در دمد اندر نی دلم خود نغمها سراید و نسبت به نی کند

هر سجده ای که مست خدا می کند روا کان عربده نه مست کند بلکه می کند

سودای می طلب چه نهد پیک عقل را دست قضا به تیغ فنا پاش پی کند

گر صد هزار نامه نویسد هستی چنین بجهد — مشکل اگر ز عشق تو یک حرف طی کند

غزل

هر کسی را ور ازل ز رزقی مقدر کرده اند — روز برای هر یکی کاری مقرر کرده اند

عشق را آمیزشی دادند با جان و دلم — پیش از آن کاب و گل آدم مخمر کرده اند

عاشقان را زین پری رویان بزنجیر بلا — اینچنین دیوانهٔ زلف معنبر کرده اند

ای بسا دلها درون سینه کاندر بزم عشق — ز آتش سوز فراقش عود مجمر کرده اند

ای بسا مردان ره کاندر طریق جستجو — چون عجوزان چادر او بار بر سر کرده اند

رب ارنی لن ترانی این سر بزد از موسی ولیک — کین زمان هم طالبان از غیب سر گرده اند

لیلة الاسرا بجائی جستم دعوت کسی — کین گدا را وعدهٔ انعام دیگر کرده اند

ساقی باقی دهد در بزم جان جام طهور — هر دلی را کز غبار تن مطهر کرده اند

لی بکام دل نمیگنجد نه اندر جام جان — باده کز بهر مستان بساغر کرده اند

پرتو نور شهود افتاد در قصر وجود — کز شعاعش حجرهٔ دل را منور کرده اند

یار بالحقی جان با صورت جانان ماست — آنچه از وی خانهٔ دل را مصور کرده اند

عکس نور ذات بر مرآت جان منعکس شد — زین مرائیکه با حسنش برابر کرده اند

سر بسر ذرات عالم مظهر انوار اوست — جمله را آئینه دار حسن دلبر کرده اند

جان ز مهرش عاقبت بیرون پرد زین دام تن | گرچه مرغ روح را بی بال و پر کرده اند
جان که باشد تا کند عزم زمین بوسی ولیک | ذره را سرگشته خورشید انور کرده اند
گرچه شاهان را بتخت و تاج زینت میدهند | جلوهٔ مسکین معین بی تاج و منبر کرده اند

غزل

نفحهٔ عشق گران سوی جهان می آید | بمشام دل از عالم جان می آید
تازه شو ای دل پژمرده که چون آب حیات | بحر جودیست که سوی تو روان می آید
خیز ای عقل تو از چارسوی پنج حواس | که نگار من از آن راه نهان می آید
همچو خورشید نما روی که ذرات جهان | از زمین تا به فلک چرخ زنان می آید
دل که با یار نشیند بر اغیار چه کند | بسکه از صحبت اغیار بجان می آید
غنچهٔ گل که بگلزار جمالت بشگفت | بلبل دل چه عجب گریه فغان می آید
آتشی هست نهان در جگر سوختگان | آه کان آتش پنهان بعیان می آید
ز آتش غم که بکانون دل افروخته اند | یک زبانه است که گاهی بزبان می آید
گرچه هر موی زبانی شود از سر نهان | بجز اگر سر موی به بیان می آید
رقم عشق کشیده است بطغرای وجود | هرچه اندر عدم آباد جهان می آید
هیچکس نقطه صفت خارج ازین دائره نیست | گرچه بیرون رود آخر بمیان می آید

هر چه از مکمن غیب آمده تا عالم خلق
همچنانش که فرستاده چنان می آید

ز اعتبارات تفاوت نکند اصل مراد
گر یکی کعبه و آن دیر مغان مے آید

اینچه سازست که در پردهٔ عشاق رود
گر سماعش دل و جان رقص کنان مے آید

حیف کین بی بصران تا بابد بیخبراند
زانچه در دیدهٔ صاحب نظران می آید

دم گرم بنگر و زسر تحقیق بدان
کاتشی هست که دود از سر آن می آید

آتش عشق تو در جان معین افتادست
هر دمش بوی دل سوختگان می آید

غزل

چنان از روزن دل نور آن دلدار تا بد
که خورشید جمالش از در و دیوار میتابد

اثر آن از ظلمت تن میرهد جانم که هر ساعت
مرا از مطلع دل لمعهٔ انوار می تابد

اگر از خواب غفلت سر برآری از زمانی بینی
که خورشید تجلی بر دل بیدار می تابد

چو حسن دوست ظاهر شد دل از کونین فارغ شد
چو جان محو مؤثر شد رخ از آثار مے تابد

مسلمانی مرا عشقست اگر منکر نه بنگر
چگونه نور لقصد القسم ازین اقرار می تابد

جمال یار میخواهی بذرات جهان بنگر
که هر ذره ست مرآتی کزو دیدار می تابد

مگر تاب آورد سر پنجه شیر تجلی را
دلی کز عشق دست عقل و عوی دار سیتابد

بنار عشق صوفی خرقهٔ پشمین بسوزد به
که از هر موی او صد رشتهٔ زنار می آید

واستغناش زخم لن ترانی میخورد موسی
پس انوار تجلی بر که در کهسار میتابد

زحسن دلربای هر چه پیدا یه همه دارد
ولیکن عاشقان خویش را بسیار می تابد

کجا گردد بسر فی الحقیقت هوشیار ازرا
هر آنچه از سر مستی بر دل خمار می تابد

دلا اسرار مردانرا مشو منکر که می ترسم
شوی محروم از آن سر که بر اسرار میتابد

مکن با ژنده پوشان سر نیرنگ کاهل دانش را
بزرگی از ورای جبه و دستار می تابد

سخن بشنو معینی غم مخور از آتش دوزخ
که موسی را جمال یار اندر نار می تابد

غزل

من چه گویم که مرا ناطقه مدهوش آمد
بر دلم ضابطهٔ عقل فراموش آمد

سیل با نعره از آنست که از بحر جداست
وانکه با بحر در آمیخته خاموش آمد

نکتهٔ دوش دلم گفت و شنید از لب یار
نه که هرگز بزبان رفت نه در گوش آمد

شاهد غیب کشادست نقاب از رخ خویش
تو نه محرم از آن بهر تو روپوش آمد

زاهد از کوی مغان پای کشیدی امشب
بقدم رفت در آن کوچه و بر دوش آمد

شب هجر تو که جان از بدنم کرد وداع
روز وصل تو دگر باره در آغوش آمد

سخن تلخ که چون می بلبت می گذرد
بر حریفان همه زهرست و مرا نوش آمد

چه گهرهاست کزین سینه برون میریزد
بحر اسرار الهی ست که در جوش آمد

هر کرا چشم و قرار ست میش دوش ساقی
گر معینی ز ازل بیخود و مدهوش آمده

غزل

عاشقان گر چه بصد پرده نهفتان آمده اند
با تو در مرتبهٔ کشف و عیان آمده اند

از ورای تتق غیب نمودی رخ خویش
کین اسیران بجمالت نگران آمده اند

مطرب عشق تو چون پردهٔ عشاق نواخت
عاشقان نعره زنان جامه دران آمده اند

عاشقان مست جمالش نه که امروز شدند
همچنانش که فرستاد چنان آمده اند

می پرستان پی آن جرعه که بر خاک فگند
مست در کوی خرابات از آن آمده اند

عکس خورشید رخش تافت چو بر عرصهٔ خاک
اندرین دیر فنا از پی آن آمده اند

باز این روزنه کن فیکون ذره صفت
سوی خورشید رخش چرخ زنان آمده اند

وه چه جای تن خاکی که دران بزم وصال
عاشقان از دل و جان نیز بجان آمده اند

غزل

عشق از لامکان نزول کند
در دل عاشقان نزول کند

رفت در دیده که شاه جهان
اندرین خاکدان نزول کند

جان شود جمله قالب خاکی
جان جان چون بجان نزول کند

گنج را چون خرابه میباید
در دلت عشق از آن نزول کند

تو برون رو ز در که تا شه عشق
اندرین خانمان نزول کند

هیچکس را اقران درین منزل | تا کسی یکسان نزول کند
چون دل از غیر دوست خالی شد | لطف حق اندران نزول کند
پادشاهی ست در دل تنگم | که اگر در جهان نزول کند
هر دو عالم شود چو گرد و غبار | جمله در لامکان نزول کند
چیست دل شاهباز عالم قدس | کی درین آشیان نزول کند
چون معین خاک آستانه اوست | هم در آن آستان نزول کند

ردیف الراء

راه باریک ست شب تاریک منزل دور دور | مید مد صبح قیامت خیز ازین خواب غرور
همچو عیسی خرم مستورگان عرب | چون خران تا چند باشی بپایگاه دستور
بلبل جانت ز گلزار وصال آمد ولیک | در قفس با خار هجران گشته قانع از ضرور
جان و دل اندر لباس آب و گل گشته پدید | حسن معشوق از جمال عاشقان کرده ظهور
در حریم حرمتش با و منی را بار نیست | با و من غیر ند در خلوت خاص سلطان غیور
کی گشاید دست غیرت در بروی هر کسی | تا نگیرد از خود و خلق جهان یکسر نفور
در وحدت تا ز قعر بحر عشق آید بکف | اول از دریای هستی بایدت کردن عبور
عود دل در مجمر سینه بنار غم بسوز | بزم قدسی را معطر ساز از عطر بخور

چون نسیم عشق بکشاید نقاب از روی دوست
عاشقان را میل کی ماند سوی حور و قصور

من از آن جامی که در روز ازل نوشیده‌ام
همچنان سرمست خواهم بود تا روز نشور

جرعهٔ زین بادهٔ جان‌بخش اگر ریزی بخاک
های و هوی عشق برخیزد ز اموات قبور

روز اول خود دمیدی جان بتن بی واسطه
روز آخر هم تو خود دم جان من بی نفخ صور

ظلمت کثرت بجنب نور وحدت گشت محو
سایهٔ امکان برفت از پرتو الله نور

نعرهٔ منصور برمیخیزد از ذرات من
اینچه باده ست اینکه می اندازدم در شر و شور

خم وحدت صد هزاران رنگ را یکرنگ ساخت
غیب حاضر گشت و حاضر گشت غایب در حضور

گر دل مسکین معین از جا رود معذور دار
چون ندارد تاب انوار تجلی کوه طور

غزل

ای ترا بر طور دل هر دم تجلی دگر
طالب دیدار را هر گوشهٔ موسی دگر

یک دو حرفی خوانده‌ام در پیش استاد ازل
تا ابد بر دل رسد هر لحظه معنی دگر

چند فرمائی بترک دنیا و میل بهشت
کان بهشت خلد عیش ماست دنیائی دگر

روح قدسی گر مددی دمی بر آدمی و جهان
هر دو روز مریم ایام عیسی دگر

در ازل قاضی عشقم داد منشور بقا
لاجرم آمد معین و کرد دعوی دگر

غزل

وه که بر پای صنوبر می نهد شمشاد سر / زلف یار من گر بر پای او بنهاد سر

میکشم جور ترا تا سر بپیچم در کفن / حاش لله کان زمان پیچم ز بیداد سر

زاهدم میکرد منع سجده در پیش بتان / روی یارم دید از شرمش بپیش افتاد سر

بر سر شادمانی خسرو شیرین را چه غم / شام هجران بر پلاس غم نهد فرهاد سر

کار گر افتاد تیرت دوش بر جان معین / تا سحر نالید مسکین عاقبت بنهاد سر

ردیف الزاء

ذرهٔ از اثر مهر نشد فاش هنوز / تو چه دیدی ز هواداری ما باش هنوز

آفتابیست که خورشید فلک سایهٔ اوست / چون کند جلوه در آئینه خفاش هنوز

ایکه در صورت نقش اینهمه حیران شده / باش تا جلوه کند چهرهٔ نقاش هنوز

چون صدف غوطه بدریا زن و لب تشنه برآ / در عطش در طلب قطرهٔ ما باش هنوز

او ز ما بر طرف از ناز و دلم میگوید / که نهانی نظری هست سوی ماش هنوز

از لگدکوب فراق تو شدم خاک چو گرد / از سر کوی تو بادم نبرد کاش هنوز

با حریف غم تو هر دو جهان باخت معین / نقد جان میطلبد از من قلاش هنوز

غزل

یار در بر روی اصحاب طلب بکشاد باز / صیت اهل من تائب اندر جهان درداد باز

رخ نمود و دل ربود و باز اندر پرده شد — داغ دیگر بر سر داغ کهن بنهاد باز

رخت هستی مرا بر آتش هجران بسوخت — خرمن عمر مرا بر باد غم بر داد باز

از یمین و از یسار قلب من در تاخت عشق — عقل مغلوب مرا خر در خلاب افتاد باز

گفتمش رخ باز کن گفتا بخواهی سوختن — گفتم از سوزم بسازم هر چه بادا باد باز

شهر معمور دلم کز سیل هجران شد خراب — شاید از معمار وصلت شود آباد باز

باز جان من که شد محبوس در دام آب و گل — گر بجود خوانی شود از قید تن آزاد باز

گفتمش عکس جمالت چون مرا موجود کرد — تا بمانم زنده زان قوتم بباید داد باز

لمعه از پرتو نور تجلی زد علم — طور هستی مرا بر کند از بنیاد باز

گفت با هستی من لاف از وجود خود مزن — کی توان کردن دکان بالاتر از استاد باز

در طریق جستجو از عاشقی بنشین معین — در ره فقر از طلب کی میتوان استاد باز

ردیف السین

مرا ز هر دو جهان دولت وصال تو بس — وصال چیست که آمد شد خیال تو بس

بصدر مسند شاهی وصول ممکن نیست — گدای راه نشین بر اصف نعال تو بس

چو چنگ زخمه غم میخورم ز عشق و خوشم — نوازشم ز همین زخم گوشمال تو بس

چو جام دل ز جمال تو گشت عکس پذیر — نگاه جلوه دل آئینه جمال تو بس

کمال دوست چو تکمیل ناقصات کند ... تو ناقصی و همین ناقصی کمال تو بس

اگرچه داد اطیعوا نمی توان دادن ... ولی قبول سمعنا در امتثال تو بس

معینیا زچه دار الجلال می طلبی ... تو عاصی و تر الطف ذو الجلال تو بس

غزل

ما نمیگوئیم نعمت یا بلا خواهیم و بس ... بلکه ما دائم رضای دوست را خواهیم و بس

گر رضای دوست ما را در بلا خواهد رسید ... ما همیشه خویشتن را مبتلا خواهیم و بس

خلق از حق نعمت و فضل و عطا خواهند و بس ... از خدا صبر جمیل اندر بلا خواهیم و بس

زاهدان اینجا عمل خواهند و در عقبی بهشت ... این نمیخواهیم ما آنهم خدا خواهیم و بس

هر کسی از تو بقدر خود مرادی خواستند ... ما مراد خویشتن از تو ترا خواهیم و بس

هر کسی خواهد که ماند در جهان باقی ولیک ... ای معینی ما فنا اندر فنا خواهیم و بس

ردیف الشین

دل ز سوز عشق و داغ یار باید پرورش ... چون زر خالص که اندر نار باید پرورش

آه دردآلود هر شب تا فلک خواهم رساند ... کز نسیم صبحدم گلزار باید پرورش

دل ز نخل قامتش در زیر بار آمد ولیک ... میوه آن بهتر که اندر بار باید پرورش

اصبعین عشق اندر دل تصرف میکند ... خوشدلی کاندر کف دلدار باید پرورش

سر پنهان کی تواند کرد پیدا پیش خلق
آنکه اندر پردهٔ اسرار یابد پرورش

وآنکه بر دار وجودش غیر حق دیار نیست
همچو منصور آن زمان بر دار یابد پرورش

وحدت اندر صورت کثرت نماید جلوه
نقطه اندر کسوت پرگار یابد پرورش

در گلستان حقیقت چون گل نو باوه
گل میان صد هزاران خار یابد پرورش

ای معین از نشتر نشتهای حسودان غم مخور
چون دل عشاق از آزار یابد پرورش

غزل

اگر بی پرده نتوانی که بینی پرتو ذاتش
بذرات جهان بنگر که هر ذره ست مرآتش

جمال حق ز مرآت صفاتش میکند جلوه
صفت در کسوت افعال و فعل از عین آیاتش

چو جسمت مظهر جانست و جانت مظهر اعیان
چو اعیان مظهر اسما و اسما مظهر ذاتش

تجلی طور را گرچه ز هیبت ساخت صد پاره
و لیکن تا ابد تابد جمال حق ز ذراتش

من از کنج خراباتی جمالی دیده ام والله
که چندین سال میجستم بمحراب مناجاتش

مرا از یک دو جام می چنان حالی بدست آمد
که صد سالک نخواهد یافت در طی مقاماتش

معین با عشق پرداز و دریغ از عمر خود میخور
وزان تحصیل بیحاصل که ضایع کرد اوقاتش

غزل

بنه سر بر خط فرمان خطی بر جهان در کش
بشو لوح من و ما را قلم در این و آن در کش

بر و پای هوائی کن هوای صحبت وی کن
بساط نه فلک طی کن قدم در لامکان درکش

تو شهبازان یا هو را مخوان صیاد خود جز را
برو مرغ هوا جز را بدام امتحان درکش

مرا بر داد و بمیخانه که ای سرمست دیوانه
بگیر این رطل و پیمانه بیاد من دوان درکش

چه باعث شد سلیمان را که گوید مور بیچارا
بدریا رو نهنگا نرا بگیر دم در دهان درکش

چو دادی جام منصورم فگندی در شر و شورم
چو میدانی که معذورم چه میگوئی زبان درکش

منم گوئی تو چوگانی منم مرکب تو سلطانی
مرا هر سو تو میرانی و میگوئی زبان درکش

بگردت مست و دیوانه برفتم همچو پروانه
مرا ای شمع فرزانه بگیر اندر میان درکش

اگر خواهی تو بنمائی بعالم حسن و زیبائی
مرا مجنون و شیدائی ببازار جهان درکش

در آن روزی که بنمائی جمال خود بمشتاقان
معین را سوز چون سرمه بچشم عاشقان درکش

ردیف الفاء

تا دل نگشت غرقهٔ دریای من عرف
تا در چون صدف گهر معرفت بکف

هر کس نهد بخاک درش رخ چو آفتاب
بر تارک سپهر نهد پایهٔ شرف

ریحان و گل بروضهٔ جانست قوت دل
در شوره زار تن نکند میل هر علف

موسی روح را چه غم از اژدهای نفس
چون از جناب قدس رسد وحی لا تخف

انسان این سلالهٔ آب و گلست و بس
در سلک در کسی نکشد مهرهٔ خزف

از صد هزار قطرهٔ باران یکی مگر — گوهر شود بتربیت اندر دل صدف
سرمایهٔ حیات متاعیست بی بها — مپسند کان بهرزه شود رایگان تلف
صیت محبت چو نه ز پیسیت — گر نیست ابتدای محبت از ان طرف
در انتظار مقدمت از نور کبریا — بر کنگر جلال کشیده هزار صف
گر صد هزار تحفه رسد از تو هر دمم — مقصود ما توئی و طفیلیست آن تحف
هر دم معین کشاده دل صد خدنگ آه — لیکن چه چاره گر نرسد تیر بر هدف

ردیف الکاف

حمدیکه بر صحائف اطباق نه فلک — توقیع بر کشیده که الکبریا ملک
حمدیکه خود رقم زده بر صفحه قدم — کانرا بهیچ حادثه ممکن نگشته یک
حمدیکه در تصدی او فاز من هلک — حمدیکه در تخلف او خاب من هلک
حمدیکه جوهرش زند سکهٔ قبول — روزی که زامتحانش هر جلوه بر محک
ذات خدای هر دو جهان را سزد که هست — بر طبق بد عاش مسجل هزار صک
ذرات کائنات زبان بر کشاده اند — اندر ادای نکتهٔ توحید یک بیک
هر ذات پر کمال تعوار دو لا لتی — آیات کنفکان ز سما گیر تا سمک
بانست و لبس معاملهٔ نیک و بد از انک — و هاب بی رجوع و ببیاع بیدرک

عکس جمال تست در آئینهٔ حواس | یکرنگ گشته در نظر حسن مشترک
روز ازل بگردن آدم فگند عشق | قید محبتی که مر آن را نباد فلک
لاف از کمال نحن نسبح کجا زدی | یک نکته گر ز عشق شدی کشف بر ملک
گر نغمهٔ ز عشق شنیدی سماع چرخ | در رقص خویش خرقه درانداختی فلک
مفتی شرع منکر عشق ست ازو مپرس | زان سگ که گشت محو نمکسار رسد نمک
گو سگ نمانده است و بکلی نمک شده است | هر کس که نیست باورش این نکته بک
از ساکنان مدرسه تا پیر خانقاه | گر درک این سخن نکند رفت تا درک
جائیکه نور مطلع حق الیقین بتافت | ز آئینهٔ دلش که زداید غبار شک
هر چند ناکسم سگ اصحاب دولتم | گنجم مگر بفضل تو در سلک من سلک
یا رب معین چو بی ز عمل نیستیش و لیک | دارد ز فضل تو طمع صد هزار لک

ردیف اللام

من دری بودم نهان در قعر بحر لم یزل | عشق غواصانه ام آورد بیرون زان محل
من در دریای عشقم چند مانم در صدف | من چو مرآت خدایم چند باشم در بغل
از صدف آیم برون بر تاج عزت جا کنم | نور گیرند از فروغ عشقم ماه و خورشید و زحل
من غلام روی یارم گرچه ماهم در جهان | من گدای کوی عشقم گرچه شاهم فی المثل

گر کند دست اجل قصر وجودم خشت خشت — اصل بنیاد محبت ہیچ نپذیرد خلل

دل ز من بردی و گفتی در بدل وصلت دہم — چون مسیح خود پسندیدی چرا اندہی بدل

من چرا از اہل دل فانی نخواہم شد ز مرگ — چون نوید وصل می آرد چہ ترسم از اجل

طالبان در خورد خود ہر یک مرادی جستہ اند — عاشقان دیدار یار و زاہدان حسن عمل

سر عشق از عرش و فرش و لوح و کرسی حل نشد — ای معینی کی توان کردن بیان در یک غزل

ردیف المیم

مراد دیدہ و دل ہر زمان سود ومادم — نثار روضۂ پر نور صدر و بدر دو عالم

چہ مظہریست کہ مبعوث شد بر اول و آخر — بظاہرست موخر بباطن ست مقدم

بصورت از بشر آمد ولی ز روی حقیقت — ز فرق تا بقدم رحمت خداست مجسم

بعالم دل و جان بود شاہ تخت رسالت — میان مکہ و طائف ہنوز قالب آدم

بروز حشر بظل لوای او شدہ واثق — بسان امت او جملہ انبیای مکرم

نہادہ پا بقی عزت شب ولی فتدلی — فرود پایۂ جاہش وثاق عیسی مریم

چو از دلی زدہ بیرون قدم ز مصعد ادنی — بیک دو گام گذشتہ از اوج طارم اعظم

اگرنہ سور سرور ظہور نور تو باشد — فروغ عیش کہ بندد در سرا چہ ماتم

طفیل ذات تو ہژدہ ہزار عالم از ان شد — کہ پیش بحر ندارد وجود قطرۂ شبنم

ز ابر جود چو شد فیض رحمت متقاطر
فضای روضهٔ جان شد زمین فیض تو خرم

هزار غم ز گناهست بر دل من و هر دم
فزوده ام غم دیگر هزار بار بران غم

معاذ ز خواهی ار برکشای لب بشفاعت
که دل پرست ز درد و لب تو چشمهٔ مرهم

معین چه تحفه فرستد بغیر اشک ز دیده
کند درود پیاپی روان بسوی تو هر دم

غزل

اندر آئینهٔ جان عکس جمالی دیدم
همچو خورشید که در آب زلالی دیدم

خیره شد دیدهٔ عقل از لمعات رخ دوست
باوجود از پس صد پرده خیالی دیدم

اینچنین بود که در آئینهٔ جان بنمود
عین ذاتست ولیکن بمثالی دیدم

من اگر واله و مدهوش شوم معذورم
که در آئینه عجب حسن و جمالی دیدم

عاشق و مست من از روز الست آمده ام
عقل و هشیاری خود امر محالی دیدم

هستیم رفت و کنون هستی مطلق باقیست
آنهمه هجر بامید وصالی دیدم

بزم وحدت که بر آتشکده ازتنگ نمود
چون ز تنگی بگذشتم چه مجالی دیدم

در بیابان هوایت همه ملک و ملکوت
کمتر از پشهٔ لنگی بی پر و بالی دیدم

تا معین ذره صفت رفت بی نور ازل
نه طلوعی و نه غروب و نه زوالی دیدم

غزل

سوی من آ که ترا یار وفادار منم
هر چه داری بمن آور که خریدار منم

گر ترا شاهی و دولت غرض تماشا دارد
بر من آی که باغ و گل و گلزار منم

ور گر از رنج معاصی دل تو گشته ملول
سوی من آ که طبیب دل بیمار منم

نه همین صاحب سجادهٔ خلوتگاهم
ساقی میکده و مطرب خمار منم

ای که در صومعه‌ها طلبم می پایی
کو برون آی که اندر سر بازار منم

هوس خرقهٔ صدپارهٔ تاج دیباج
بنه از سر که ترا جبه و دستار منم

بیدلی گم کن و از بیکسی خویش منال
که ترا در همه جا دلبر و دلدار منم

تو بهر معرکه از راز دل خویش گوی
که بخلوتگه جان محرم اسرار منم

تا یکی نقطه صفت دائره می پیمائی
تو چو مرکز بنشین گرد تو پرگار منم

گوهر معدن صورت خزف هستی ست
در تنگ بحر معانی در شهوار منم

تا بسیرم شخص معین سوخت چنان ز آتش عشق
که شدم اخگر و گفتم که مگر نار منم

غزل

بگشای پرده از رخ و بردار هستیم
حسنی بمن نمای و بیفزای مستیم

محروم گشتم از طیران در فضای قدس
تا بال جان برشته و قالب بستیم

شهباز آشیانهٔ قدسم که عرش ج
گر قید تن فرو نکشد سوی پستیم

واعظا زکوی دوست سوی جنتم مخوان
بنگر که از کجا بکجا می فرستیم

من مست و می پرست نه امروز گشته ام
سرمست و بیخود از می بزم الستیم

من در جمال بت رخ بتگر بدیده ام
توحید مطلقست کنون بت پرستیم

در بحر آشنائی او غرق گشته ام
الحذر تا سفینهٔ هستی شکستیم

دل ذره ذره گشت ز نور تجلیت
لیکن ز هر شکست بود صد درستیم

نور ظهور ساقی باقی کند طلوع
چون جام دل زدوده شد از زنگ هستیم

بگذار تا روم ز جهان آستین فشان
کز آب دیده دست ز عالم بشستیم

برخاست شغل شادی عیش از دل معین
تا در درون سینهٔ مخزون نشستیم

غزل

من یار ترا دارم و اغیار نمیخواهم
غیر از تو که دل بردی دلدار نمیخواهم

خاری که ز درد تو خستست مرا در دل
من خستهٔ آن خارم گلزار نمیخواهم

گر جلوه دهی بر دل نقد دو جهان گویم
من عاشق دیدارم دینار نمیخواهم

سری که مرا باتست با غیر تو چون گویم
تو دانی و من دانم اظهار نمیخواهم

اندر حرم جانم کس را نبود منزل
غیر از تو درین خلوت دیار نمیخواهم

خون میخورم از دستت و آزار نه پندارم
کان خاطر نازک را آزار نمیخواهم

من باده نمی نوشم اما چو توئی ساقی
اندر تن خود یک رگ هشیار نمیخواهم

عاشق که ترا خواهد با غیر نیارامد
جنات نمیخواهم انهار نمیخواهم

دنیا طلبد غافل عقبی طلبد عاقل
من عاشقم و بیدل جز یار نمیخواهم

از هستی خود بگذر بگذار معین افسر
جائیکه نگنجد سر دستار نمیخواهم

غزل

ای نور عشقت تافته اندر سویدای دلم
بگرفته نور عشق تو پنهان و پیدای دلم

بنمود نور خود بمن چون آتش از نخل بدن
اسرار خود گفت او بمن بر طور سینای دلم

در تافت نور طلعتش از آسمان عرش
بگرفت نور وحدتش مجموع اجزای دلم

مسکین دلم بی خویشتن جویای آن نامه روشن
رب ارنی گوی شد بیچاره موسای دلم

موسی در آن روز نبرد از لن ترانی زخم خورد
دل را هیچ اندیشه نکرد ای وای و اعدای دلم

هر کس بخود آمد بدر آن جنبش هم انا برجگر
دل چون ز خود آمد بدر او گشت جویای دلم

دل در پی روی نکو میرفت هر دم کو بکو
بنهاد قید زلف او زنجیر بر پای دلم

نور تجلی صبحدم از مطلع دل زد علم
نورش فزون شد دمبدم بگرفت صحرای دلم

من سوی او بشتافتم تو بین پردها بشگافتم
الحمد لله یافتم مقصود و ماوای دلم

گفتم چه یابم زو خبر آرام گیرد دل مگر
چون دیدش شد بشنید فریاد و غوغای دلم

در مجلس مسکین معین بگذر نشین صد ذره چین　　بنگر چه درهای ثمین و ادست دریا دلم

غزل

صفات ذات چو از هم جدا نمی بینم　　بهر چه می نگرم جز خدا نمی بینم

مگو که دیده حادث قدیم کی بیند　　همین بسست که من خویش را نمی بینم

ترا چو آئینه تیره ست چشم نابینا　　مخور فسوس که من هم ترا نمی بینم

زمن مپرس که آن ماه را کجا دیدی　　چو من ز جای برفتم بجا نمی بینم

بهر بلا که تو خواهی بیاز مای مرا　　که در مشاهده تو بلا نمی بینم

زمن بهر چه کنی یاد راضیم حقا　　که هر چه از تو رسد جز عطا نمی بینم

بهر طرف که مرا می بری بحمد الله　　که خویش را ز تو یکدم جدا نمی بینم

عروج جان معینی براوج او ادنی　　بجز متابعت مصطفی نمی بینم

غزل

تا من باو پیوسته ام از غیر او ببریده ام　　من حل عقد عقل را در یک گره پیچیده ام

ترسم نه از دوزخ بود بیمم از برزخ بود　　امید و بیمم هم بود از تیغ بند لیشیده ام

یا مالک دوزخ بگو کز من مراد خود مجوی　　هر لحظه من از عشق او در دوزخ سوزیده ام

ای حور و رضوان جنان در پرده پنهان شو روان　　کامروز از عین عیان من حسن دیگر دیده ام

نه حور خواهم نه ملک عرش جویم نه فلک / اینها نخواهم یک بیک عشق دگر ورزیده ام

شهباز عشقم در زمین مرغکی ام دانه چین / از بهر صیدی انچنین از دست شه پریده ام

یا بلبلی ام گل طلب اندر گلستان طرب / هر دم بدستان عجب از بهر گل نالیده ام

تا دلبر گلگون من وان لیلی موزون من / گفتا که ای مجنون من من گوشه بگزیده ام

تا هم نمی آرد یقین تیغ آسمان تیغ زمین / با رفعت قدر چنین اندر دلت گنجیده ام

گه مرکزی ام درمیان گه نقطه ام بی نشان / گاهی چو پرگار روان در گرد تو گردیده ام

دادا دم را سپاه ها کردم تهی خمخانه ها / وز ترس این بیگانه ها خاکی بلب مالیده ام

نی هرزه میگوید معین برخیز و نزدیکم نشین / بوکن دهان من ببین تا از چه می نوشیده ام

غزل

ما بفکرش از بهشت و حور و غلمان فارغیم / از نعیم هر دو عالم بهر جانان فارغیم

قوت از خوان ابیت عند ربی خورده ایم / آن غذا نوشیده ایم از آب و از نان فارغیم

طفل جان را دایه لطف ازل می پرورد / لاجرم از مهد و شهد و شیر پستان فارغیم

همچو لاله داغها بر دل نهادم تاکنون / همچو گل در باغ وصل از داغ هجران فارغیم

ما کز آن لبها حیات جاودانی یافتیم / از طلبگاری خضر و آب حیوان فارغیم

واعظا عشاق را خوش نیست ترغیب بهشت / ما بدیدارش ز باغ خلد و رضوان فارغیم

ما که از عشقیم کز قید طبایع جسته ایم
وام تن بگسیخته وز دانه جان فارغیم

ما چو بیرون رفته ایم از تنگنای کن فکان
در فضای لامکان از تنگی امکان فارغیم

ما که فارغ زانچون نظر بر عین معنی دوخت و بس
از وسائط در ظهور نور عرفان فارغیم

ما که از عین الیقین حق الیقین را دیده ایم
از دلیل ظنی و تشکیک برهان فارغیم

چونکه در غیب هویت عین ما غیر نیست
از ظهور اسم در مرآت اعیان فارغیم

هر چه دیدیم با حجاب او ست یا خود عین اوست
لاجرم از عشق و عقل و کفر و ایمان فارغیم

ما به پشتی گرم بار امانت می کشیم
وز ظلومی جهولیهای انسان فارغیم

سلطان جهان در حکم و در فرمان ماست
از گزند حاجت و تهدید دربان فارغیم

حاجبی اندر میان عاشق و معشوق نیست
ما بجانان متصل ایم و از رقیبان نیز فارغیم

در ملامت رو معین خلق آنچه خواهد گو بگو
ما کنون از مدح و قدح جمله خلقان فارغیم

غزل

من نهنگ بحر عشقم تا بکی دم درکشم
کشتی تن بشکنم نقد دو عالم درکشم

ساقیا از ساغر جان باده وصلت چشان
تا بکی از خون دل جام دمادم درکشم

خاک شد چشمم برامش ای صبا گردی بیار
تا بجای سرمه اندر چشم بینم درکشم

روح قدسی سجده آرد پیش آن حسن و جمال
گر نقاب آب و خاک از روی آدم درکشم

در درون قصر تن بر تخت دل سازم مقام
طیلسان استوار عرش اعظم در کشم

گر کشم دست طمع از آستین هر دو کون
پای در دامن پر اوج هفت طارم در کشم

گر شگافم دلق هستی را بمقراض فنا
رشته کی در سوزن عیسی مریم در کشم

پای کوبان میروم سوی فلک تا زان نشاط
جامهٔ ازرق زدوش اهل ماتم در کشم

پرسیدم تا عقل را از عشق دعوی میرسد
من برین توقیع لی والله اعلم در کشم

ساقیا اهل طرب را جام شادی ده که من
در میان دردنوشان دردی غم در کشم

دم مبدم تا ای عشقش در معینی میدمد
فاش خواهم کرد تا نه شش شالم در کشم

غزل

ترا می خواهم ای دلبر که بینم
تویی مقصود من در هر که بینم

مرا چشم از برای دیدن تست
تو رخ بنمایم پیش دگر که بینم

جمال ساقی من می نماید
بمرآت می و ساغر که بینم

چنانت دیده ام از دیده و دل
که نشناسم بچشم سر که بینم

هزاران در زدل سویت کشاده
ترا می بینم از هر در که بینم

رخت گر بینم ورنه بمیرم
چو خواهم مرد آن بهتر که بینم

معینی امروز میخواهد وصالش
ندارد صبر تا محشر که بینم

۱۷

غزل

این چه یارب که اندر نور حق فانی شدم
مطلع انوار فیض ذات سبحانی شدم

ذره ذره از وجودم طالب دیدار گشت
تا که من مست از تجلیهای ربانی شدم

زنگ غیرت را ز مرآت دلم بزدود عشق
تا بکلی واقف اسرار پنهانی شدم

من چنان بیرون شدم از ظلمت هستی خویش
تا ز نور هستی او آنکه میدانی شدم

گر ز دود نفس ظلمت پاک بودم سوخته
زامتزاج آتش عشق تو نورانی شدم

خلق میگفتند کین ره را بدشواری روند
ای عفاک الله که من یاری بآسانی شدم

دمبدم روح القدس اندر معینی میدمد
من نمیدانم مگر من عیسی ثانی شدم

غزل

چو من ز بادهٔ عشق تو مست و بیخبرم
همه جمال تو بینم بهر چه در نگرم

تو هر حجاب که خواهی فرو گذار که من
بنعره که زنم صد حجاب را بدرم

چو در میانه نماند حجاب مانع چیست
که پی بارم از هفت چرخ در گذرم

چه جای هفت فلک کز فراز طارم عرش
هزار منزل دیگر بیک قدم سپرم

چو از نیست برم هفت چرخ و هشت بهشت
سزاست گر دو جهان را بنیم جو نخرم

درخت عمر مرا امید دیدن تست
اگر بغیر تو بینم عمر ز بیخ برم

معین منظر ز خدا باقی ست ای والله | که عرش و فرش ندارند تاب یک نظرم

غزل

تو خاصه ز ما باش که ما نیز ترا ایم | در هر دو جهان مقصد و مقصود تو ما ایم
گر یک قدم از کوی طلب سوی من آئی | من صد قدم از راه کرم پیش تو آئیم
ما گنج نهانیم و تو مفتاح فتوحی | هم از تو برای تو در گنج گشائیم
ما بر صفت خویش ترا جلوه نمودیم | تا از آئینهٔ ذات تو خود را بنمائیم
تو آئینهٔ صافی و ما نیز چو خورشید | در آئینه تابیم و حرارت بفزائیم
چون زنگ گل از آئینهٔ دل بزدودند | جان نعره برآورد که ما نور خدائیم
جز نور جمال تو در آئینه چه تابد | آندم که غبار از رخ آئینه زدائیم
تو بحر قدم بودی و ما شبنم امکان | ما با تو چنانیم که گوئی همه مائیم
در عالم توحید نه یاریم نه اغیار | آن لحظه که از پردهٔ هستی بدر آئیم
از شش جهت کون گذشت ست معینی | از جا چو برونیم چه گوئی که کجائیم

غزل

من بلبل عشقم کنون سوی گلستان میروم | بوی از آن گل یافتم اندر پی آن میروم
چون آب جو گشتم روان یاد سرو باغ جهان میروم | جامی بمن داد ست از آن سرمست و غلطان میروم

من عندلیب بیخودم کز عشق گل نالان شدم — نی نی که من تا آن هدهدم سوی سلیمان میروم

یا صفدری ام صف شکن مردود در زندان تن — افتاده بند از پای من اکنون بمیدان میروم

صد بند را بگسیختم وز دشمنان بگریختم — با لشکرش آمیختم تا پیش سلطان میروم

در راه دیدم دلبری عاشق کشی عیاری رنگ گری — در سر کشیده چادری یعنی که پنهان میروم

گفتم کرا مانیم شب صبحی دمیده بوالعجب — گفتا که هر شب بطلب بیمار پرسان میروم

عشاق را می بینم پس جانب خود میکشم — گر پیش من نایند هم من پیش ایشان میروم

باشد رقیب جسم جان مطلق معینی بر کران — دیگر سبکبارم از آن سوی راه آسان میروم

غزل

پرده بر می افتد از رخسار او بگشای چشم — می نماید لمعهٔ انوار او بگشای چشم

شاید ار دیده نه بگشائی سوی خورشید تصویر — لیکن اندر دیدن دیدار او بگشای چشم

جان قدسی کرده رخ دیدنش لال عشق — گر تو جان داری درین بازار او بگشای چشم

دیده است حسن موثر بی وسائط گر ندید — بار دیگر در آئینه آثار او بگشای چشم

هیچکس هیچ از غم یک گل درین بستان ندید — گر گلت باید بر خم خار او بگشای چشم

بندگان در خواب سلطان پاسبانی میکنند — در سپاس دیدهٔ بیدار او بگشای چشم

دوست صد اصد پرده است هر یکی برا دیده آست — پس برفع هر یکی ز استار او بگشای چشم

آن نه منصور است کاندر دار انا الحق می‌زند — نیست غیر حق کسی در دار او بگشای چشم

دیده بربسته است زاهد تا نخورد از روز بار — لی کما مرو قت است روز بار او بگشای چشم

کار و بار خود معینی در سر دیدار تو کرد — بر امید یک نظر در کار او بگشای چشم

غزل

ما بهر وصال از دل و جان نیز گذشتیم — در وصل بخواهی تو از آن نیز گذشتیم

در بحر فنا غرق لقای تو چنانیم — کز جستجوی مراد دو جهان نیز گذشتیم

عمری ز پی نام و نشان تو دویدیم — تا در طلب از نام و نشان نیز گذشتیم

در پا نگه نفس بهیمی چه کند دل — کز مرتبهٔ روح روان نیز گذشتیم

یک جام بیاداد که تن دل شد و دل جان — یک جام دگر داد ز جان نیز گذشتیم

ناگاه رسیدیم بهر چیز که جستیم — از پا ننشستیم و از آن نیز گذشتیم

دیدیم عیان چهرهٔ منصور بوجهی — کز ضابطهٔ شرح و بیان نیز گذشتیم

از تفرقهٔ عاشق و معشوق رهیدیم — فی الجمله نه آنیم و از آن نیز گذشتیم

این طرفه که هم نقطه و هم دائره ماییم — وز دائرهٔ دور زمان نیز گذشتیم

در منزل مقصود که خلوتگه قدس است — از حادثهٔ کون و مکان نیز گذشتیم

از عین عیان دیده معین حسن تو امروز — کز وعده و فردای جهان نیز گذشتیم

غزل ۱

چشم غیرست درین پرده چسانش بینم
بهتر آنست که از دیده جانش بینم

او چو از دیده بدیده کیم می بیند
چاره آنست که من نیز چنانش بینم

بی نشانیست نشان طلب اندر ره عشق
بی نشان تا شده حاشا که نشانش بینم

رفت آنوقت که بر روی نگران می بودم
وقت آنست که بر خود نگرانش بینم

پرده گو برفگن امروز ز رخ ورنه مرا
صبر آن نیست که فردا بجنانش بینم

خواهم اول که ز سر تا بقدم جان گردم
تا چو جان در همه پیدا و نهانش بینم

حسنش از پردهٔ هستی معین می تابد
باشد این پرده فتد که عیانش بینم

غزل

براه عشق چو پای حدوث پی کردم
بیک قدم که زدم هر دو کون طی کردم

ازین سراچهٔ فانی قدم زدم بیرون
چو عزم بارگه کبریای وی کردم

بسوخت از نفسم پردهای هفت فلک
کنون که غسل طریقت بآب حی کردم

ز دست بخت خرد آنچه خورده بود دلم
بجرعهٔ ز می عشق جمله قی کردم

دمید نائی عشق تو راز نهاد دلم
من از سلیم دلی نسبتش بنی کردم

دمید روح قدس در معین مسیح صفت
ببین که مرده دلان را چگونه حی کردم

غزل

چو من از هستی خود دور باشم
بخود هم ناظر و منظور باشم

چو جام و بادهٔ و ساقی مهیاست
روا باشد که من مخمور باشم

ز جام وحدتم یک جرعه بخش
که در دار فنا منصور باشم

ازان جامیکه چون سر انا الحق
برآید بر زبان معذور باشم

ز تاب عکس خورشید حقیقت
چو ذره مظهر آن نور باشم

ندارد تاب نور چشم خفاش
همان بهتر که من مستور باشم

ز شهر عشق می آید معینی
عجب نبود اگر مشهور باشم

غزل

جام دیدار خدا کرد چنان مخمورم
که خمارش ننشیند به بهشت و حورم

مست اگر نعره زند نعره زمی دان نه ازو
مست حقم نه کم از مست مئے انگورم

آه سوزان ز دل آن دم که فرستم بفلک
گر بسوزد پر و بال ملکی معذورم

روز و شب با من و من در طلبش سرگردان
مشکل اینست که هم واصل و هم مهجورم

او بصد مرتبه نزدیکتر است از رگ جان
من بصد مرحله افسوس که از وی دورم

روح قدسم بقیود بشری گشته اسیر
همچو خورشید که در مشت گلی مستورم

از چه در سایهٔ تن ذره صفت گم نامم / من که خورشیدم و در عالم جان مشهورم

پرده از طلیش براندازم و گویم که کیم / لیک ترسم که بسوزد دو جهان از نورم

مسند سلطنتم بر سر افلاک زدند / تا که سلطان ازل زد رقم منشورم

موسی دل که بطور بدنم گفت ارنی / یعنی از جام بقا باده بده مخمورم

جرعهٔ داد ازان بادهٔ وحدت که مرا / نه کنون موسی دل ماند نه جان طورم

منکه در دیر فنا لاف اناالحق زده ام / عشق بر دار فنا داده می منصورم

حرفی از سطر تجلیش اگر برخوانم / دانی آن لحظه که بر لوح قدم مسطورم

من چه آیینهٔ دل نظری افگندم / گشت معلوم که هم ناظر و هم منظورم

بار غم گرچه بمقدار شکیب ست معین / لیک پیداست که تا چند بود مقدورم

قطعه

گه چو احمد در شب معراج وصل / از حرم تا صوب اقصی میروم

از زمین تا سدره وز سدره بعرش / بر براق برق آسا میروم

از فلک بگذشت وز انس و ملک / از دنی سوی تدلی میروم

قاب قوسین ست و او ادنی حجاب / بی حجب تا حق تعالی میروم

من نمیدانم درین بحر عمیق / گشته ام استاده ام یا میروم

ردیف النون

حمدی که پر گهر بود از وی دکان جان — شکری که پر شکر بود از وی دهان جان

حمدی که جان بیان کندش از ادای دل — شکری که دل ادا کندش از بیان جان

حمدی که در قلائد انعام در کشد — لولوی بحر خاطر گوهر ز کانِ جان

حمدی که در عزیمت گلشن سرای قدس — بر بام عرش بر دود از نردبان جان

حمدی که چون هما فگند سایهٔ شرف — بر اوج بارگاهِ قدم ز آشیان جان

پادشاه بارگه واجب الوجود — بستایدش مگر دل من از زبان جان

مانند آفتاب جهانتاب روشن است — آثار پادشاهی او در جهانِ جان

جان و جهانم اوست ولی چون بجوئیش — اندر جهان نیابم و یابم میان جان

عالم نشان آدم و آدم نشان اوست — همچون بدن نشان دل و دل نشانِ جان

تن زنده چون بجان شد و جان زنده شد بدوست — تن جان خود شناسد و جان نیز جان جان

در شوره زار تن بدمد صد گل مراد — چون فیض حق نزول کند ز آسمان ج[ان]

گر وصل دوست مطلبی جان بده معین — زیرا که سود عاشقی آمد زیانِ جان

غزل

ای ذات تو بر بساطِ کونین — سرِّ دو جهان و دُرِّ بحرین

چشم دو جهان به تست روشن ‌‌ در دیدهٔ جان تو قرة العین

آلوده نشد بسیر عرفان ‌‌ دامان تو از غبار کونین

کی نقد امانتم سپردی ‌‌ گر تو نشدی ضمان آن دین

از شین شفاعت تو آن رست ‌‌ در روز قیامت از جنان شین

عقل از سفر سیاقِ عشقت ‌‌ تا چند کند سوال الی این

در دائرهٔ معاد و مبدا ‌‌ موهوم خطی فتاده فی البین

زاهد شدنِ دنی فتدلّی ‌‌ آن دائره گشته قاب قوسین

آن خطِ توهمی بر انداخت ‌‌ تا عکس حبابناشد از عین

سرش ز غبار غیر دارست ‌‌ مانندهٔ آفتاب از غین

از تابش بادهٔ معیت ‌‌ روشن شده جام ثانی اثنین

از صیقل معرفت زدوده ‌‌ ز آئینهٔ دل کدورت رین

بی نقطهٔ وحدتش معین ‌‌ رین دل طالبان نشد زین

غزل

گر بچشم عاشقان بینی جمالِ خویشتن ‌‌ همچو من آشفته گردی در خیال خویشتن

چون همای عشق سوران را بر در قصر قرب ‌‌ من درین ایوان نمی پرم ببالِ خویشتن

من چو مرآت ویم حسن از جمالش برده ام
جز جمال او نمی بینم مثال خویشتن

آئینه مغرور حسن خویشتن هرگز نشد
بلکه می بیند جمالی در جمال خویشتن

ساقیا وقتست اگر جامی بمستان میدهی
کز خماری مانده ام اندر ملال خویشتن

باده خواهم که بستاند مرا از من تمام
تا چو منصور آنزمان یابم وصال خویشتن

قطره زان باده کوه طور را صد پاره ساخت
عاشق مسکین کجا ماند بحال خویشتن

از برای طوطیان باغ قربت می برم
تنگ تنگ شکر از شیرین مقال خویشتن

آن گلی کاندر سحر بشگفت در باغ دلم
بلبل طبع معین را کرده لال خویشتن

غزل

چو قصد بارگه کبریا کند دل من
فراز عرش بود کمترین منزل من

مرا بجاذبهٔ عشق میکشد سوی خود
کسیکه دست محبت نهاد در گل من

بگفتمش بتو واصل که میشود گفتا
ز خویش هر که ببرید گشت واصل من

چو ماه بودم و بس جامهٔ سیاه شدم
چو آفتاب رخت رفت از مقابل من

خسوف من نه ز بهر قصور خورشید است
ولی زمین بدن گشته است حائل من

ز خرمن دو جهان گر نشد جوی حاصل
بسینه تخم محبت بس است حاصل من

معین ز سوز دلم شمهٔ چو بنویسد
ز خامه دود بر آید ز آتش دل من

غزل

چشم دیگر بایدت تا حسن او دیدن توان / گوش دیگر تا کلام دوست بشنیدن توان

رشتهٔ مجاز اگر پیوند با وصلت بود / خرقهٔ تن را ز سر تا پای بدریدن توان

چون بگوش مرغ جان آمد صدای ارجعی / این قفس بشکستن و سوی تو پریدن توان

گر تو خواهی تیغ راندن وقت بسمل در گلو / در میان خاک و خون چون مرغ غلطیدن توان

بر امید آنکه دامان تو گیرد دست من / در سحر ریزیدن و در خاک پوشیدن توان

هر زمان در باغ رخسارت گلی دیگر شگفت / یارب از گلزار تو هرگز گلی چیدن توان

از غمت مسکین معین هر دم بدرد مبتلاست / ای طبیب عاشقان بیمار پرسیدن توان

غزل

عشقت دل و جانم را تا کرد جدا از من / جان و دل من دیگر نشناخت ترا از من

بر شمع جمال تو پروانه صفت گشتم / یک شعله پدید آمد بستاند مرا از من

شب تا بسحر هستم اندر حرمت محرم / چون روز شود پوشی رخسار چرا از من

هر چند که واگشتم او در پی من آمد / او کرد وفا افزون چون دید جفا از من

تا از کف آشنائی یک جام بقا خوردم / بر بود دمی وحدت زنگار فنا از من

منصور صفت گرچه زین دیر فنا رفتم / صد نور همی گیرد آن دار بقا از من

خواهی که رخش ببینی در چهرهٔ من بنگر — من آینهٔ اویم او نیست جدا از من

دل و بس قران اندرین قالب — بشنو ز مشام جان آن بوی خلد از من

گفتا که چو برگیرم برقع ز جمال خود — دانی که زمی باشد مستی تو یا از من

گفتم چو معین زین می صد جام اگر نوشم — دم در کشم و ناید چون کوه صدا از من

غزل

مران چو نزد تو آیم توئی وسیلهٔ من — منم چو آئینه و حسن تو جمیلهٔ من

دران زمان که ز یاران دوستان ببرم — تقربم بتو بهتر که با قبیلهٔ من

تو کار بنده بتدبیر خویش سازی به — که مشکلات کجا حل شود بحیلهٔ من

کجاست عشق که تا بگذرانم ز حجاب — که سد راه شد این عقل پرعقیلهٔ من

ز قید تن بچه مانم بسان خر بخلاب — براق عشق چو بربسته در طویلهٔ من

چنان مرا بخیالت خوش او فتاده وصال — که حور عین نتواند شدن حلیلهٔ من

بریز روغن عرفان درین زجاجهٔ من — چراغ عشق برافروز از فتیلهٔ من

معین که دست تهی میرود بدرگه دوست — مگر که هم کرم او شود وسیلهٔ من

غزل

دلا بچشم حقیقت جمال دوست ببین — ز مظهر همه اشیا ظهور دوست ببین

ولا تو حسن خدا دیدهٔ غلط نکنی — که در جمال خدا جلوه گر هم اوست ببین

مرا ز دیدن ساقیست مستی ای هشیار — نه مستیم ز شراب و خم و سبوست ببین

بگوش ظاهر و باطن حدیث عشق شنو — بچشم صورت و معنی جمال دوست ببین

لب از حدیث فرو بند گوش جان بگشا — درون پردهٔ دل آنچه گفتگوست ببین

مگر تو دعوی عشقش همی کنی شاباش — تو فارغ از طلب او بجستجوست ببین

بمغز جان معینی نهان شده است آکسی — چنانکه جان من اندر درون پوست ببین

غزل

سوخت از مهر تو جان و جگر سوختگان — این چه روزست که آمد بسر سوختگان

سوخت سر تا قدمم جمله درین دوزخ هجر — به محمد که رساند خبر سوختگان

دیده خون ریخت ز سوز و بجگر آب نماند — آتش افتاد درین خشک و تر سوختگان

آنکه هر شب بدلم آتش دیگر زده — هم ببندیش ز آه سحر سوختگان

بر جگر داغ نهادی و دگر میریزے — نشکر خنده نمک بر جگر سوختگان

همدمم نیست بجز ناله و آه سحری — هر که باشد بگریزد ز بر سوختگان

آتش عشق معین شعله چنان زد بر دل — که بود دوزخ سوزان شرر سوختگان

غزل

این درد که من دارم با کس نتوان گفتن
سوز دل عاشق را با خس نتوان گفتن

پیش دل خود گه گه دردی تو همی گفتم
دل نیز رمید از من زین پس نتوان گفتن

هر چند بتن زین در واپس ترم از هر کس
چون پیش تو جانبازم واپس نتوان گفتن

پرواز دلم از تن تا صید کنم جانرا
شهباز همایون را کرکس نتوان گفتن

بیمار لب لعلت بر بستر خون خسپد
بالین غریبان را اطلس نتوان گفتن

تقصیر بسی دارم پیش تو ولی عیبم
در رویم اگر گوئی در پس نتوان گفتن

سر غم عشقش را با خلق معین کم گوی
احوال سلاطین را با کس نتوان گفتن

غزل

از پس پرده جمالی مینماید کیست آن
آنکه یکیک پرده از رخ میگشاید کیست آن

تا بکی چون احولان بینی لباس مختلف
آنکه هر دم در لباسی مینماید کیست آن

جام می بر کف نهاده عکس خود دیده در آن
هر زمان در باده مستی میفزاید کیست آن

من یقین دانم که بیرون نیست از شش جهت
آنکه هر دم از ره دیگر در آید کیست آن

در مقابر خانهٔ عشق از متاعی هر دو کون
هر چه دید اندر کف دل میرباید کیست آن

گر ندارم هیچ اما عاشق آن دلبرم
گو دهد مر عاشقانرا هر چه باید کیست آن

چون بگیرد ظلمت غم ساحت دل شام هجر
آن مهی کز برج جان ناگه بر آید کیست آن

گل بتخت ناز وحشمت خورده گیری میکند — بلبلی کاینجا زبان درهم نخاید کیست آن

گر بصورت همچو بلبل محو گل گشته معین — آنکه در گل از معنی می سراید کیست آن

غزل

میرسد بوئی ندانم تا کدامین بوستان این — بوی عشقست اینکه می آید ز سوی دوستان این

جان چو بویش بشنود برخود بدرد پیرهن — روح پاکست این نمیگنجد درون پوستین

اینچه نورست اینکه جان چون ذره سرگردان اوست — آفتاب انور کی دارد جمال دوست این

این همان جانست کو از هر طرف میجست دل — کین زمان لب بر لبم بنهاده و بر رو است این

بر دل عاشق زند هر لحظه عشقش نشتری — زخم آن نشتر ببین بنگر چه خوش زد است این

دل که بر خوان وصال دوست بنشیند — خام سوزی دارم اما زان سگان کو است این

باده هو چون بیا هو ریخت بر جان معین — از دلش تا عرش صد جا نعره یا هو است این

غزل

تن میان خلق و جان نزد خداوند جهان — تن گرفتار زمین و روح در هفت آسمان

تن نشانه گشت تیر حادثات دهر را — روح اندر خلوت خاص از دو عالم بی نشان

گوهری در خاتمی میبود یک چندی قرین — شد جدا از خاتم و آمیخت هم با اصل کان

قطره بر داشت ابر قدرت از دریای جود — باز آن قطره بدریا رفت شد همرنگ آن

قطره را گر ابر از دریا نپرسی در هوا / دُرِّ شهوار از کجا بودی بگوشِ مهوشان

گوهری آید در بازارِ عالم در فروخت / هم بخود دلال گشت و خود خریدار خود همان

از پسِ پرده معینی بنگر که از سلطانِ غیب / عشق خود با خود همی نازد بنامِ عاشقان

غزل

آتشِ عشقِ تو در جانِ من افتاد کنون / رفت آرام و قرار همه برباد کنون

آنکه بر هر رگِ جان زخمِ تو خوردم چون چنگ / چه عجب گر گسستم از دستِ تو فریاد کنون

گرچه دل در خمِ چوگان بلا افتاد است / جز تحمل چه توان کرد چو افتاد کنون

شاه عشق آمد و شهر دل من ویران کرد / لیک صد گنج بهر زاویه بنهاد کنون

خلق گویند که این شهر چرا ویران شد / وه که ویران نشد این بلکه شد آباد کنون

مدتی بستهٔ زندانِ طبیعت بودم / دستِ غیب آمد و بندم همه بکشاد کنون

ساقیِ بزم خدائی درِ میخانه کشاد / صد هزاران خُمِ خمخانه بمن داد کنون

تا رخ ساقیِ ما پردهٔ عزت برداشت / طورِ هستی مرا کند ز بنیاد کنون

آنهمه باده که از جامِ صفا خورد معین / همچنان از طلبِ خویش نه استاد کنون

غزل

من نه آن رندم که از می سرگران خواهم شدن / گر نهی لب بر لبم مست آن زمان خواهم شدن

حالیا باری چو نی دم در کشیدم در فراق / چون لبت بوسم من آندم در فغان خواهم شدن

این زمان مستم ز من از غمزهٔ ساقی مپرس / چون شوم هشیار در شرح و بیان خواهم شدن

من همی گفتم چو پرسیم گویمش احوال خویش / من چه دانستم که آنگه بی زبان خواهم شدن

زورقم شد غرق تا بحر آشنائی مشکلست / یارب از گرداب حیرت بر کران خواهم شدن

بی نشان گشتم من اندر جستن آن بی نشان / عاقبت در بی نشانی بی نشان خواهم شدن

گفتمش بهر تو تا کی در جهان خواهم دوید / در طلب تا چند نزد این و آن خواهم شدن

گفت زین و آن چه جوئی جز خود زانکه من / در تنت چون جان ز پیدا کی نهان خواهم شدن

آئینهٔ هستی خود را صیقلی میزن که من / گرچه پنهانم ولی آخر عیان خواهم شدن

زاهدا از من صلاح و عافیت دیگر مجوی / زانکه من در عشق رسوای جهان خواهم شدن

گر امید دید نیستش نبود من از کنج چشم / والله از بهر سوی خلد جنان خواهم شدن

از مضیق کنه کائن کی بود دانی عبور / آنزمان کاندر فضای لامکان خواهم شدن

نقد کونین بکف گرو هست بر دامان جان / آستین افشان برون زین خاکدان خواهم شدن

ذرهٔ خاکم ولی با مهر دارم دوستی / پای کوبان تا فراز آسمان خواهم شدن

از نفخت فیه من روحی رسیده در معین / لاجرم چون روح قدسی جمله جان خواهم شدن

غزل

رسید یک نظر از شاهِ دلنواز بمن
فتاده سایهٔ آن سرو سرفراز بمن

همای قدس که بودیم سایه پرور او
هزار شکر که افگند سایه باز بمن

دلم چه فارغ از آسیب روزگار شود
رسد ز فیض تو صد گونه اهتزاز بمن

مرا که پایهٔ جاهست فوق نه طارم
ز خدمت تو رسیدست اعتزاز بمن

زمین دولت سلطان عاقبت محمود
اگر رسد چه عجب منصب ایاز بمن

چو رو بعالم غیب آورم باستقبال
عرائسِ فلک آیند پیش باز بمن

بگوئمت که بوقت ظهور سرِّ وجود
رموز عشق چه گفتند اهل راز بمن

که تا مقید قید وجوب و امکانی
نیاز روی بود ار چنانکه ناز بمن

چگونه سود توان برد از دکان که دره
قناعتست بمثقال و حرص از بمن

نشسته منتظرم تا که پرده دار جلال
بدست غیب کشاید در فراز بمن

زدوده زنگ تن از جان جان کند جلوه
حقیقت تو در آئینهٔ مجاز بمن

وفا ز عمر چه جویم که هر نفس که زدم
چنان برفت که دیگر نگشت باز بمن

بهر دمی قدمی میبرم ولی چه کنم
که عمر کوته و ره می شود دراز بمن

متاع جان و جهان می دهد بشست غم
دگر غنیمت بپایهٔ ترک و تاز بمن

هر آنچه سوخت لبیاز چنین شنیدستم
ایاسه هر که بیسوز نیم لباز بمن

بود که ختم سعادت کند بجود و احب — چنانکه فاتحه در فتح هر نماز من
سپهر با تو بسنازد معین تو رو بحق آر — مگر کند نظر لطف کارساز من

غزل

من شراب عشق را پیمانه ام ای عاشقان — آن پری را دیده ام دیوانه ام ای عاشقان
زان فسون کان لب بگوشم خواند در روز ازل — در زبانها تا ابد افسانه ام ای عاشقان
گفتمش بنمای رخ گفتا که دیدار مرا — دیده باید ورنه من پنهان نه ام ای عاشقان
من چو حسن بیشتر اندر چهره بت دیده ام — بعد ازین سر بر در بتخانه ام ای عاشقان
جذبه نور جمالش میکشد سوی خودم — گوئیا او شمع و من پروانه ام ای عاشقان
اندرین کاشانه ویرانه کی منزل کنم — من که با شاه جهان همخانه ام ای عاشقان
با دل اشکسته گفتم تو کجا او کجا — گفت او گنج است و من ویرانه ام ای عاشقان
تن چو بحر و دل صدف دلبر چو دُر پنداشتم — نی او بحر است و من دُر دانه ام ای عاشقان
تا تنم دل گشت و دل جان گشت و جان جانانه شد — نی تنم نی دل نه جان جانانه ام ای عاشقان
گر میان ما و ساقی صد هزاران پرده است — میدرانم نعره مستانه ام ای عاشقان
تا معین گشت آشنا با یار خود اندر جهان — من دگر اندر میان بیگانه ام ای عاشقان

غزل

تن چو از خاکست او را خاک می باید شدن جان ز افلاکست بر افلاک می باید شدن

گر تو خواهی ور نه در آتش بباید سوختن چون زر مغشوش او را پاک می باید شدن

در طریق عشق وادیهاست کاندر قطع آن کاهلی کی میتوان چالاک می باید شدن

ای دل از تیر قضا تا کی توان کردن حذر همچو صید بسته فتراک می باید شدن

گر عروج جان معینی بایدت بر نه فلک در رکاب خواجهٔ لولاک می باید شدن

غزل

چشمه سار دل که شد محجوب سنگ تن تیشه بردار و این خرسنگ او درهم شکن

آب حیوانست اندر ظلمت هستی تو ماهی شو خویش را در آب حیوانی فگن

وه چه سوز است اینکه ماهی می طپد از مهر آب با وجود آنکه دارد در دل دریا شکن

گر چو ماهی بر سر تابه بسوزم جای آنست زین همه آتش که افتادست اندر جان من

دل مرا در سینه میسوزد همه شب تا بروز ز آتش هجرانش چون شمعی که سوزد در لگن

لیک چون شمعی که بر بالین بیماران بود نی چو آن شمعی فروزان در میان انجمن

بلبل جانم که مینالد بدام آب و گل نوحه غم میسراید بهر مرغان چمن

چون ز باغ وصل آمد سوی زندان فراق جامی آن دارد که نالد از پی حب وطن

بلبلا تا چند مینالی درین مجلس سرای قوت از بازوی حق جو وین قفس درهم شکن

محنت هجران به یعقوب از پیراهن رسید
عاقبت هم مژدهٔ وصلت رسید از پیرهن

چون تو مرآت خدائی هر چه هست از خیر و شر
اندرین آئینه می بین زیب و شین مرد و زن

چون دل مسکین معین آئینهٔ تست ای کریم
آئینه خود را صفائی ده ز نور خویشتن

ردیف الواو

ای صدای بلبلان در صحن بستان حمد تو
وی نوای مرغ جان در باغ ایمان حمد تو

تاب خورشید شهود افتاد در قصر وجود
گفت ذرات جهان پیدا و پنهان حمد تو

قرعهٔ قسمت در آن روزی که می انداختند
نعمت آمد قسم جسم و قسمت جان حمد تو

مشکل از شکرش همین نعمت برون آیم که چون
بر زبان قاصر من گشته آسان حمد تو

گر نبودی حمد معراجی ز قصب قربت
کی شدی سر دفتر الفاظ قرآن حمد تو

حامدان گر عرش را مدح فرش ره کنند
تا اوج عزت پایه ناید بپایان حمد تو

گنگ شد مسکین معین هم خود ثنای خود بگو
بهتر آن باشد که من گویم بدینسان حمد تو

غزل

من نمیگویم انا الحق یار میگوید بگو
چون نگویم چون مرا دلدار میگوید بگو

هر چه میگفتی بمن بار بار میگفتی مگو
من نمیدانم چرا این بار میگوید بگو

آنچه نتوان گفتن اندر صومعه با زاهدان
بی تحاشی بر سر بازار میگوید بگو

سر منصوری نهان کردن نمی شد چون نشد
چون کنم بیم ریسمان هم دار میگوید بگو

گفتمش رازی که دارم با که گویم در جهان
نیست محرم با در و دیوار میگوید بگو

آتش عشق از درخت جان من زد شعله
هر چه یا موسی بگفت آن یار میگوید بگو

گفتمش من چون نیم در من مدام میدمی
من نخواهم گفتن این اسرار میگوید بگو

ای صبا گر پرسدت کز ما چه میگوید معین
این دو نی را از میان بردار میگوید بگو

غزل

نور تجلی میرسد ای طور دل صد پاره شو
ای مرغ جان اشکن قفس زین خاکدان آواره شو

بنهاد استاد ازل بنیاد این قصر ترا
بگذر ز نقش آب و گل حیران آن گلکاره شو

این هفت کوکب از فلک آتش گل تابیده
تو نور جان و دل طلب بالای هفت استاره شو

خواهی خمارت کم شود ساقی طلب جامی
در هم شکن خم و سبو اندر پی خماره شو

در کوی بدنامی همی اسپند شد با دلبری
از غیرت ناموس من گو صد هزاران پاره شو

گفتی چه بیچاره شوی آنکه ترا چاره کنم
والله که بیچاره شدم بیچارگان را چاره شو

تا چند در مهد زمین چون کودکان باشی معین
بر چین بساط ماه و طین فارسته از گهواره شو

غزل

آئینه وجودم چون گشت منظر تو
گرچه نبود قابل شد خوب جلوه گر تو

خورشید بودمی من آئینہ از آمین | گشتم چو ماہ روشن اندر برابر تو

هر جا کہ رخ کشودم حسن تو مینمودم | هر قید و از وجودم چون گشت مظهر تو

گفتم ز خود خبر کن گفتار خود گذر کن | وانگه بخود نظر کن تا کیست در بر تو

بگذر معین ز کثرت اندر مقام وحدت | آن شاد تلخ عشرت بنهاد بر سر تو

غزل

بیا در بزم او آن یکی حرفی ز من بشنو | وزان اسرار او حرفی یکی طرز سخن بشنو

اگر اسرار وحدت را ز من یا ز سنیدای | تو گوش هوش خود بگشای تسبیحات در من بشنو

برافگن نور ظلمت را ز ره بردار کثرت را | پس انگه سر وحدت را تو هم از خویشتن بشنو

نیاز عاشقان و ناز معشوقان چه میپرسی | زبان چون سوسنی گنگست از غنچه دهن بشنو

گهی کز شوق بی عالم خبر کی دارم از عالم | رخی بر خاک میمالم که ایجان و ردتن بشنو

جوابی میرسد هردم بگوش من از آن عالم | که من راز تو بشنیدم تو اکنون راز من بشنو

معین درکش همی باقی نه لب بگشای | پس انگه درد مشتاقی از آن خوب ختن بشنو

غزل

نعلین ز پا بفگن و بر عرش معلا رو | آنجا کہ یکہ جا نبود بی جا شو و تنها رو

القیلہ نواز بحری هر چند بخد استفتی | گر سر بفلک سائی هم جانب دریا رو

مرغ دل هر زاهد تا باغ جنان پرّد | ای دل تو از آن بگذر بر قبهٔ اعلا رو
مانند جعل تا کی بر هر حدثی پری | چون بال و پری داری بر پر سوی بالا رو
ای بی ادب مسکین زافعال چه میجوئی | تعلیم خدا خواهی در مکتب اسما رو
گفتی که بهر راز من پنهانست نمی یابم | زان راه که میدانی اندر دل شبها رو
چون جانب ما آئی هم راهبرت مائیم | همراه مجو جز ما چون میروی با ما رو
این قید حدوث از پا بردار معین یکبار | زان ره که رسیدستی هم در پی خود وا رو

غزل

در آئینهٔ جانم بنمود خیال تو | بگسیخت دل از عالم از شوق جمال تو
من محنت هجران را امروز خریدارم | سرمایهٔ سود من سودای وصال تو
دیوان مراد ما از عرش فزون باشد | زان موصفت خود را بستیم ببال تو
از خون دل عاشق مینوش بجای می | در مذهب عشق آمد این باده حلال تو
ناقص نشود کامل هرگز بکمال خود | بگذر ز کمال خود اینست کمال تو
در صدر وصال آرد عشاق معینی را | ره نیست روا باشد در صف نعال تو

غزل

از مطلع دل زد علم یک لمعه از رخسار او | شد ذرّه ذرّه هستیم در پردهٔ انوار او
یا آنکه ذرات تنم هر یک هزاران دیده شد | یک ذره هم دیده نشد از پرتو رخسار او

حسنش چو آید جلوه گر طاقت نیارد چشم سر
از دیدهٔ دل کن نظر تا بنگری دیدار او

عشقش نهال باغ جان میوهٔ وصال جان فزا
تو بر نخواهی خورد ازان هم اوست برخوردار او

بگذر ز کوی آب و گل در رو بقصر جان و دل
با سر خود بین متصل سری که هم از اسرار او

عاشق ز راه معرفت بگذشته از فعل و صفت
وین عاقل غافل صفت سرگشته در آثار او

اظهار حسن دلبری می بین ز هر سو یکسری
پیداست در هر مظهری آن حسن وین اظهار او

منصور کی بود آن زمان کاواز انا الحق زد [illegible]
زنهار غیر حق مدان و یار اندر دار او

گویند یار یار شو تا چند باشی یار خود
نی نی که یار خویش شو تا چند باشی یار او

پر شد جهان یکسر از و شد نیک و بد منظر او
مومن از و کافر از و در قید تو زنار او

خواهد کند در خود نظر آئینه سازد از بشر
بازش کند زیر و زبر چیزی که هم اندر کار او

در ظلمت آباد عدم یک شعله ز انوار قدم
در هر دلی کو زد علم ازان جهان بنمود اقرار او

در پردهٔ آتش بگر حسن تو آمد جلوه گر
پیر مغان کرد آن نظر کس چون کند انکار او

ترسا سویت بشتافته بوی از چلیپا یافته
زلف تو بر هم تافته آن حلقهٔ زنار او

مسکین معین در یک غزل بنمود اسرار ازل
بشنو کلام لم یزل در کسوت گفتار او

غزل

ای مستی [illegible] ز نور وجود ذات او
[illegible] مست شد دریای جود او

در جنب آفتاب کجا ذره را بقاست　　اندر جوار سایه نماید وجود او

تا ور در چون صدف گهر وصل او بکف　　تا دل نگشت غرقه بحر شهود او

زآئینه دلست نمودار حسن دوست　　زنگ وجود تست حجاب نمود او

کو شعله ز عشق که در جان خود زنم　　تا وا رهم ز ظلمت هستی و دود او

عاقل چه پی برد که فنا مایه بقاست　　و اندر زیان عقل نهادند سود او

از تار عنکبوت چه پروا همای را　　وا نیست بهر صید مگس تار و پود او

بینی چه جان ز قید حوادث بدر پرد　　بر ذروه دنی فتدلی صعود او

از روح خاص خویش چو مسیحی آدمی　　ور نه کجا ملائکه کردی سجود او

از گنج عشق برده جهان مایه این عجب　　کاندر دو کون یافت نه هیچ از نقود او

باشد جهان ما نه غم عشق خویش معین　　تا چند غم خوری که زبود و نبود او

ردیف الیاء

پیش از آن کاستاده فطرت نقش دنیا ریخته　　پایه قدرت فراز کون و امکان ساخته

قالب آدم چو از خواب عدم برداشته　　خاک پایت طوطیای دیده جان ساخته

همچو بسم الله بر منشور قرآن خدا　　تا قیامت همچنان مانند عنوان ساخته

اندران عنوان ز رحمت کرده نام ایزدی　　جسم و جانت رحمت بر انس و بر جان ساخته

دشمنان از کین تو بر نار حرمان سوخته
دوستان از مهر تو با نور ایمان ساخته

شهسوارا دولتت چونکه در میدان چرخ
عشق از بدر و هلالت گوی چوگان ساخته

خواجهٔ عالم تو بودی لاجرم تمامی جمع
از برایت چتر و طاق هفت ایوان ساخته

دُر وحدت را که هیچ بی شبه در بحر قدم
حق درون حقهٔ جسم تو پنهان ساخته

از برای ما حضر پیش گدایانت خدا
هشت جنت با هزاران حور و غلمان ساخته

راه جنت گرچه دشوار است پیش دیگران
بر گنهگاران این امت چه آسان ساخته

نار نمرودی بر ابراهیم گر شد گلستان
آتش دوزخ بر این امت گلستان ساخته

بهر فرزند خلیل ار گوسفند آمد فدا
بهر این امت فدا از نوع انسان ساخته

گوهر وصلش نقد هر دو عالم میخرند
لیکن از بهر گدایان تو ارزان ساخته

یا رسول الله بحال عاصیان کن یک نظر
تا شود زان یک نظر کار فقیران ساخته

رحمة للعالمینی بر معینی رحم کن
کز جهالت خویش را محکوم شیطان ساخته

غزل

ای کوس دولت تو بملک بقا زده
عشقت علم بسینهٔ هر یک بپا زده

آئینه دار طلعت تو بوده آفتاب
خرگاه زر طناب از آن بر فلک زده

مه لاف حسن زد بفلک لاجرم شکاف
از تیغ سیاست تو آن بر فلک زده

خود میدمی در دل از آن میر زد ام از زبان
چون جلوهٔ آهنگران کز ضرب تیشه دم ریخته

در تافت خورشید یقین از مطلع جان معین
والله که فیضی اینچنین بر هر دلی کم ریخته

غزل

جانیکه بذاقش مزهٔ عشق مزیده
از لطف گریزان شده و قهر خریده

در قید تعلق نتوان داشت بصد بند
مرغیکه ز دام سر زلف تو پریده

سالک که در اول قدم این ره نشد خطری
ره رفته بسی لیکن بجائی نرسیده

از گلبن عشقم خار ستم خورده ننالید
آن دیده که در گلشن جان غنچه تو دیده

جانم چو گل از غنچه برون آید از آن باد
گو وقت سحر پرده ز روی تو کشیده

گو محرم جان تا ز دل آرم بزبانش
آن نکته که گوشم ز لب عشق شنیده

دریای کرم موج محبت زده صد بار
دُر ها همه در رشتهٔ جان تو کشیده

دانی که بجنبش چه بود لولوی منشور
آن دانهٔ اشکیکه ز چشم تو چکیده

از بزم الست آمده سرمست معینی
زان جرعه که جانش ز می عشق چشیده

ردیف الیاء

اگر بچشم حقیقت وجود خود بینی
قیام جملهٔ اشیا بود خود بینی

وجود مثبت نار موسوی گردد
اگر برون کنی از سر تو دود خود بینی

توقعر لجۂ توحید دُرِ عشق بر آر | کہ گنج مخفی حق را نقود خود بینے

بقصر عشق ترا پایہ از سر حد است | کہ تخت ہر دو جہان را فروتر خود بینے
تو چون فرشتہ نظر بر جمال دوست گمار | نہ چون لعین کہ ہمین در سجود خود بینے
ازین حضیض دنائت چو بگذری شاید | کہ تا دنی فتدلی صعود خود بینی
بیا ز خانہ برون آ و نور دوست نگر | تو چند شیشۂ سرخ و کبود خود بینی
اگر ز آئینہ زنگ حدوث بزدائی | جمال شاہد حق در شہود خود بینی
بہ بند دیدۂ اغیار تا ز عین عیان | وجود دوست چو جان در وجود خود بینے
بیا بزم گدایان شہ نشان خود نیست | کہ تا نتیجۂ احسان و جود خود بینی
در آن مجلس مسکین معین شو زیدہ | کہ نقل و بادہ ز گفت و شنود خود بینی

غزل

گوہر عشق ہمچو در چشمۂ تن می طلبے | دل چو دریا کن اگر دُر عدن ہم طلبی
چہ روی دشت و بیابان ختن آہوی تتار | زلف او بوی اگر مشک ختن می طلبی
باز عشقی تو درین دام گہ آرام مجوی | سوی او باز پر از زانکہ وطن می طلبی
نکتۂ جستم از ان منطق شیرین بسوال | گفت بنگر کہ کلامم بسخن می طلبی
من بجانم نہ دلم نی بدہ تم چند مرا | گہ ز جان گاہ ز دل گہ ز بدن می طلبی

بر سر عرش دیدم که بگو یار کجاست — گفت با تست شب و روز چه می طلبی

عاقبت پرده بر افگند که های شیرازی — جام می گیر اگر شرم شکن می طلبی

گیر در دار بقا جبل انا الحق در دست — چند در دیر فنا دار و رسن می طلبی

عندلیب چمن عشق شو ای طائر قدس — گر تماشای گل و صحن چمن می طلبی

خانه خالی کن از اغیار و بجو یار معین — کین محالست که ضدین معا می طلبی

غزل

چو از جمال نقاب بطون بر اندازی — دهان ظهور وجود مرا عدم سازی

ز نور حسن چو رخسار شمع آرائی — کمین ملامت پروانه بجان بازی

نقوش مهر تو از مهر دل نخواهد رفت — اگر در آتش عشقم چو موم بگدازی

چو چنگ میکشیم این گوشمال خم فراق — مرادم آنکه ببزم وصال بنوازی

سپاه درد و بلا صف کشند از چپ و راست — نقاب با علم عشق چون برافرازی

همین دلست که آئینه است در دستش — گهی چو گوی بهر جانبی که می تازی

ولی بطالع هر دو جهان چو رخت بربستند — تو خواه آئینه سازی و خواه گو بازی

هر آئینه که تو عکس جمال خود بینی — اگر در آئینه دل تجلی اندازی

رموز عشق معین از تو با تو میگوید — چرا که محرم خویش همدم و هم آوازی

عجب راز دل خود نمیتوانم گفت	تو راز من شنوی به که محرم رازی
معین بیکنظر از خاک برگرفته است	بدان امید که باز از نظر نیندازی

غزل

ایکه اندر عین پیدائی نهانی کیستی	هر چه در فهم و گمان آید نه آنی کیستی
جمله اشیا ز حد وصف شد معلوم خلق	ایکه بیرون از حد وصف و بیانی کیستی
ایکه در هر مظهری نوعی ظهوری کرده	در لباس جمله اعیان عیانی کیستی
نی بدن از تو خبر دارد نه جان از تو اثر	تو چو جان از بسکه پیدائی نهانی کیستی
ایکه همچو شهد و شیر اندر رگ جانی روان	جان شیرین منی با جان جانی کیستی
منزل بی یسمع و بی ینطق به عالم در زدی	ایکه سمع و نطق هر گوش و زبانی کیستی
جمله ذرات جهان هر یک نشان ذات تست	با وجود این نشانها بی نشانی کیستی
در فراق آزاریش دردمندانی ولیک	در وصال آرام جان عاشقانی کیستی
جام شش سوی جهان از عکس رویت شکست	تو برون از شش سوی و کون و مکانی کیستی
من بجست و جوی تو هر دم روم دیوانه وار	وی عجب با هر سوی هر دم با من روانی کیستی
با معینی گفت هر سو تا بکی خواهی دوید	هم نشین خود چو هر چه بخواهی تا بدانی کیستی

غزل

تو مظهر لمعات جمال معبودی
ولی دریغ که زآئینه زنگ بزدودی

درخت هستیت از نار عشق پاک بسوز
که تا تمام نسوزی مقید دودی

چو مفردان مجرد ز پردها بدر آئی
چو بیدگان چه گرفتار تار و پودی

زیان و سود چو در دست اختیار تو نیست
زیانِ تو هم ازان شد که طالب سودی

عدم وجود بگردد که در حقیقت حال
مجاز بر تو نهادند نام موجودی

سحر ببام فلک طبل عشق میکوبند
چه شد که یک سحر آواز طبل نشنودی

درآ بعرصهٔ میدان که در بدایت حال
ز جملهٔ منتهیان گوی عشق بربودی

تو قدر خود به ازین دان که در موائد فضل
همه طفیل تو اند و توئی که مقصودی

هنوز آدم و عالم نبود نام و نشان
که در سراچهٔ وحدت جلیس حق بودی

ملک بسجدهٔ آدم قیام ننمودی
اگر عیان نه بدیدی جمال معبودی

شهید عشق شو ایدل که نزد اهل شهود
یکی ست مرتبهٔ شاهدی و مشهودی

اگر بکوه رسد قطرهٔ رود از جاے
ز باده که بیابید دریغ بیهودی

کدام باده قوی تر ازین تواند بود
که حسن خویش بما بیحجاب بنمودی

نه ذره ذره شنو نعرهای منصوری
کنون که از رخ تابان نقاب بگشودی

هلاک من ز تو و اجتناب از تو محال
مریض عشق ندارد امید بهبودی

هزار بار کشیدم هزار بار غمت ٭ تو بار دیگر و بار دگر بیفزودی

ز بار عشق ننالد معین ولی خودگوی ٭ که پشه چند کشد بار پیل محمودی

غزل

بخدا غیر خدا در دو جهان نیست کسی ٭ صد دلیلست ولی واقف از آن نیست کسی

نکته سر محبت چو نهان از من و تست ٭ لاجرم در صدد شرح و بیان نیست کسی

مسند عزت و خلوتگه وحدت خالیست ٭ از ازل تا به ابد درخور آن نیست کسی

لاجرم عاشق و معشوق ز خود ساخت پدید ٭ تا که بروی بجز از وی نگران نیست کسی

اینهمه زمزمه کز سینه خود میشنوی ٭ تو چه گوئی که درین خانه نهان نیست کسی

زنده دل را چه غم از رفتن جان از بدن ٭ زانکه دل زنده باین روح روان نیست کسی

دل و جان عاریتیم گر برود عمر تو باد ٭ آبحیات دل من غیر تو جان نیست کسی

دعوی عشق درین معرکه هرگز نکند ٭ اگر از جان و دل خویش بجان نیست کسی

بار عشق تو معینی بدل و جان بکشد ٭ که هوادار تو تنها بزبان نیست کسی

غزل

اگر ز هستی خود چشم دل فراز کنی ٭ نخست دیده بدیدار دوست باز کنی

دمی ز هستی خود بگذری به از صد سال ٭ که روز روزه بداری و شب نماز کنی

چو سرو دست طمع گر کنی از خود کوتاه
سزد که پای درین انجمن دراز کنی

بلندیت بتواضع نهاده اند مگیر
تو خویش را نتوانی که سرفراز کنی

ز کعبتینِ فلک نقدِ جان نخواهی برد
چو عرض شعبده با چرخ حقه باز کنی

بناز کی برسی بمنزل مقصود
مگر سلوک رهش از سر نیاز کنی

گرت بناز براند مرو که آخر کار
بصد نیاز بخواند ترا و ناز کنی

ز بندگی بنشینی بتخت سلطانی
اگر تو خدمت محمود چون ایاز کنی

غزل

مرا ای ساقی وحدت بده از جرعه‌ای زان می
که هر دم از همه هویش برآید از دلم هی

مگر انجم چه بیهوشی چو می در روی مینا ریز
نگوایی که چه مینالی چو هم خم و مستی در وی

چه بادست این نمیدانم که جام دل بکف گیرم
چنان از رنگ صافی شد که دیدم یار را در وی

بدیدم دلبری چون مه شدم از حسن او واله
مرا در بر کشید آنگه که از من هیچ باقی

مقاماتی بدیدم من حکایاتی شنیدم من
بجائی من رسیدم من که کس آنجا نبرده پی

ز عقل خود برون رفتم بیا از جنون رفتم
بمیخانه درون رفتم بدیدم خم‌ها پر می

روان یک جرعه بر کردم بیاد لعل خوبانی
فنا از خویش گشتم من بقائی یافتم زان می

نه عصیان ماند نی طاعت شدم محو اندران ساعت
چنان گشتم در آن حالت که رو می سر گشتم در وی

معینی بس کن این دعوی که در دیوان [illegible] — بشو تا ز دفتر معنی نگردی یک ورق باطل

غزل

گهی که از رخ تابان نقاب لطف گشایی — ز عاشقان به نگاهی هزار دل بربایی

بیا ز باده برون کن رخ و حله پرده برافکن — که نیست سوختگان را دگر شکیب جدایی

چگونه صبر توان کرد در فراق جمالت — که هر زمان بدلم صد هزار بار درآیی

بیک حجاب که برداشتی دلم بربودی — جهان نماند و جان هم اگر جمال نمایی

درآ بمجلس مستان و [illegible] آنجا — که جرعه‌ای بچه ریزند از شراب خدایی

چه جرعه خواری مستان حق نصیب تو آید — ز هر حجاب که باشد تمام خود بدرآیی

بنیم جرعه [illegible] زند هزار انا الحق — خموش باش معینی اگر نه خود تو کجایی

غزل

دلا چه محرم آن دلبر یگانه توئی — قضا چو تیر بلا میزند نشانه توئی

دگر فشرد کانون عشق آتش شوق — شراره که برنزد از آن زبانه توئی

تنم چو دائره و نقطه درمیانه دلم — دلم چو دائره و نقطه درمیانه توئی

بگفتم از چه بهانه تو در حجابی گفت — وجود تست حجاب من و بهانه توئی

همای عشق بدام حدوث کی گنجد — چو مرغ خانگی در قید آب و دانه توئی

چو حلقه منتظری بر در و نمیدانی | که طالب خود می در درون خانهٔ توئی

معین بر آی بمنبر بگوی نکتهٔ عشق
که بلبل چمن عشق در زمانهٔ توئی

خاتمة الطبع

بر ضمیر منیر مهر نظیر ارباب چند و شوق و خاطر خطیر اصحاب حال و ذوق واضح و لایح باد که درین زمان تقدس نشان دیوان معرفت تبیان قطب سپهر عرفان شیخ الموحدین افصح المتکلمین سلطان العارفین معین الملة و الدین حضرت خواجه معین الدین چشتی رح تیمنا و تبرکا برای افاده طالبین و افاضه راغبین در مطبع جناب منشی نولکشور صاحب سی آئی ای مالک اوده اخبار سابق ازین چند بار طبع شده بود الحال در شاخ مطبع موصوف واقع کانپور بماه جون ۱۸۹۳ء بار دوم منطبع شد

خالق تمکین و مکان و فضل صانع زمین و زمان
دیوان ظفر
مطبع فیض عام دہلی میں [illegible] طبع مقبول جہان ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدور کسکو حمد خدائے جلیل کا
اسجائے بنیربان ہے دہن قال و قیل کا

پانی مین اوسنی راہبری کی کلیم کی
آتش مین وہ ہوا چمن آرا خلیل کا

اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا
لشکر تباہ کعبہ پہ اصحاب فیل کا

پیدا کیا وہ اُس نے بشر عوج بن عنق
پل جسکی ساق پا سے بنا رود نیل کا

پہرتا ہے اُس کے حکم سے گردون پر آمدن
چلتا ہے یہان عمل کوئی جر ثقیل کا

بلوایا اپنے دوست کو اُسنی وہان جہان
مقدور پر زدن نہوا جبرئیل کا

کیا پائے کنہ ذات کو اُوسکی کوئی ظفر
وہان عقل کا نہ دخل نہ ہرگز دلیل کا

فردہ ایدل کہ میرے پاس وہ یار آویگا
خاک راہ اُسکی بنون گا وہ سوار آویگا

اسلیئے صید گہ عشق مین ہم صید رہے
کہ کبھی صید فگن پھر بشکار آویگا

دیکھ ایدل تو نہ پی جام محبت کی شراب
بے مزہ ہو دیگا جس وقت خمار آویگا

دم لبون پہ مرا آج تجھے آنا ہے
مجکو کیا گرچہ پس از مرگ ہزار آویگا

توجو آئینہ صفت غیر سے ہوجائیگا صاف
تیری جانب سے مرے دلمین غبار آویگا

یہ نہین بک ہے گلہ کہنا نہین کوئی ہمین
کتنیان ہو لین گے جب روز شمار آویگا

بکیا ایک ہی بار ایمین دل اپنا
ہوگیا کرا دیکھنے جب سے کہ یار آوے گا
یار دیوینے پر دورسے بار پناہ
ہم تم اُس کا بنا او سکا ہے ہزار پناہ
تیرے انداز کا ہے دام بلا طرہ پنا
تیرا اقرار پنا ہے تیرا انکار پنا
تیری ہان مین ہی نہین اور نہین سے ہان
روز ایک نیا ایک اُسمین گرفتار ہے پنا

۲

کیسے بیدرد و دل آزار کو دل بیچ دیا
روز ہے درد و نیا روز ایک آزار نیا
کیا قیامت ہے ستمگار تیری طرز خرام

ہاں کرتے ... قدم ہوا پر نہ ہوا | اور تربیہ سے ترے ظالم نہ ہوا پر نہ ہوا

سنکر احوال جگر سوز غریب عاشق کا
ہائے افسوس تجھے غم نہ ہوا پر نہ ہوا

کشتۂ ناز کے افسوس جنازہ پہ ذرا
چشم پر آب تو اک دم نہ ہوا پر نہ ہوا

چارہ گر کی نہین تقصیر بہت کی تدبیر
کارگر زخم پہ مرہم نہ ہوا پر نہ ہوا

سنکے نالون کو مرے ہو گئے پتھر پانی
سر مژگان بھی ترا نم نہ ہوا پر نہ ہوا

منل نے آگیا دم ناکھین اپنا لیکن
یار اپنا کبھی ہمدم نہ ہوا پر نہ ہوا

میری جانب سے پڑی گرہ دلمین تیرے
سست پیمان ترا محکم نہ ہوا پر نہ ہوا

ہون وہ آزادہ کہ جون سرو کسیکی خاطر
قد تعظیم مرا خم نہ ہوا پر نہ ہوا

رات ہمسایون نے اوٹھ اوٹھ کے دعائین
شور و نالہ مرا مدہم نہ ہوا پر نہ ہوا

تہد کی صانع قدرت نے دی تیرا سا
کسی مخلوق پہ عالم نہ ہوا پر نہ ہوا

کھلکھلا کے ہنسے گلشن مین ہزارون غنچہ
دل ہمارا خوش و خرم نہ ہوا پر نہ ہوا

اے ظفر دیکھئے عقبے مین کیا حال اپنا
چین دنیا مین تو اک دم نہ ہوا پر نہ ہوا

آیا نہ اگر نامہ و پیغام کسی کا
آخر ہے کوئی روز مین یہان کام کسیکا

مین جان تو ہم غیر کو دو بوسہ ستم ہے
لیجائے کوئی اور ہوا نام کسیکا

اس چشم کی گردش سے ہوا کیونکر نہ برباد
گھر چھوڑ رہے ہے کب گردش ایام کسیکا

وہ کرتے ہین آرام سدا غیر کے گھر مین
کیا کام اونہین جائے ہو آرام کسیکا

شب ہالۂ مہ رشک سے گرد و پیش نہ نکلا
چھلا جو پڑا دیکھا لب بام کسیکا

ساقی نہ کھلا بھید کہ اندھا ہے فلک کیون
مدت سے اوندھا ہوا ایس خام کسیکا

جو ہے وہ مرے نام سے ہی عشق مین آگاہ
بدنام ظفر ہے نہ غرض نام کسیکا

ہنسے دنیا مین آکے کیا دیکھا
دیکھا جو کچھ سو خواب سا دیکھا

ہے تو انسان خاک کا پتلا
ولیکن پانی کا بلبلا دیکھا

خوب دیکھا جہان ...
ایک جیسا نہ دوسرا دیکھا
ایک دم پر ہوا نہ باندھ حباب
ایک دم بھر مین ہوا دیکھا
سر و دم ... بیابان سے ...
دم نہ اس نگاہ سے ... دیکھا
... قضا و ... دیکھا
... ناوک ... تیر سے
... کا ... بلا دیکھا
... مین آ دیکھا

۳

اب نہ وہ سکے ظفر کیکو دل
کہ جسے دیکھا سو بیوفا دیکھا

ڈالے ہوئے گردن جو مرا نامہ برآیا
کچھ مطلب دل یار کا معلوم کرآیا

صورت ... بتون کی کچھ اللہ کی قدرت
ہر جلوہ مین اک اور ہی جلوہ نظر آیا

گر فکر مین ہو راہ کے تو توشہ کا کر فکر
اے غافل نزدیک ہے روز سفر آیا

باندھی تیرے ہاتھوں میں جو گل غیر نے مہندی | آنکھوں میں مرے دیکھے لہو اوتر آیا
ٹوٹیگا پڑا خاک کے بستر پہ وہ تا حشر | آرام کی گھڑی کو جو بستی میں وہ سر آیا
کیا حرف زبان پہ تیرے آیا تھا کہ اے شمع | گلگیر تیرے سر پہ جو منہہ کھولا آیا
کیا جانے بنی قیس پہ کیا دشت جنوں میں | جو خاک بسر آج بگولہ نظر آیا
اک ہم ہی نہیں بیخبر آئے جہان میں | جو آیا جہان میں ہے سو وہ بیخبر آیا

غزلیات

میں شرم سے عصیان کے ہوا سر بگریبان
جسوقت خیال آیا ادہر کا ظفر آیا

ظفر

چشم میں دنبالہ دیکھہ اُس بت گمراہ کا | مست آہو منہہ میں کیا تپ لئی ہے گاہ گاہ
کونسی مسکین کی عورت ہے فرشتوں میں ہے دوم | دیکھکر مینا فلک کا اور ساغر ماہ کا
خال کا جل سمجھو اُس زنخدان کے قریب | آگیا ہے ہاتھہ زنگی کے کنارہ چاہ کا
کہکشان کا خط نہیں ہے صاف آتا ہی نظر | عکس فانوس فلک میں ہے شمع آہ کا
منزل الفت میں غم کو میں جدا کیونکر کرون | مجھکو ہے اسکا سہارا یہ توشہ راہ کا
اُسکی دندان پر نہیں ہے مسی کے دیکھنا | بے قلم کیا جا بجا ہے لکھا اسم اللہ کا

رتبہ عالی سے اسکی آسمان بھی پست ہے
اے ظفر جو خاک پا ہی فخر عالی جاہ کا

خوشی خوشی ہے جو خط نامبر لے آیا | یہ کچھہ نہ کچھہ ہے خوشی کی خبر لئے آیا
ممانعت نہ کر اتنی خدا سے ڈر ظالم | ہمیں ہے شوق تیرا تیرے گھر لے آیا
قدم رکھی ہے وہی عاشقی کے میدان میں | کہ جو ہتیلی پہ ہے اپنا سر لئے آیا
جب اشک آتا ہے مژگان تلک بھر کے لہو | تو ساتھہ اپنے لخت جگر لئے آیا
ہزار آنکھو وہ کھینچتے ہیں پر اون کو | مرا ہے جذبۂ دل کھینچکر لئے آیا
بچے کب اُس بت صیاد وش سے طائر دل | کہ دام دوش پر ہے زلف کو لئے آیا
کہاں وہ جاوین کہ میرے نظر سے ہو غائب | تصور انکو ہے زیر نظر لئے آیا
جو آتا ہے تیرے مژگان کا ذکر تھا ہی | مرے لئے ہے ایک نشتر لے آیا

ظفر ہے واسطے ہر طفل کے مہیا شیر
کہ رزق ہو ساتھہ اپنے لئے شیر آیا
[illegible]

۲

[illegible]

خاک ہوکر بگولے کیطرح چلین یہین
حج اکبر ہو جیسے کعبہ دل سے حاصل
جائیگا جبکہ نہ خاک تر اسوختہ جان

حال ابتر ہے یہ کچھ تیرے ہوا خواہ کا ہوئگا
ہو خیال اُسکو بھلا کسلئے درگاہ کا ہوئگا
گرم ہو جائیگا پانی وہین سب چاہ کا ہوئگا

اسے ظفر ولسے ہو مین خاک رہِ فخر الدین
معتقد مین نہ گدا و لگا ہون نہ شاہ ہوئگا

کیا وصفِ جبین مین کہون اُس ماہ جبین کا
یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا
یا مشتری و زہرہ یا مہرِ درخشان ہے
یا تختہ بلورین ہے کہ سے لوح سیمین

اک تختہ سراسر ہے وہ فردوس برین کا
یا صفحۂ رخسار کسی شوخ جبین کا
یا جلوہ پر نور ہے یا ماہ مبین کا
یا صفحہ سادہ کسی الماس نگین کا

کیا زور زمین شعر کی یہ تو نے نکالی
ہے وصفِ ظفر اسمین بیان اوسکی جبین کا

یہین دیکھ یہ بہتر ستانا کسی کا
عزیزو مرے آگے ذکر کر دل ہے
مجھے یاد آتا ہے عرش ہین کچھ یارو
کبھو تو سنا کر دو ذرا گوش دل سی
مجھے یاد کر کے آنسو بہاتا
نسمجھا تو ناصح کہ مدت سے مین ہون
ہو و گیا دل تیر مژگان بن اوسکی
سنانا کرو میری جانب سے اب تم

کڑھانا کسیکا کڑھانا کسیکا
نہ لانا کسیکا نہ لانا کسیکا
رولانا کسیکا رولانا کسیکا
فسانہ کسیکا فسانہ کسیکا
بہانہ کسیکا بہانہ کسیکا
دوانہ کسیکا دوانہ کسیکا
نشانہ کسیکا نشانہ کسیکا
لگانا کسیکا لگانا کسیکا

قوافی بدلکر ظفر پڑھ غزل تو
رہے تانہ آگے ٹھکانا کسیکا

۵

دیگر

نہین عشق اسکا تو اپنح ہمین کہ قرار و شکیب ذرا نہ رہا
غم عشق تو اپنا رفیق رہا کوئی اور بلا سے رہا نہ رہا

مطلع ثانی

دیا اپنی خودیکو جو ہمنے اوٹھا پردہ سا بیچ مین تھا نہ رہا
رہے پردہ مین اب نہ وہ پردہ نشین کوئے دوسرا اسکے سوا نہ رہا
نہی حال کی جب ہمین اپنی خبر رہی دیکھتے اورونکی عیب و ہنر
پڑی اپنے برائیون پر جو نظر تو نگاہ مین کوئی بُرا نہ رہا
ترے زلف رخ کے خیال مین کونسے دن اوٹھی نہ فتنہ روز جزاء
تری زلف کے دہیان مین کونسی شب مرے سر پہ ہجوم بلا نہ رہا
ہمین ساغر بادہ کے دینے مین کرے دیر جو ساقی تو ہائے غضب
کہ یہ عہد نشاط یہ دور طرب نہ رہیگا جہان مین سدا نہ رہا
گئے روز مین آج وہ مہ لقا ہوا آکے جو سامنے جلوہ نما
مجھے صبر و قرار ذرا نہ رہا اُسے پاس حجاب ذرا نہ رہا
ترے تیغ و خنجر کی آب رواں ہوئی جبکہ سبیل ستم رواں
گئے کتنے ہی قافلہ خشک زبان کوئی تشنہ آب لقا نہ رہا
مجھے صاف بتائے نگار اگر تو یہ پوچھون مین رو رو کے خون جگر
ملے پاؤن سے کسکی ہین دیدہ تر کف پا جو رنگ حنا نہ رہا
اسے چاہا تہا مین نے کہ روک رکھون مرے جان بھی جائے تو جانے ندون
کیا فریب لاکھ کڑوڑا فسون مگر وہ نہ رہا نہ رہا نہ رہا
لگی یون تو ہزار دن ہی تیر ستم کہ تڑپتے رہے پڑے خاک پہ ہم
ولے ناز و کرشمہ کی تیغ دودم لگی ایسی کہ تسمہ لگا نہ رہا
ظفر آدمی اوسکو نجانئے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش مین یاد خدا نہ رہی جسے طیش مین خوف خدا نہ رہا

کسیکو ہمنے یہان اپنا نہ پایا
جب آئے پایا اور سے بیگانہ پایا
کہان ڈہونڈا اور سے یگانہ پایا
[illegible] ڈہونڈنے والا نہ پایا
ہلال عید کو سرگردون ہم نے پایا
[illegible] سرکش [illegible]
[illegible] صرصر
اور آگرا فشان صرصر نہ پایا
کیا صاف استقلال نہ پایا

٧

اوسے پانا نہین آسان کہ ہمنے
نہ جبتک آپ کو کہویا نہ پایا
دوا [illegible] درد دل مین کس سے پوچہون
طبیب عشق کو ڈہونڈا نہ پایا
گریبان چاک کیا کہ سینہ مین جی
جنون کے ہاتہ سے ٹانکا نہ پایا
پہا [illegible] عیش دم [illegible]
چمن مین [illegible] اک [illegible] نہ پایا

کہوں کیا رنگ اُس گل کا اہاہاہا ہا
ہوا رنگین چمن سارا اہاہاہا اہاہاہا

چمک چہرے کی ہے وہ کس کس قدر لیسی اگر دیکھو
پری لینا ہو ہمین کیا کیا اہاہا اہاہاہا

خدا جانے حلاوت کیا تھی اب تیغ قاتل مین
لب ہر زخم ہے گویا اہا اہاہا اہاہا

شرار و برق مین کیا فرق مین سمجھوں کہ دونو مین
ہے اک شعلہ بھبھوکا سا اہاہاہا اہاہاہا

ملا کر دو آنکھین ساقی کا کہ جام عشق سے مجکو
دیا گھونٹ اوسنے اک ایسا اہاہاہا اہاہاہا

مری صورت پرستی ہے کہو ہمنین کیا
کہ اس صورت مین ہو کیا کیا اہاہاہا اہاہاہا

ظفر عالم کہون کیا مین طبیعت کی روانی کا
کہ ہے اُمڈا ہوا دریا اہاہاہا اہاہاہا

ہمنے شبدیز قلم کو اپنے جب جولان کیا
ملک معنی کا قلمرو یک قلم میدان کیا

جون شرار سنگ ہمکو عشق کی گرمی نے آہ
دفعتًا پیدا کیا پہر دفعتًا پنہان کیا

دیکھ غافل صانع قدرت کی تو صنعت گری
ایکمشت خاک کو کیا صورت انسان کیا

بار عصیان لے چلے دنیا سے رکھکر سر پہ ہم
کیا کہین اپنے سفر کا ہمنے کیا سامان کیا

وصف کس کے عارض روشن کا لکھا جائیگا
صفحہ اپنا چرخ نے جو شبکو یون افشان کیا

ملگئے خاک مین کیا کیا صورتین ؛
چشم نقش پا کو حسن نے حیران کیا

اے غفلت پر ظفر جائے تاسف ہے کہ آہ
ہمنے سب کچھ جانکر جو آپ کو نادان کیا

یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا
یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتو نے
کیون خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا

خاکسار کے لئے گرچہ بنایا تھا مجھے
کاش خاک در جانانہ بنایا ہوتا

تشنہٴ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھکو
عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا

دل صدچاک بنایا تو بلا سے لیکن
زلف مشکین کا تیری شانہ بنایا ہوتا

صوفیون کی جو نہ تھا لائق صحبت تو مجھے
قابل جلسہ رندانہ بنایا ہوتا

تھا جلانا ہی اگر دوری ساقی مجھے
تو چراغ در میخانہ بنایا ہوتا

9

اودہر وہ کہاتا ہوا اولین پیچ و تاب آیا
خیال کسکا سما ہے دیدہ و دل مین
نہ دن کو چین ہے اور نہ شبکو خواب آیا
تمہارے نقش کف پا کے بوسہ لینے کو
زمین پر سایہ کی مانند آفتاب آیا
وہ رخ صفا سے آئینہ رو برو جس کے
جب آیا شرم سے پانی ہوکے عرق آب آیا
جب آیا طرہ مشکین کا دل مین خیال آیا
زبان پر میرے وہین ذکر مشک ناب آیا

تیرا عین ہے ظفر کہ سامنے تیرے
ہوئے خاموش مغفور نہ کچھ جواب آیا

غزلیات ظفر

گور گنج فراغ ہے اپنا
داغ ہے اپنا چراغ ہے اپنا

کون گنج عزن مین ہے دمساز
ایک دلسوز داغ ہے اپنا

اشک خونین مین بادہ گلگون
دیدہ پر خون ایاغ ہے اپنا

وعدہ وصل ہے جو اسکل سے
آج دل باغ باغ ہے اپنا

ڈھونڈتا ہے خدا کو تو زاہد
ہمکو قصد سُراغ ہے اپنا

جیسے اُس مہ جبین کے عاشق ہین
آسمان پر دماغ ہے اپنا

اے ظفر کیجئے سیر وسعت دل
کہ یہی باغ وراغ ہے اپنا

دیگر

الفت کا ملا ہم کو مزا یار کسیکا
سچا کبھی ہوتا نہین اقرار کسی کا

گر ہم ہین گنہگار تو کر خاک کا پیوند
پردہ نہ اوٹھا چرخ ستمگار کسی کا

جون آئینہ آب حیرت دیدار تر ہے
رہتا ہے کھلا دیدہ بیدار کسی کا

رو دیگا رہیگا یہی عالم تو پھر اک دن
گھر اوسکا ڈوبا دیدہ خونبار کسی کا

شانہ سے بل کیونکر کرے ایچ سر بسر
دل زلف بتان مین ہے گرفتار کسی کا

خنک یونہی خبر برق صفت اونکی لینا
پہلو مین تڑپتا ہے دل زار کسی کا

سننے کو مین سے رکھ اپنے ظفر کو
محتاج نہ کر حیدر کرار کسی کا ؎

دیگر

دن کو جانا تمہین منظور جہان ہو جانا
پر جو آجانا ہوا دہر سے تو یہان ہو جانا

آنسو خون کا مرے آنکھون سے روان ہو جانا ؎
اور مرا راز نہان سب پہ عیان ہو جانا ؎
دوستی کرکے ہین سب انداز تمہارے معلوم ؎
پر کہین تم میرے دشمن جان ہو جانا ؎

١٠

قدر وہ یار کیا جانے سکھایا ہے کس نے ؎
حکم و دل مین جو ہے تیر روان ہو جانا ؎
دیدیا بیٹھے دل اُس جان جہان ہو جانا ؎
سب نصیبون مین جو بر سو اسکے
حیران ہو جانا ؎

عشق و مساز اگر ہو تو عجب کیا جانون
استخوان کا مرے لبریز فغان ہو جانا

یون تو پروانہ بھی جلجائے ہے پر مشکل ہے
عشق مین مری طرح سوختہ جان ہو جانا

دیکھتے جاؤ مری جان ہے کیونکر جاتی
ابھی بالین سے مرے جاتے کہان ہو جانا

روسیاہی سے فقط نام و نشان کی خواہش
اے نگین چاہئے بے نام و نشان ہو جانا

گھر سے عاشق کے نہ جانا تھا خفا ہو تجھے
کہ ترا جانا اور اُسکو خفقان ہو جانا ؛

ہمکو دکھلائے ہے ہر لحظہ جمال جانان
دل کا صاف اپنے ظفر آئینہ سان ہو جانا

دیگر

لاغری سے دل بنا کیا کہون کیا ہو گیا
مین زمین پر نقش پائے مور گویا ہو گیا

جلگیا گل کا جگر اُس روئے آتشناک سے
قطرۂ شبنم نہین ہے یہ پھپولا ہو گیا

اپنے زخمی سے ترق کر تو جو بولا جنگجو
ٹوٹے یون زخمون کے ٹانکے ایک تڑاقا ہو گیا

جبکہ دریا مین پڑا ساقی کا عکس آب رخ ؛
ساغر خورشید اک حلقہ بھنور کا ہو گیا

آدمی میری کہ افعی اوڑسکے کا اثر چرخ کو
زہر اُس کا یہ چڑھا اوسکو کہ نیلا ہو گیا

حسن جو تیرا دچند آیا نظر تو شرم سے
ماہ کامل جون مہ یکہفتہ آدھا گیا ؛

پشت لعل لب پہ جب نکلا زمرد فام خط
ساغر یاقوت یہ گویا کہ مینا ہو گیا ؛

کھلبلا سارا جہان گیا رو تیہ احوال مین
چشم کی مانند حبب یا نون کا چھالا ہو گیا

ہے یہ وحشت بھی بلائے موذی کہ مجکو ظفر
ہر قدم پر نیش کژدم مار صحرا ہو گیا

دیگر

مرا تو کال ہونا آپ کی فرقت مین
یون ہی تھا

عجب شکوہ نہین شمر سے مری قسمت مین
یون ہی تھا

رقیب اشتقاق پر ... آگ نازان
ہیں ہونے دو سے بھی شفقت مین

۱۱

... یون ہی تھا
اچھا کیا ... مین ہم
اپنی خاموشی رہنا لازم اُس صحبت
مین یون ہی تھا
اور اڑائی خاک ... مجنون کو
کیا طاقت

که وه تو گیا اس وادی وحشت مین یون ہی تہا
پذیرا عرض غیرون کی ہوا اس طرح کیا باعث
گذارش کرتا بندہ بہی تو وہان خدمت مین یون ہی تہا
تم اچھے وقت آ پہونچے وگرنہ ہم تو مرجاتے
ارادہ ہو چکا اپنا عدم فرقت مین یون ہی تہا
دل بیمار جب ہمنے کہا تہا کر علاج اپنا
کہ آیا فرق کچہہ تیرے ابہی طاقت مین یون ہی تہا
نہ بچنی جائے گریز اے دل اگر تجکو محبت مین
تو آیا تو ارے دیوانہ اس آفت مین یون ہی تہا
دکھاکر غیر کو صورت مجھے کیون رشک سے مارا
کہ مین تو مرا دیدار کی حسرت مین یون ہی تہا
ظفر تم دیکھتے ہو جسطرح آئینہ کو حیران
کل اونکو دیکھکر مین بہی رہا حیرت مین یون ہی تہا

غزلیات دیگر ظفر

جام و صبو و خم سے نہ بہر اک اسمین کا اک اسمین کا
قطرہ چکھا دے ساقی پر اک اسمین کا اک اسمین کا
جیسے چشم مین آنسو مین کب ہوتے صدف مین ایسی ہین
دیکھو بچشم غور گہر اک اسمین کا اک اسمین کا
باغ جہان مین جو ہین دو نخل جفا و نخل کرم
نام نیک و بد ہے ثمر اک اسمین کا اک اسمین کا
پایا جو سیپارہ قرآن ہمنے دل سے پارہ کو
آیا ورق جب پیش نظر اک اسمین کا اک اسمین کا
حال دل و احوال جگر کیا آہ تبادین اپنا ہم

۱۲

غزل ردیف بائے موحدہ

الله

زلفوں سے تمہارے ہوں پریشاں زیادہ
دیکھو مری اس حال پریشاں میں صورت

ہوں عاشق سر باز ار مجھے بلہوس آکر
دکھلائے گا کیا عشق کے میدان میں صورت

ہے صاف تیرے تکمہ کی اختر میں شباہت
ملتی ہے مہ نو کی گریبان میں صورت

یوسف بھی ہوا ئے شوخ ترا محو تماشہ
کھنچوا کے جو بھیجیں تیری کنعان میں صورت

دیوانہ ترا بن کے جو میں خاک اڑا دوں
مجنوں کی بگڑ جائے بیابان میں صورت

تجھ بن یہ مشکل ہوئی کہ پہچانتے ہیں دوست
مشکل ہے مری کلبہ احزان میں صورت

کیا دیکھتا ہے آئینہ اے شوخ [illegible]
دیکھ اپنی ظفر کی دل حیران میں صورت

ردیف ٹ

پلانہ غیر کو صہبائے مشکبو کی گھونٹ
پئے گا رشک ظالم کوئی لہو کے گھونٹ

نہیں ہے فیض سے محروم کوئی ساقی کے
کسو کے جام نصیبوں نہیں ہے کسو کی گھونٹ

تمہارے شربت دیدار سے ہیں سب سیراب
نہیں نصیب میں پر اُس آرزو کی گھونٹ

سکندر آب بقا سے پھر آیا تشنہ [illegible]
[illegible] ایک بھی [illegible] جستجو کی گھونٹ

ظفر ہیں جبر زہر آب سے زیادہ تلخ
شراب الفت خوبان تند خو کی گھونٹ

ردیف ث

تجھ سے آزردہ ہوں کیا جان طلبی کی باعث
ہم تو ہیں تنگ صنم جان طلبی کے باعث

[illegible]

ردیف ج

۱۵

[illegible]

ردیف ج

سب کار جہان ہیچ سکار جہان ہیچ | اس ہیچ سے امید ہے اے ہیچمدان ہیچ
جن نامورونکی کہ جہان زیر نگین تھا | اٹھ ڈھونڈ ہی تو انکا ہے کہین نام نشان ہیچ
مانند حباب ایکنفس مین ہے خرابے | اس منزل فانی مین ہی بنیاد و مکان ہیچ
اک عمر ہے مایۂ دنیا سے گران بار | آخر جو دیکھا تو بجز بار گران ہیچ
خوبان جہان کا ہے تو کیا محو تماشہ | جن کی کمر ہیچ ہے جنکا کہ دہان ہیچ
اس باغ مین تھوڑسی بہار اور بہی سیر | اے تو گل خندان مجہی تشویش خزان ہیچ
ہو جنس تنک مایہ ہیجنسی کی تہ خوبان | یہ جنس یہ بازار یہ گوہر یہ کان ہیچ
آواز طرب گوش دل محو فنا سے | جز نالہ و فریاد بجز آہ و فغان ہیچ
جو ہونے ہی ہو گی نہین امکان کہ نہووے | پھر فلک و لا سے کیا فائدہ غیر از خفقان ہیچ
پاپانہ بجز داغ سیہ کاری یک عمر | نقش قدم قافلہ عمر روان ہیچ

غزلیات

کیا دیکھین ظفر خانہ ہستی کا تماشا
اس وہم کدہ مین ہے بجز وہم گمان ہیچ

ظفر

مال و دولت عز و شان ہیچست و ہیچ | این ہمہ ہیچ و گمان ہیچست و ہیچ
از جگر کاوی چہ حاصل چون نگین | در جہان نام و نشان ہیچست و ہیچ
کاروان عمر ما ہر دم روان | ایک گرد کاروان ہیچست و ہیچ
بے جمالت دولت دنیا و دین | کین خیال این و آن ہیچست و ہیچ
از برائے ہیچ ہیچ اے دل ہیچ | در نگاہ عاشقان ہیچست و ہیچ

گر نہ بیند جلوہ حسن ظفر
این تماشائے جہان ہیچست و ہیچ

دل مرا الجہا ہوا ہے یار کے بالون کے بیچ | کیا تماشا ہو کہ اک طائر ہو سو جالون کے بیچ
چشم بلبل دیکھ جسکو پائیں حیرت ہو گئے | چلین کیسے گل نہی ہین تیرے رومالون کے بیچ
جس طرح آتے نظر خواب مین حباب | یون دکھائی دیتے ہین تیرے بالون کے بیچ
رو برو ہوتے ہی نکلے ہی نقش صور کا | کیا قیامت سو رہے ہے مری بالون کے بیچ

[illegible]

ردیف حاء حطی

ہم آشنا ہین کب کسی غمخوار کی صلاح

[illegible]

ٹھہری تھی اونکے آنیکے پہر آج اسطرف / لیکن نہ ٹھہری اونکے طرفدار کی صلاح

مکئے پر کیجیے پر خرابات کے عمل / لیجیے نہ زاہدان ریاکار کی صلاح

برگشتہ بخت وہ ہون کہ بیچون جو دلکو مین / پہر جائے لیتے لیتے خریدار کی صلاح

کیا خوکرا اپنے منہ سے نکالین وہ ایک بات
جتبک کہ اے ظفر ہو دو چار کی صلاح

خود رفتگان کو روئے کوئی کیا کسیطرح / چل سکئے پر قدم نہین تھمتا کسیطرح

سوز غم فراق سے دل اس طرح جلا / پہر ہو سکا کسی سے نہ ٹھنڈا کسیطرح

ٹوٹے ہزار غم و نشتر الم کے جب / پہوٹا میرے دلکا پہپولا کسیطرح

نالون سے میرے اب نہ ہوا سنگ بار رہا / اس سنگدل کا دل نہ پگہلا کسیطرح

مین تاک ہو کے عشق مین برباد ہوگیا / دامن تلک پر اسکی نہ پہونچا کسیطرح

سمجھایا تونے ہمکو تو سو طرح ناصحا / لیکن ہمارا دل نہین سمجھا کسیطرح

بے طرح دام زلف بتان مین ہے اسیر / چھوٹے اس بلا سے خدایا کسیطرح

روتے ہی روتے ٹوٹ گیا رشتہ حیات / پر آنسوؤن کا تار نہ ٹوٹا کسیطرح

ٹھہرائے ایک بانہ سے گردون اگر اپنے
اس کو ظفر بنائی سیدھا کسیطرح

ردیف خاء معجمہ

برگ گل باغ مین ہین سرخ تو کیا خوب ہین سرخ
پر حنائی پہ تیرے ناخن پا خوب ہین سرخ

اے صنم عرق بجون کیونکہ ہو رشک سے لعل
لب پان خوردہ تیرے نام خدا خوب ہین سرخ

دل پرخون کو کیا تونے ہے کس کے پامال
کف پا تیرے جو برنگ حنا حباب ہین سرخ

رات جاگا ہے کہان پیکے شراب گلگون
آج آنکھین تیری اے ماہ لقا
خوب ہین سرخ

[illegible] باکو [illegible] گلستان مین ہے
دیکھا [illegible]
[illegible] جو باد صبا
پہول گل [illegible]
خوب ہین [illegible]
[illegible]
[illegible]

تیری رخسار جوانی ہوش ربا جو ہین
ہین سرخ
رشک گلگون ہین [illegible] مژگان ہین
[illegible] سے ظفر
تار [illegible] سے ہین یہ دیکھ تو کیا
خوب ہین سرخ
[illegible] وحشت کی مجنون جو
[illegible] سرخ

ردیف رائے مہملہ

خدنگ عشق ہوا کیا جگر کو توڑ کے پار ؛	یہ تیر وہ ہے کہ جائے جگر کو توڑ کے پار
ہزاروں روزن در بند کیجئے گا آپ	نگاہ جاویگی دیوار و در کو توڑ کے یار
اسی آنکھو ہنین تل سمجھو تم یہ روزن در	نظر کا تیر گیا ہے نظر توڑ کے یار
اوتر سکا ہنین دریائے عشق کو کوئی	چلا ہے کس لیئے فرہاد سر کو توڑ کے پار
فلک سے آہ ہماری گذر گئی اسطرح	کہ جیسے تیر کوئی ہو سپر کو توڑ کے یار
کہان سے اوس لب نازک پہ رنگہو نکی نمود	ہوئے ہین خاک سے گلگ تر کو توڑ کے یار

قلق سے تہا شب ہتاب مین حال اس بن
ظفر ہوا ہی تہا نالہ قمر کو توڑ کے یار ؛

جو عرش سے ہے فرش تلک وہ اسمین ہے دیکھ آنکھ کھولکر
کیا کیا نہین ہے اسمین کہ سب کچھ اسمین ہے پر چاہئے نظر
دل اپنا پہلے زنگ کدورت صاف کر مانند آئینہ
پھر تو بغور دیکھ کے کہ اس آرسی مین ہے کیا حسن جلوہ گر
پیدا نگاہ کر کہ تجلی حسن یار سب جا ہے آشکارہ
شعلہ سے طور کے نہین کم روشنی مین ہے پر سنگ کا شرار
کیون کعبہ مین سر مارتا ہے تو سرگرم جستجو ؛
تو جسکو ڈھونڈھتا ہے چھپا وہ تجھی مین ہے تو ہی بے خبر
جوش بہار حسن کسی گل سے اے صبا ہے یہ جنون کا جوش
مصروف اسقدر جو گریبان دری مین ہے ہر غنچہ ہر سحر
ہے دور جام و صحبت یاران زندہ دل کیفیت حباب
کچھ ہے اگر مزا تو یہی زندگی مین ہے باقی ہے دردسر
اے خود پرست پوچھتا کیا ہے خدا کی راہ ہو وہ بہت قریب
گم کردہ راہ آپ تو اپنی خودی مین ہے اُس سے ہے دور تر

۲۱

[illegible] اگر تو تواب شراب کا ساغر
دکھلے موج سے دریا حباب کا ساغر
[illegible] جگر سے ساقی
بجائے جام ہے [illegible] گلاب کا ساغر
وہ کون مست ہے [illegible]
سبو فلک کا ہے اور آفتاب کا ساغر
عجب نہین [illegible]
[illegible] شبنم گلاب کا ساغر

ہے تیری نزاکت مین کمر بال برابر
اک زخم ہوا چاہیے ہے جراح خبر لے
خط سرمہ کا اس ابروئے خمدار پہ کہ ہے
لاغر ہون ریش عشق مین اُس ہو کر کے
وہ پہانس ہے اک یہ پی کند دل عشاق
کچھ محتسب شہر سے تا کا جو ادہر سے
اشکون مین بھی مژگان کا وہ عالم ہے بس اسی

مین جانون میان فرق ہو گر بال برابر
روزن ہی جو بالائے جگر بال برابر
آیا ہے سمہ وہی مین بال برابر
آتا ہون سراپا نظر بال برابر
دیکھا اپنے تو سنبل سے اسی بال برابر
آیا وہین شیشے مین ادہر بال برابر
ہو ویر نجف کا نہ ظفر بال برابر

غزل بحر طویل

تری ہے پازیب و سرکار جہومر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
ہوئے ہین جلوہ نما چمک کر زمین پہ گوہر فلک پر اختر
در قور اشکون کا ہے ہمارے نکلتے بالو نمین ہین شرارے
نہ کیونکہ ہون عشق پر نچہاور زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
پسینے پانون مین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ دیکہین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
ذرا جبین عرق فشان پہ تو اپنے افشان دکہا دے ہمکو
کہ تا نظر آوین ایک زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
تو سبزہ و گل پہ جوش شبنم نہ چمکے جگنون ہوا پہ ہر دم
نظر سب آتے تھے مجکو یکسر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
دم تو فوارے چہٹنے ہین وان ادہر مین اشجار پر چراغان
نئی ہے سیر اک چمن کی اندر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
نہ مجکو نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہے اوستاد پر وہ کامل
غرض دکہائے وہ بیٹھا بن کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

دیگر

۲۳

[illegible] ہے شعلے و گل [illegible] داغ کا نور
[illegible] شمع کا نور او سکے چراغ کا نور
[illegible] شمع [illegible] ساقی کا
[illegible] خورشید کے ایاغ کا نور
[illegible] شب تار زلف مین [illegible] کا نور
کہان ہے عقل مین یہ طاقت جو [illegible] چاندنی دیکھے
وہ ماہ باغ مین جس وقت [illegible]
تو دیکھے پھر کوئی اسوقت صحن باغ کا نور
کرے جو خال رخ یار سے وہ چشمی [illegible]
تو پھر یقین ہے کہ اوٹھ جائے چشم زاغ کا نور
بغیر تیرے ہو عاشق کے حق مین نار سقر
چراغ محفل یاران خوش دماغ کا نور
فروغ بخش ظفر قالبون کے چہرہ پر
ہمیشہ [illegible] ہو ولمائے [illegible] باغ کا نور

برنگ شعلہ فانوس ہو پوشیدہ — تمہارا عارض روشن نقاب کے اندر
ذرا بچشم حقیقت ہو گرم نظارہ — وہ ہے دری مین جو آفتاب کے اندر
اگرچہ صاف ہے دل سادہ لوح پرسین — جو دیکھا ہم نے تو دیکھا کباب کے اندر
کہان ہے سینہ مین پیکان کہ وہ تو ہے — چھپا ہوا دل پر اضطراب کی اندر
ہمارے آنسو نہین ہین راز عشق ظفر — کہ جسطرح سے ہو خوشبو گلاب کی مانند

دکھلائے لاکھ وہ شاد وزیر کا محضر — سند رکھے گا کوئی فقیر کا محضر
بروز حشر دکھلا دیگا یہ دل پر داغ — خدا کے آگے تمہارے اسیر کا محضر
فلک کے صفحہ پر چون مہر و مہ ہمہ مہرین ہین — مگر یہ ہے کسی روشن ضمیر کا محضر
جگر یہ اسکے نہ تو داغ یہ سمجھ کلگیر — ہوئی بجنبہ یہ شمع منیر کا محضر
ظفر نہین ہے کسی وجہ سے قصور تقصیر — یہ چاک ہوگا تمہارے شریر کا محضر

اثر نہ جاہ کا جتنبک ہو طرف ثانی پر — تو وہ نگاہ کرے کسکی جانفشانی پر
کرو نہین گریہ اگر اپنی ناتوانی پر — فلک ستا رہین یہ ہوان تو جو حباب پانی پر
وفا کے بدلے جفا تم کرو ستم ہے یہ — صد آفرین ہین تمہاری بھی قدردانی پر
غنیمت سمجھ لے تو وصل گل بلبل — نہ پھول باغ مین دو دن کی زندگانی پہ
ہمارے روبرو کرتا ہے تو نوا سنجی — لگے ہین تجھکو بھی اے مرغ بوستانی پر
خط آئے پر نہ رہے گی یہ عارضی دولت — غرور حسن کا گر عالم جوانی پر
نصیب خفتہ مرے بعد عمر جاگی آج — جو چشم یار ہے کچھ آج عین مہربانی پر
ہزار حیف کہ بلبل کا صحن گلشن مین — نہ چھوڑا ایک بھی صیاد نے نشانی پہ
ہنسی کی بات نہین ہے کہ ہر سحر خورشید — نثار ہے تیری ساز زعفرانی پر
کھلے ہے چشم جنون کے تشکل حباب — وہ باندھتے نہین تکیہ جہان فانی پہ
ظفر ہم اپنے ہی قصہ مین ہیکی آلودہ

[illegible]

دن اور ہے رات اور زمین اور زمان اور
رہتے ہین ز خود رفتہ جہان سے وہ جہان اور

اکبار کئے نذر دل وجان تیرے دو تون
اب کیا تجھے دین ہم کہ نہ دل اور نہ جان اور

دے جام پہ جام پیالے مجھے ساقی
مین بس نہ کہون منہ سے کہہ جاؤن کہ ان اور

جل جائیگی اے برق نہو دیکھہ مقابل
ہے سوختہ جانون کا دم شعلہ نشان اور

کچھہ چشم وتر و سوز جگر پر نہین موقوف
انشائے محبت کی ہیبت سے ہین نشان اور

کسطرح غم یار کو مین دل سے نکالون
جائے یہ کہان اس کا ٹھکانا ہی کہان اور

کیا ہوویگا اک چاک کو سینہ کے سے سی
دلمین تو ہزارون ہین ابھی زخم نہان اور

ورنہ دلمین جگہہ کیونکر نہ اس پردہ نشین کو
اس سے نہین بہتر کوئی پردہ کا مکان اور

محفل سے اوٹھا غیر کو اور اسکی عوض کو
رکھدی مرے چھاتی پہ کوئی سنگ گران اور

یہ شوق شہادت کی ہی تاثیر کہ قاتل
ہوتی ہے مرے خون سے تیری تیغ روان اور

تو گھر کو سدہار اپنے خدا کے لئے ناصح
ہوتا تیری باتون سے ہی مجکو خفقان اور

مینہ خوب برستا ہے جو ہوتی ہی ہوا بند ؛
بہتے ہین ظفر اشک کئے ضبط فغان اور

دو جگر ہمارا ہے یہ آٹھا فلک پر ؛
کہتے ہین لوگ جسکو کالی گھٹا فلک پر ؛

یہ آہ آتشین جب چمکائی سلف اپنے
کیا تاب لا لے بجلی ٹہرا فلک پر

شرمندہ ہوگا تیرے عارض ماہ تابان
دے روبرو سے اسکو کوئی ہٹا فلک پہ

اس مہ جبین نے جبدم دکھلائی تیغ ابرو
دلمین ہلال کیا کیا اپنے کٹا فلک پر

جوگی بنا پھرے ہے اس ماہ وش کے غم مین
خورشید سے ٹہرا کر سر کی جٹہا فلک پہ

وہ حسن روز افزون بڑہتا رہا ہمیشہ
سو بار نور مہ کا بڑہ کر گھٹا فلک پہ

ہوتا ہمیشہ ظفر یہ چاہا کر مسیحا
وہ شکرین لب اپنے دے گر چھپا فلک پہ

ردیف رائے ہندی

دیکھہ دلکو میرے اسکا قربلے پر نہ توڑ
گھر ہے اللہ کا یہ اسکی تو تعمیر نہ توڑ ؛

[illegible]

رقص بسمل کا تماشا ہے دکھا کو [illegible]

[illegible]

شکن زلف کی مانند کرکے اے نوخط
روکش اوسکی گل رخسار سے یہ ہوتا ہے
ایک دریا بھی اشکون سے پچوڑی جیدم
ہاتھ پکڑون جو تصور سے بھی تو وہ کہوئے

لکھ سکے کب قلم مانی ارژنگ مروڑ
اے صبا کیونکہ نگوش گل خوشرنگ مروڑ
دامن تر کو تیرا عاشق بے ننگ مروڑ
تو میری ہاتھ کو اتنا بھی نہ بے ڈہنگ مروڑ

ہنسے ایک طفل دبستان کی محبت مین ظفر
پہینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مروڑ

ٹہہاکے غیر کو قایم نہ کر فساد کی جڑ
جو خط کے لکھتے ہی برپا ہون سو طرح کے فساد
قیام ارنڈ کی جڑ سے بھی کم ہے دنیا کو
کرے یہ ریشہ دوانی یہ آہ و نالہ سے
اوکہاڑ طمع کی جڑ کو کہ باغ الم مین
وہ فتنہ زا ہے نگہ دل ہے یہ فساد انگیز
رکھے فلک سے جو اصطلاح کی کوئی امید
نہ ہے ثمر پر کوئی اور نہ کوئی مفسد ہے

نکال اوسکو کہ ہے یہ شجر فساد کی جڑ
تو ٹہیرے شاخ قلم سرسبز فساد کی جڑ
کچھ اصل اسکی نہین ہے مگر فساد کی جڑ
تو جانو ہے دل شوریدہ سر فساد کی جڑ
رکھے ہو یہ شجر بے ثمر فساد کی جڑ
اودہر ہے فتنہ کی جڑ ادہر فساد کی جڑ
تو سر پہ دہول دے یہ فتنہ گر فساد کی جڑ
ترا ہی نفس ہے بنیاد و شر فساد کی جڑ

ظفر جہان مین نہ ہو کوئی مفسدہ پیدا
نہ ہون زمین و زن و زر اگر فساد کی جڑ

عسس جو دیوے صراحی شراب ناب کی جڑ
تو رکھدین مست بھی گردن وہین حباب کی توڑ
اوٹھینگے ابر جو ساقی یوہین بکیفیت
توڑ رہے دین کہین تو یہ تہہ ہم شراب کی توڑ
سوال بوسہ پہ دیکر جواب توڑے تو
نہ خاطر اے صنم اس خانہ خراب کی توڑ
چمن مین اس تن نازک سے گر مقابل ہو

نہ پیشان ابھی ہمنشین گل گلاب کی توڑ
نمون کی اتنی گرانبار یون سے اے گردن
کچھ نہ میرے دل گرم اضطراب کی توڑ
نہ ڈال میکدے مین دیکھ محتسب از ہیم

٢٦

ذرا خدا سے تو ڈر خشم تو آفتاب کی توڑ
[illegible] کبھی ہے حکم مری وہ لب
پروازی [illegible] سے آن مین بہت ظفر
شباب کی توڑ
[illegible]

که دم کے ساتھہ ہے ہر دم یہان نشیب و فراز

فلک عروج و تنزل سے اک زمانہ کو
دکھائے روشن نزد و آن نشیب و فراز

کیسی ہے جائے ہی راہ فنا کو طے ہر دم
سمجھے کچھہ نہین عمر روان نشیب و فراز

حضیض و اوج مین سیار ہین ستارے بھی
دکھاتا کسکو نہین آسمان نشیب و فراز

کہون بگولے کو کیا خاک مین گریبان گرد
کہ میری طرح سے دیکھئے کہان نشیب و فراز

دکھائے ہے سر عاشق کو قاتل سفاک
بزیر تیغ و بنوک سنان نشیب و فراز

کیکو پست کرے ہے فلک کسی کو بلند
کہ اس ہنڈولے مین ہے ہر زمان نشیب و فراز

ہمین ہے راہ محبت مین ہر زمان در پیش
بہ رنگ گرد رہ کاروان نشیب و فراز

زمین کو دیکھئے نہ کیونکر عصا بکف نرگس
رکھے ہے عرصہ باغ جہان نشیب و فراز

اوچھل کے دیکھہ نہ چل اسقدر تو او سرکش
کہ تیرے ساتھہ ہے فوارہ سان نشیب و فراز

ظفر ہے راہ زخود رفتگی عجب ہموار
کہین بھی جسکے نہین درمیان نشیب و فراز

دیگر

اگر چہ ۱۰۰ [illegible] قدم ہے دور دراز | [illegible] ہر کسے [illegible] ہے دور دراز

خدنگ ناز سے [illegible]
[illegible] دور دراز

۲۷

جدا سے راہ محبت اگر ہے دور دراز
[illegible] کوئی کیا کرے گیا دل کو
[illegible] وہ خیال [illegible] دور دراز
کہان ہے نالہ کی طاقت کہ دم [illegible]
لبون تلک میری آتا [illegible] دور دراز

خرام یار کے نزدیک ہے بہت نزدیک
وگرنہ فتنۂ محشر ظفر ہے دور دراز

ردیف زائے

گر تو خوشی سے حرف حکایات چند روز
اے یار پھر کہاں کہ یہ ہے بات چند روز

دنیا مثال فاختہ جاتی ہے جسکے پاس
رہتی ہے اوسکی پاس بذات چند روز

تو جانے گرم سرد زمانے کو اس لئے
گرمی کبھی ہے اور کبھی برسات چند روز

بیٹھا ہے اعتکاف مین کیا زاہد کیطرح
تو اوٹھ کے کر سیر خرابات چند روز

ہو جلد ہوشیار کہ جاتے ہین ہاتھ سے
غافل نشاط و عیش کے ہیہات چند روز

کچھ لطف زندگی کا اگر ہے اسی مین
ہے یہ جو دوستون کی ملاقات چند روز

فرصت بہت ہی کم ہے غنیمت سمجھ ظفر
ہنس بولکر بسر ہو تو اوقات چند روز

یون ہے ذقن پہ زلف شکن در شکن دراز
چاہ عمیق کے لئے جیسے رسن دراز

عاشق کو تیرے ہوگا نہ آرام جیتے جی
جا کر کریگا پاؤن وہ زیر کفن دراز

ناحق زبان شمع نہ گلگیر کاٹتا
کرتی نہ وہ زبان جو سر انجمن دراز

بارے کیا وہ تیشہ آخر نے مختصر
تھا جو کہ قصہ عشق کا اے کوہکن دراز

مارے ہے بیزبان و بن حرم لاف عشق
یہ تو زبان دراز نہین ہے دہن دراز

تشبیہ اسکو دون قد موزون سے کیا ترے
اے رشک گل ہے قامت سرو چمن دراز

جانے دے تو نہ چھیڑ ظفر ذکر زلف یار
ہو جائیگا زیادہ وگرنہ سخن دراز

زہے کا مایہ دم واپسین نشیب و فراز
کہ دم کے ساتھ ہوا ہے ہمنشین نشیب فراز

سمجھتا آپ کو اونچا ہے اور کو نیچا
کھلے گا مجکو یہ زیر زمین نشیب و فراز

قدم سنبھال کے رکھنا کہ راہ عشق مین ہین
ہزارون ایدل اندوہگین نشیب و فراز

کبھی ہے سر پہ خنجر کبھی سنان پہ تیرے
دکھائے ہے یہ تیری طرز کین نشیب فراز

یہ پھر کے آتی مسافر کوئی تو ہو معلوم
عدم کی راہ مین ہے یا ہین نشیب و فراز

[illegible] گرد باد کی مانند
ہمین دکھا [illegible] ہین نشیب و فراز

ہم ایسے [illegible] مجنون ہو کی طرح ظفر
[illegible] دشت جنون مین کہین نشیب فراز

ردیف سین

[illegible]

۲۸

[illegible]

ناصحو کیجیے یہ پند و نصیحت موقوف
بس مین دل ور کی ہی مایہ نہین جی بس

کیون مقابل ہوئے تھے حضرت دل عشق کے تم
ہو چکا آپ کا اتنے ہی دم بس جی بس

پوچھو مت حضرت ناصح مرا آگے احوال
شکے مغموم نہو خاطر اقدس اجی بس

تار رونیکا جو باندہا تو نہ توڑا ہمنے
ہمسے ہر چند کہتی رہے ہنس ہنس اجی بس

خاک اُس ور کی ہی اپنے تن عریانیکا لباس
ہمدموں چاہیے کیا مخمل و اطلس اجی بس

پنجہ یار کے باندہو کے مضامین کب تک
اے ظفر سن چکے ہم بندہ محسن اجی بس

خال ابرو نہین چشم بت عیار کے پاس
نیلوفر ہے یہ کھلا نرگس بیمار کی پاس

چشم کی گرد نہین حلقہ مژگان اُسکی
آتے ہین لوگ عیادت کو یہ بیمار کے پاس

دیکھ اے ابر نوبہاری تو نہ کر ہم چشمی
لعل گوہر مین مرے دیدۂ خونبار کے پاس

مبتلا گل پہ جو بلبل ہو تو کچھ دور نہین
دیکھو ہی داغ جگر میرے دل زار کے پاس

منکشف کیون نہ ہو آثار محبت تجھپر
قبر عاشق کی ہی ظالم تیری دیوار کے پاس

حلقہ زلف اُس ابرو کی ہو کیونکر قریب
رکھنے قابل کو سر چاہیئے تلوار کے پاس

سوز عشق مین دل کیون نہ ہو بیتاب ظفر
جانے نہین دیتا کوئی مجھے اُس یار کے پاس

آبلہ پیدا ہوا داغ دل مضطر کے پاس
چاہیے تہا واقعی شیشہ بھی ہان ساغر کے پاس

زلف آشفتہ نہین خال رخ دلبر کے پاس
شاخ سنبل باعین طرفہ ہی نیلوفر کے پاس

جیسے دل کی متصل رکھتا ہون مین تصویر یار
اور ہی صورت کا جلوہ ہی خدا کے گھر کے پاس

داغ عیش ہمنے دیا ہے اسے بت کافر تجھی
لعل کی کیا قدر ہو جب تجھسی مو تیہر کے پاس

ہم رکھتے ہین زبان منہ کو سنبھالو اپنے
گالیان دے چلے اک بوسہ پہ بس لب جی بس

مین تو سایہ سے بھی اُس کی بھاگتا ہون الحذر
جو دیوانہ سو جاو اُس پری پیکر کے پاس

ابر کی کیفیتین جانے ہمین بہاتی نہین
بادہ گلگون ہے شیشہ کہدی ساقی بھر کے پاس

لفظ کی گشتہ کا تیر ہو ہی جہان مدفون وہان
جا نہین سکتا کبھی کا [illegible] کے پاس

از بس چاہ کو ظفر معروف کیون نہ شاکر رہین
اس غزل کو جائے پڑہ پڑہ کر داور کے پاس

ردیف شین

ہو الا نہ [illegible] کبھی اپنا اپنا کو شاباش
شاباش ہمارے دل ناشاد کو شاباش

[illegible] ہو گئے بار دو نیا باش
باز آئے شتم نازہ وہی باز کو شاباش

اے شیخ [illegible] تیرے ابجاد کو شاباش
[illegible] تیری ہو سے لب زمزم [illegible]

۲۹

نازکی ہی دو [illegible] کام کا نا صاف ہو اگر دل
فولاد بنا آئینہ فولاد کو شاباش

اللہ اللہ کہ ہوئی اتنی تو تاثیر
کہتے ہین وہ سنکر مری فریاد کو شاباش

یہ قتل کا ہے شوق کہ اُڑ جائے گر سر
بیدار ہوا صدا ظلی سے جلاد کو شاباش

مرغ چمن قفس کو دام سے کیا کام
پر [illegible] ہوا باندھ صیاد کو شاباش

ہے محبت کی اسے ظفر جو شرط

ردیف طا

دل عاشق جمال پر مفتون خال خط
جان وحشی نگاہ سے مجنون خال خط
کیا خوب نقطہ کرتا ہی کیا خوب دایرہ ؟
صفحہ پہ روے یار کے موزون خال خط
خورشید زیر ابر ہے رخسار تابناک ؟
پوشیدہ زیر پوشش گلگون خال خط

۳۲

سنبل زمین ہی سوسن ریحان ہی یاسمین
گیسو نہ ہو بہو یار کے مقرون خال و خط
زیبا ہے اوسکی کشور حسن و جمال مین
آئین ناز غمزہ و قانون خال و خط
سر رشتہ ہر اک کاتب قلم نے
دکھلا دیا اوسے [illegible] مضمون خال و خط
مین بہرہ مند بخت ہون تیرا اے ظفر
ہر شب تصور رخ جانا مین اے ظفر
سیکہا ہین سوجہتی ہے مضمون خال و خط

جو بہیجے ہی مجنون اجاڑ مین سے خط
تو کوہ کن بہی ہی لکہتا پہاڑ مین سے خط
کواڑ کہول نہین سکتا گر وہ پردہ نشین
تو پہینکدے ہی سونکی دراڑ مین سے خط
گلی مین یار کے اغیار جمع ہین قاصد
نہ جانا لیکے تو اس بہیڑ بہاڑ مین سے خط
جلایا کاغذ اگر سوز دل کے مضمون نے
تو نامہ بر سمجھے کیا دونگا بہاڑ مین ہی خط
رہا یہ مارسیہ گہاس ہی نیچے نہان
نہ نکلا سرمہ کا مژگان کی آڑ مین سے خط
ہوا تہا کل جو مرا خط پلنگ پر سے گم
سو بارے آج وہ پایا نواڑ مین سے خط

جو خوشنویس ظفر کچھ بگاڑ کے لکھے
دکھائی اور ہی حسن اس بگاڑ مین ہی خط

لکھ کے بہیجین انکو کیا ہم خاک خط
بن پڑ ہے کر ڈالتے ہین چاک خط ؟
دور گہر ہے یار کا جائے نہ جائے
لیکے کوئی قاصد چالاک خط
مانگ اس کی یاد آئی دیکھ کر
کہکشان کا شب سر افلاک خط
تر نہ کر اشکون سے کاغذ سربسر
لکھنے دے اے دیدہ نمناک خط
تیغ براں سے تری تڑپا نہین
بے قضا اے قاتل سفاک خط
تو نے کیا لکھا تہا جو رونے لگا
پڑھ کے تیرا عاشق نمناک خط

حاسدون سے ناک مین دم ہی ظفر
دید و جاقو سے پکڑ کر ناک و خط ؟

ہم دمو عشق کی پوچھو شرط
جان دیجئے تو کچھ ادا ہو شرط
خو تمہاری نہ جاویگی بدل ؟
اسمین جو چاہو ہے بدلو شرط
اپنی ہمکو رہائی ہے منظور
ورنہ تم اور ہے جیتو شرط
دل بیمار کی علاج مین ہے
وصل دیدار اے طبیبو شرط
دل بند ہا زلف سے نہین چھٹتا
اس کے چھٹنے پہ تم نہ باندھو شرط
یون کسیکو کون دیتا ہے دل
دلبری ہی دلربا کو شرط

اس کا دشوار ہے بجا لانا

فلک پہ کیون رہی ہر ماہ سر فرو مہ نور	جو ہو نہ اوس کو تیری لعل کفش پا کا لحاظ
دل اسکی جنبش مژگان سے کیون جلا نہ کرے	کہ اس مریض کو ہان چاہیے ہوا کا لحاظ
اوٹھا سکے آنکھ نہ دیکھا چمن مین نرگس نے	رہا جو اسکو تیری چشم پر حیا کا لحاظ
ملون مین اپنے کف پا سے اپنے دیدۂ تر	مگر ہے مجھکو ذرا سرخی حنا کا لحاظ
رکہین ہم اس سے دلا چشم آشنائی کیا	نہ پاس یار کا جسکو نہ آشنا کا لحاظ
نہ توڑ دلکو مرے ای بت سنگین دل	ڈرو خدا سے کرو خانہ خدا کا لحاظ

ظفر پلا دے اوسے بھر کے ساغر خوشاب
اگر اوٹھانا ہے منظور دلربا کا لحاظ

گلی مین یار کے ہمنے رکھا قدم بلحاظ	گئے بھی تو باادب آئے بھی تو ہم بلحاظ
ہماری شکل نے سب حال کہدیا آ نے	زبان سے گو نکہا ہمنے دل کا غم بلحاظ
[illegible] وہ کرتے ہین اسپر بھی تھے ہین القاصد	اگرچہ کرتے ہین خط اونکو ہم رقم بلحاظ
جب اس سے حسن مین یوسف نہو سکا ہمسر	تو جا چھپا وہ پس پردہ عدم بلحاظ
صبا وجونکہ اوبھی خوب تازہ سے وہ گل	چمن مین جا ہوا ہے باد صبحدم بلحاظ
ابھی ڈبوئین رقیبون کو گھر کے گھر لیکن	ہم اونکے آگے نہین ہوتے چشم نم بلحاظ

ظفر نہ کھینچ سکے اُس مو کمر کی جب تصویر
تو سر جھکا کے اوٹھائے نہ موقلم بلحاظ

ردیف عین

کم نہین ہے سوزش داغ دل دلگیر و شمع
بلکہ ہمسر ہے ہمارا نالۂ شبگیر و شمع

کب تصور اُس کا دل مین ہی اور آہ آتشین
ہین یہ فانوس خیال مین ہم تصویر و شمع

موج اشک چشم اسے پروانہ کب ہے زیر پا

موج سودا ہی اسے پا [illegible]
زنجیر و شمع

اُس [illegible] پر نور سے روشن ہو کیونکر
ماہتاب

ایک ہو کیونکر چراغ مہر [illegible] ہو برو
شمع

ہے اجل سر پہ کھڑی پر کھل گئی نہ سب کو
ظفر

۳۴

[illegible]

دل سودا زدہ کو مارے ہے کوڑی وہ زلف — ورنہ دیوانہ کو تو ہوتی ہے تقصیر معاف
دل بسمل نہ سنے منہ سے ترے بسم اللہ — ذبح کر نہیں ہے شاید تیری تقصیر معاف
گر حباب ستم دہر یہ ہوں حاصل داغ — کیا عجب ہوتی محاسب کو ہے تحریر معاف
دل دیوانہ تری زلف کو چھوڑے کیونکر — ہے سدا ہے اوسے یہ خانہ زنجیر معاف

اے ظفر حشر کو ہو جاوینگے سب تیرے گناہ
سبب دوستی حیدر و شبیر معاف

تہانہ جبتک صنم ہوش باسے واقف — حق ہے واللہ نہ تہا بندہ خدا سے واقف
دیدیا ہمنے دل اپنا تجھے افسوس کہ ہم — اسے دغا باز نہ تھے تیری دغا سے واقف
جانتے سب ہے الگ چلنے کی شوخی ونیا — پر نہیں ایک رہ رسم وفا سے واقف
نہیں معلوم کہ ہے کحل جواہر کیا چیز — ہم ہیں اوس یار کی خاک کف پاسے واقف
جو مجھے کہتے ہیں دل سکو دیا کیوں تو نے — نہیں اوس شوخ کی ہم ناز و ادا سے واقف
کر دیا زلف نے کافر تیرے ہمکو آگاہ — ورنہ ہم آگے نہ تھے دام بلا سے واقف
میں ہوں بیمار محبت نہ کرو میرا علاج — اے طبیبو نہیں تم میرے دوا سے واقف
واے کس شوخ ستمگر سے لگا تو دل اپنا — کہ نہ ہے تیر سے وہ آگہ نہ وفا سے واقف

ہنستے کیوں گل کی روش باغ جہاں میں غافل
اے ظفر ہوتی اگر یہاں کی ہوا سے واقف

مجھے جو تیری جدائی کا دے ہے غم تکلیف — خدا سے کیوں نہ دے ایسی اسے صنم تکلیف
لکھیں گے ہم نہ تکلف سے اور کچھ قاصد — کرینگے خط میں رقم اپنی یکقلم تکلیف
مریض عشق کو آرام ایک دم میں ہو — کرے ذرا جو یہاں وہ مسیح دم تکلیف
یہ جان کنی ہے بڑا کام مشکل الفرہاد — کہ اس سے کوہ کنی میں کہیں ہے کم تکلیف
مسافران عدم کی خبر خدا جانے — کہ اونکو چین ہے یا جانب عدم تکلیف
قرار ہے کچھ تو مصیبت میں عشق کی ناصح — اوٹھاتے جان پہ جو اسقدر ہیں ہم تکلیف
قدم سمجھ کے رکھ اے دل راہ محبت میں — یہ راہ وہ ہے کہ ہے جسمیں ہر قدم تکلیف

کہیں نہ شکوہ دلیں [illegible]
دیا ہے ایسے ستمگر کو دل ظفر ہمنے — کہ جس سے جان کو پہنچے ہے دم بدم تکلیف

ردیف قاف

ہر نفس حسرت و ہر دم قلق

۳۶

[illegible]

آج اُس مست پہ ہے طرفہ بہار	زلف آشفتہ جبین زیر عرق
لب پہ رنگ مسی و سرخی پان	ہے بہم جلوہ شام و شفق

روح حاسد ہے جو منظور ظفر
پڑھو قل اعوذ برب الفلق

نہین ہے درد مجھے اور کچھ سوائے فراق	طبیب تجھسی اگر ہو تو کر دوا الفراق
بہائے چشم سے دریا بھی وہ تو بجھ نسکے	جگر مین آگ کیسکے اگر لگائے فراق
ترے فراق رندو نکی مزار سے تا حشر	عجب نہین گریہ نکلے صدا کہ ہائے فراق
فراق مجکو ستاتا ہے ان فراق کو مین	یون ہی ستاؤن اگر میرے ہاتھ آئے فراق
وصال بھی جو میسر ہوا تو خوش نہوا	غم فراق کے ڈر سے یہ مبتلائے فراق
کیا خدائے جہان آفرین نے یہ پیدا	فراق میرے لئے اور مجھے برائے فراق
ڈرا نہ روز قیامت سے تو مجھے واعظ	کہ مین نے دیکھی ہین کتنے ہی [illegible] فراق
مزے سے کیا کوئی آگاہ محبت کے	نہ جلبلاک کہ ہو دل آشنائے فراق

فراق و فرق مین اک حرف کا ہی فرق ظفر
جہان ہے فراق دلون مین وہین ہے جائے فراق

ہے عاشق دل سوز سراپا شرر عشق	جل جاتا ہے [illegible] ہی اسکا ثمر عشق
ہوتے نہ اگر قاصد اشک اپنے روانہ	یارون کو پہنچتی نہ ہماری خبر عشق
نکلے ہے جو یون داغ بدل خاکسی لالہ	ہے زیر زمین کیا کوئی تفتہ جگر عشق
تھرانے لگی آتش دوزخ تو عجب کیا	دکھلائی شرارت اگر اپنی شرر عشق
کیا فائدہ اشک کو اگر چشم مین روکا	ہے زردی رخسار سے ظاہر اثر عشق
بجلی گرے ایچرخ اگر اس پہ بلا سے	لیکن نہ پڑی وہ پہ کبھو کی نظر عشق

ہو گرچہ داغ اُس کا فلک پر تو بجا ہے
جو آپ کو سمجھے ہو ظفر خاک در عشق

ردیف کاف

انسان کی زندگی [illegible]
سامان کرے [illegible]
[illegible]
بیہوش فقط [illegible] اگر ہو عسس تلک
احسان کرے [illegible]
خاموش ہین زمانہ مین تو سو برس تلک

ردیف میم

یہ جو تم کہاتے ہو خدا کی قسم	ہے دروغ اے تو خدا کی قسم
پھرتے ہین جو مہر و مہ سرگردان	ہے تری جستجو خدا کی قسم
کھول دیتے ہین میرے نالہ و آہ	راز پوشیدہ کو خدا کی قسم
پہونچے منزل ہمسفر اور ہم	گئے غفلت مین سو خدا کی قسم
جاؤ غماز کی نہ باتون پر	ہے وہ بیہودہ گو خدا کی قسم
یہ جو تم دیکھتے ہو غفلت مین	خواب ہے غافلو خدا کی قسم
مہر کیا ذرہ کیا کہ ہے مین	جلوہ یار لو خدا کی قسم
شمع مین ہے وہی تجلی نور	گل مین وہ ہے بو خدا کی قسم

ظفر اُس سے نہ کر زیادہ کلام
کہ وہ ہے تندخو خدا کی قسم

نکلین گریہ سے اگر تیرے خزینون کی کلام	کرین اک روز مین وہ بار مہینون کے کام
کام کرنا شرفا کا جو فلک ہوتا شریف	یہ کمینہ ہے جو کرتا ہے کمینون کے کام
طمع و حرص و ہوا نے کیا انساں کو خراب	کہ ہے یہ ساری خرابی انہین تینونکی کام
دولت عشق سے ہے سینہ جواہر خانہ	دل کے ٹکڑے مرے کرتے ہین نگینون کے کام
کرتا ہے حسن کے پندار سے اب جو ستم	کیا ہی ہوتے ہین اے شوخ حسینون کے کام
روش نقش قدم خاک مین ملتے ہین سدا	تیرے کوچہ مین ہین خاک نشینون کے کام

اے ظفر ایک ہی کام اُس کا قرینہ سے نہین
بے قرینہ کریگا گر لاکھہ قرینون کے کام

نے خرد نے ہوش نے تدبیر پہ شاکر ہین ہم	دوستو اپنی فقط تقدیر پہ شاکر ہین ہم
ہاتھہ سے قاتل کی کچھہ شکوہ نہین کرتے کبھی	رکھہ کے آپ اپنا گلا شمشیر پہ شاکر ہین ہم
تو برا کہہ یا بھلا ہم سے نہ ہو تیرا گلا	اے ستمگر تیری ہر تقدیر پہ شاکر ہین ہم
کرتے کیا کیا شکر کچھہ ہوتا جو نالون مین اثر	جبکہ اپنے آہ بے تاثیر پہ شاکر ہین ہم

کیا پشیمانی کا پیش آئے ستم شاکر ہین
کاتب تقدیر کی تحریر پہ شاکر ہین ہم
ہم تو ہین نصیب محبت تیرے اے ناوک فگن
وہ کہان شکوہ کا کیا ہم تیر پہ شاکر ہین ہم
اے ظفر تم سا جفا کش کون زیر آسمان
ہر جفائے آسمان پیر پہ شاکر ہین ہم
اب کہان وہ دن کہ تھے [illegible] ہم

۳۰

[illegible] اگر ہمین اک بات [illegible] ہم
[illegible] دشمن ہین
[illegible] بیٹھے ہین [illegible] ہم
[illegible] ہو [illegible] نجات [illegible] ناصح
[illegible] الانجام مین [illegible] ہم
دنیا ہون [illegible] سے اگر
[illegible] کی کیفیت اگر
[illegible] ہم
[illegible]

نہین ہوتا کسی سے میرا علاج	یہان اتنے طبیب رہتے ہین
فوج حسرت میری نالہ و آہ	بس یہی دو نقیب رہتے ہین
دشت غربت مین رہتے ہین جو لوگ	وہ ہمین سے غریب رہتے ہین
ہم کسی گل کے عشق مین نالان	روش عندلیب رہتے ہین
میرے انکے معاملہ مین باہم	کیا کہون کچھ عجیب رہتے ہین

ہو وہ تنہا تو کچھ کہون مین ظفر
ساتھ انکے رقیب رہتے ہین

دیگر

واقعی بات کی شکل ہے سمائی دل مین
لب پہ آئی وہین جسوقت کہ آئی دل مین

ساتھ پھر نالہ دل کے ہے نکلتا شعلہ
کیا بلا عشق نے ہے آگ لگائی دل مین

دل مین آئی تیرے منہ سے برا کہہ مجکو
پر نہ رکھ میری طرف سے تو برائی دل مین

نالہ و آہ میرے ہوگئے دونون غماز
تیری الفت مین نہ گئی مجھسے چھپائی دل مین

ہم ہوئے دام محبت مین تڑپ کر آخر
رہ گئی اپنی تمنائی رہائی دل مین

کانپ اٹھے دیکھ کے خورشید قیامت بھی جسے
وہ قیامت ہے ترا داغ جدائی دل مین

کعبہ و دیر مین ہم ڈھونڈتے پھرتے ہین جسے
کر رہا ہے وہ ظفر جلوہ نمائی دل مین

دیگر

ہمدم جانی بجز غم دوسرا کوئی نہین
اور دلسوز آہ سوزان کے سوا کوئی نہین
نالہ و آہ رسا اپنے نہین پھر کس کام کے
جب پہونچتا تا بگوش دلربا کوئی نہین

۴۲

روبرو تیرے بہت تو حسین ہین لاکھون
پر فلک [illegible] مری نظرون مین جچتا سا تھا کوئی نہین
اے نگاہ یار تو وہ آفت جان ہے غضب
پھر ستمگر ستم اسے تیر قضا کوئی نہین

رہنے والوں کا عدم کے حال کس سے پوچھئے
اس طرف کو آج تک یاں سے پھرا کوئی نہیں

آشنا ہیں جتنے ہیں اپنے غرض کے آشنا
خوب دیکھا ہے اپنا آشنا کوئی نہیں

ہم کسیکو کیوں کہیں منہ سے برا اپنے ظفر
ہم ہی سب سے برے ہیں برا کوئی نہیں

ردیف واو

ہمارے دیکھ کے دریائے دل کا یار چڑھاؤ
گھٹا ہی کیا سمندر کا ایک بار چڑھاؤ

ہمیں تو ایک ہی کافی ہے پرسش آبرو
تم اپنے تیغ کو اب چرخ پہ ہزار چڑھاؤ

خیال زلف بتاں آ و چھوڑ دو یکجا
بلا کو سر پہ نہ تم اپنے زینہار چڑھاؤ

گلے میں رہنے دو اپنی ادا کے تم منت
فلک تلک نہ مری خاک کا غبار چڑھاؤ

جلن سے آتش الفت کی دیکھو تم ہر دم
بہانہ کر کے نہ تم آپ کو بخار چڑھاؤ

بجاؤ مطرب اسوقت تار بارش کے
بجا ہے تار رعد ہے مردنگ تم ستار چڑھاؤ

پتنگ وار ظفر روز شمع الفت پر
وہ اڑ کے آوے جو تم چنگ ایکبار چڑھاؤ

ہمسے شرماؤ نہ تم چشم حیا کو کھولو
مثل گل شوق سے اب بند قبا کو کھولو

پاؤں میں مہندی لگا بیٹھے ہو تم واں بیہات
خون دل ہوتا ہے یاں حلب حنا کو کھولو

مار رکھی کی سراسر ہے یہ کافر دل کو
جان من رنجہ نہ تم زلف دوتا کو کھولو

مجکو رسوا نہ کرو رو کے تم اے آنکھو
راز ہمچشموں میں مت انو خدا کو کھولو

غنچہ ساں دل میں گرہ ہے نہ رکھو اب تم
گلے لگجاؤ تم بس آغوش وفا کو کھولو

شدت گرمی سے دم اپنا بہت رکتا ہے
یا الٰہی کہیں جلد سے ہوا کو کھولو

سجدا یار و ظفر سے بہت رکتا ہے
کوئی باتوں میں بتہ ہوش ربا کو کھولو

۳۴۴

آپ جس اسے آہ کہ پہنچی ہے فلک تک
ورنہ کوئی ایسا تو ہمیں تپ کر دکھا دو
تم تیغ بکف ہم سر بسجود کہیں کیسی کیا
پنجۂ قضا کی گلوگیر دکھا دو
تبدیل قوافی سے ظفر دیکھیں تو اسد
اک اور غزل گر ہمیں تحریر دکھا دو

دیگر

ہوتا نگین کی طرح سے نامور وہی | کر لیتا دل پہ نقش جو ہے نیک نام کو

دیوان ظفر کا دیکھ کے کاتب میں کہتا ہوں
لکھیں کہاں تلک تیرے ہم کلیات کو

نصیب وصل تمہارا کہو تو کیونکر ہو
تو اپنے وعدہ کا سچا جو ہو تو کیونکر ہو
نہ جل کے خاک ہو جب تک مثال پروانہ
ترے مریض کے سو سو علاج ہوں لیکن
کسی پہ راز نہاں دل کا کر اے آنکھو
یہ ہم پہ چاہتے ہیں ترک عشق ہو لیکن
ملیں نہ خاک میں جب تک تمہاری کشتہ ناز
جگر پہ زخم تو کھائے مگر نہ حاصل
کرم کہاں کہ ستم بھی ہو کرتے ناز سے تم
جھکاتے سر نہیں آزاد و راستی شیوہ

فراق یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو
یہ تجھ سے جو تہہ کی ہو ترک خو تو کیونکر ہو
طپش ہو دل کی ہماری فرو تو کیونکر ہو
شفا نہ اس کے نصیبوں میں ہو تو کیونکر ہو
جو تم نہ گریہ سے افشا کرو تو کیونکر ہو
جو دل پہ بس نہ ہوا اے ناصحو تو کیونکر ہو
دمیدہ خاک سے ہمراز بو تو کیونکر ہو
نمک فشاں ہو نہ وہ جنگجو تو کیونکر ہو
جو یہ بھی ہو تو غنیمت ہے دو تو کیونکر ہو
چمن میں سرو جو ہو سرفرو تو کیونکر ہو

ظفر جو نہ محبت میں دل سے دل کو راہ
وہ میرے حال آگاہ ہو تو کیونکر ہو

قتل عالم کو کرو تم اور قضا کا نام لو
غم مجھے کھانے کو دو اور خون دل اپنے [illegible]
یہ خطا شانے سے ہو برہم کرے وہ زلف کو
جو تمہارے جی آئے ناصحو فرماؤ تم
خون عاشق سے کرو رنگیں جو ہاتھ اگر [illegible]
حضرت دل آپ کیے گر بیٹھے جھوٹوں زلف سے

اے بتو تہمت نہ لو دیکھو خدا کا نام لو
اے طبیبو لے خدا کا لے دوا کا نام لو
اور خطا واروں میں تم اس خطا کا نام لو
پھر مرے سامنے ترک وفا کا نام لو
پھر کبھی ہرگز نہ تم رنگ حنا کا نام لو
پھر بیٹھے جی تم اس کالی بلا کا نام لو

اے ظفر چشم و نگاہ یا غمزہ و ناز و ادا
کون دل کو لے گیا اس دلربا کا نام لو

[illegible] عاشق ہم بھلا مانو برا مانو
[illegible] بھلا مانو برا مانو
[illegible] ہم بھلا مانو برا مانو
[illegible] ہم بھلا مانو برا مانو
[illegible] ہم بھلا مانو برا مانو

ہم ہم

[illegible] بھلا مانو برا مانو
[illegible] بھلا مانو برا مانو
[illegible] بھلا مانو برا مانو
[illegible] بھلا مانو برا مانو

برون کو منہ لگاتے ہو بہلو نسے ہمکو نفرت ہی
ظفر کو ہے یہی بس غم بہلا مانو برا مانو

یون ہین گران تہون پہ ہم خفا ہونگے تو ہونے دو
تہون پر زاہد و گرہم خفا ہونگے تو ہونے دو
اگر ہم اہل تلف و دنا ہونگے تو ہونے دو
ٹلینگے ملبوس آسانہ میدان محبت سے
ذرا آئین سہی وہ مقتل عشاق تک اپنے
او ٹہینگے ہمنشینو ہم نہ ہرگز کوئی جانان سے
رہینگے غرق ہو دایم ہم اونکی بحر الفت مین
جلے ہین کوچہ گیسو مین شامت حضرت دلکی

جو ہم پر ہمارا ہو جور و جفا ہونگے تو ہونے دو
تمہین پہر کیا گنہگار خدا ہونگے تو ہونے دو
کسیکو کیا گرفتار بلا ہونگے تو ہونے دو
اگر ہم کشتہ تیغ خفا ہونگے تو ہونے دو
جو لاکہون فتنہ محشر بپا ہونگے تو ہونے دو
جو پامال عدو جون نقش پا ہونگے تو ہونے دو
اگر اسیر بہی وہ نہ آشنا ہونگے تو ہونے دو
بلا سے وان گرفتار بلا ہونگے تو ہونے دو

ظفر تم آج تسکو گہر مین اس ہوش کے جاو دیکہو
بلا سے اس کے چرچہ جابجا ہونگے تو ہونے دو

تیری زلفونکا ہوا جب سے کہ سودا ہمکو
دے چکے آپ تسلی و دلاسا ہم کو
ہمپہ اسطرح جو رکتے ہو روا جور و ستم
اپنے برگشتگی بخت کا یارب ہو گلہ
شغل آئینہ جو ہم آٹھ پہر رکھتے ہین
نہ رہی وحشت نوردی کی طاقت تو جنون
عمر کی ہمنے بسر بے ثمر یہین یو نہین
کچھ تو بہی دلمین کدورت کہو بے خط و غبار
قصد کشتن عشاق کا لیکن پہلے
شور محشر سے نہ بیدار ہوا ای مستی عشق

ایک اندھیر جہان مین نظر آیا ہمکو
مرحمت کیجئے اب دل ہی ہمارا ہمکو
کیا نہین جانتے تب بندہ خدا کا ہمکو
دین بہلائی پہ الزام بہی وہ الٹا ہمکو
اپنے معمور تہین وہی نظر آتا ہمکو
کنج زندان ہی مین پہر تو بٹھایا ہمکو
وائے قسمت نہ ثمر کوئی بہی آیا ہمکو
ایک خط اس بت تو خط نے نہ لکھا ہمکو
دیکھئے اور کو وہ قتل کرے یا ہمکو
اسقدر تو نے تہپک کر ہی سولایا ہمکو

جب سے کی سیر بہار چمن حسن ظفر

کرو کبھی دنیا کا تماشہ نہین بہلا ہمکو
دیکھو [illegible] دل خیز خدا سے [illegible]
اپنے انحضرت دل [illegible]
[illegible]
فتنہ [illegible] محبت سے [illegible]
بچایئے [illegible] تیغ خفا سے [illegible]

۴۵

الٰہی [illegible] دام اور دلاسا مانگو
کوئی دام اور بہی دیدار صنم [illegible]
مہلت انحضرت دل اپنی قضا سے مانگو
جو ہین مانگنا ہو اپنے خدا سے مانگو
دولت شاہی باطن بہی اگر چاہتے ہو
تو ارادت سے ظفر فقرا سے مانگو

ردیف ہائے ہوز

پیدا ترے اشکون سے ہے قربات مین سب کچھہ
حاصل ہے ہر اک دانہ سے برسات مین سب کچھہ

دیجئے دل و دین کیون نہ تجھے اے بت کافر
جلوہ ہے خدائیکا ترے گات مین سب کچھہ

زلف اسکی دکھادے مجھے اے خضر تصور
کہتے ہین کہ ہین پردہ ظلمات مین سب کچھہ

حاصل نہین کچھہ مزرع دنیا سے کسی کو
ہے کشور دل کے مرے دیہات مین سب کچھہ

نقد دل و دین کیون نہ کرون پیش کش اب مین
لازم ہے کہ اس کی مدارات مین سب کچھہ

ناز و ادا سے نہین کچھہ اور کی مطلب
ہوتا ہے ادا ترے اشارات مین سب کچھہ

بوسہ جو طلب اس سے کیا مین نے تو بولا
موجود ہے بس اپنی ملاقات مین سب کچھہ

سائل سے کبھی آج تلک منہ نہین موڑا
حاصل ہے ہر اک کو مری خیرات مین سب کچھہ

بیتابی و زاری کی شکایت ہے عبث اب
ہوتا ہے ظفر عشق کے حالات مین سب کچھہ

دیگر

دکھلائی انہیکرا اوراق مین سب کچھہ
نہین خوب اس دہن سے دیدہ مشتاق مین غنچہ
سنبہا ہو دیکہکر وہ غنچہ لب مجھکو محبت سے

کہ ہو گیا شگفتہ گلشن اشتیاق مین غنچہ
نزاکت سے گران وہ بھی ہو وقت
رقص گر بانسر ہے
بجا ہے [illegible] ہین غنچہ
گرفتہ دل مرا دمن چشم و ابرو مین
ہے کیا باعث

[illegible]
طاق مین غنچہ
کہون کیا تیرا [illegible]
نہین خوش [illegible] آفاق مین
ہین غنچہ [illegible]
ہے جوش مین

یہ لایا رنگ کیا باغ دلِ عشاق مین غنچہ
نہین کہلتا ظفر عقدہ ہمین اُسکی خموشی کا
خدا جانے کہ اتنا کیون ہے استغراق مین غنچہ

دیگر

جہان نگہ پہ ہو سرمہ کا رنگ پیوستہ
یہ تیغ وہ نہین ہے جسمین ہو زنگ پیوستہ
اگرچہ صورتِ سوہان ہے سر دائے قمری
گلے مین تیرے ہے پر طوق تنگ پیوستہ
نہین وہ آئینہ مین کانکی نگر کا عکس
ہوا ہے تجربہ کی تہ مین نہنگ پیوستہ
سر اپنا ہجر مین دیوار سے جو ٹکراؤن
جدا جدا ہون وہین خشت و سنگ پیوستہ
بہم ہون سامنے تو واہ تو تماشہ ہو
نہوین دکہادے جو وہ شوخ سنگ پیوستہ
تو اب تو ہاتھ اوٹھا قتل سے کہ قبضۂ تیغ
ہوا ہے ہاتھ مین انیخانہ جنگ پیوستہ
بدن سے مرد دلاور کے حلقہائے زرہ
ہین ہین صورت داغ پلنگ پیوستہ
وہ کب نکلتا ہے جبتک نہ دم مرا نکلے
جگر مین ایسا ہے تیرا خدنگ پیوستہ

ظفر سمجھ نہ اسی زلف روئے جانان پر
یہ ہے فرنگ سے سرحد زنگ پیوستہ

خال کے دانے سے دیکھہ اُس سیب غبغب مین گرہ
جتنے سیب خلد ہون تخم سے سب مین گرہ
زلف کے حلقہ مین وہ تابندہ اختر دیکھنا
قرص ماہ سے کیا لگی ہے دامن شب مین گرہ
دل کے واشد سے یہ کہلتا ہے کہ شاید دل کیجا
غنچہ سان پیدا ہوئے انسان کی قالب مین گرہ
دل گرفتون کی بگولا خاک کا اے شہسوار
ڈالکر لنگر لگائے پائے کوکب مین گرہ
عکس چشم مست ساقی سے ہے کیا نسبت اُسے

ہے حباب بحر تو اک جام لب لب [illegible] مین گرہ
[illegible]
اُس کے دل [illegible]
پڑتی ہے میری زبان پہ حرف مطلب مین گرہ
رکھتے ہین رشتہ محبت کا ظفر جو دل مین صاف
دانۂ تسبیح بھی ہے اونکی مذہب مین گرہ

خجل ہے دیکھ کے ابرو ہلال کیسا کچھ — اسی سے جانو کہ ہوگا جمال کیسا کچھ
فلک کے ہنسنے ستارے تو کر لئو معلوم — کھلا نہ کچھ کہ ہے اُس رخ کا حال کیسا کچھ
جو دوست تھی وہ ہین دشمن عجب تماشا ہے — ہوا ہے دیکھو زمانیکا حال کیسا کچھ
مرے زوال سے جانو کمال کو میرے — زوال یہ ہے تو ہوگا کمال کیسا کچھ
نہووے کیونکہ گرفتار تار مین دل — بچھایا زلف نے ہے اوسکی جال کیسا کچھ
نہ آئی پہر عیادت جو وہ مسیحا دم — تو ہو مریض کو اوسکی ملال کیسا کچھ

ظفر نکالی فلک نے جو کج روی کی ڈھنگ
تو اک زمانہ ہوا پائمال کیسا کچھ

اوسکی عادت کا اور ہے نقشہ — اوسکی قدرت کا اور ہے نقشہ
شام غربت کا اور ہے نقشہ — صبح عشرت کا اور ہے نقشہ
اب نقاہت کا اور ہے نقشہ — اپنی طاقت کا اور ہے نقشہ
میری صحبت خوش آئی کیونکہ انہین — اونکی صحبت کا اور ہے نقشہ
جائے سرد سے تپ غم کے — اس حرارت کا اور ہے نقشہ
تیری ان سرد مہریون پر بھی — سوز الفت کا اور ہے نقشہ
جانے کیا بو الہوس حقیقت عشق — اس حقیقت کا اور ہے نقشہ
ہی قیامت سے اسکو کیا نسبت — تیری قامت کا اور ہے نقشہ
کیونکہ جانبر ہو درد مند تیرا — درد فرقت کا اور ہے نقشہ
تہا تو مجنون کو بھی جنون لیکن — میری وحشت کا اور ہے نقشہ
نقش جب لکھتے ہین عبث احباب — کہ محبت کا اور ہے نقشہ
جلیسے دیکھا ہے تجھکو آئینہ رو — اپنے حیرت کا اور ہے نقشہ
کھینچ صورت نہ اوسکی صورتگر — اسکی صورت کا اور ہے نقشہ
کرے جراح چارہ کس کس کا — ہر جراحت کا اور ہے نقشہ

اے ظفر ہے جہان مین خلق ہی کہان
اب تو غفلت کا اور ہے نقشہ

ودیگر

کھینچا عجب تر سے اس پری جبین کا ہے نقشہ
وہ مہر کا ہے یہ ماہ مبین کا نقشہ
بدلا غم جو اس اندوہگین کا ہے نقشہ
تو لحظہ لحظہ چنان او چنین کا ہے نقشہ
ہزار دور دور بین وہ ہم سے پر بین پیش نظر
تصور اپنے ہین اک دوربین کا ہے نقشہ

[illegible] کس [illegible]
نے فلک ہے شفق اوسکے [illegible] نقشہ
[illegible] کا اور رنگ ہے [illegible] کا ہے
سنوارتا ہے جو نور لطف سے اوسکا [illegible]
[illegible] و دین کا ہے نقشہ
[illegible] عشق کی [illegible] کیا [illegible]
[illegible] دنیا مین [illegible]
[illegible] طاوت [illegible] کا ہے نقشہ
[illegible] کیا صاف
[illegible] آئینہ مین [illegible]
اوتار لیتا وہ اس نازنین کا ہے نقشہ

عکس خط آئینہ مین تیرا نہین حضرت خضر
درمیان انکی شاید ہین کھڑی پانیکی

روکے مژگان سے کہا جوش و فور گریہ
یعنی خس منہ پہ بھلا کیونکہ اڑے پانیکی

ہین کہان بحر مین مردم سر گرداب حباب
ہے پانو نہین پڑے ماہی کی کڑے پانیکی

تو وہ اب شیرین زبان بحر سخن مین ہے ظفر
خبر ترے کون پڑے ہے منہ پہ کڑے پانیکی

جوش گریہ سے نہ کچھ دیدہ تر بیٹھ گئے
ہے یہ طوفان کئے ہمسا کون گھر بیٹھ گئے

دیکھنا ہم نہین اٹھنے کی میان خستہ ملک
جس گھڑی در پہ تیرے کھول کمر بیٹھ گئے

کیا ہوا مت ہو خفا باد دل پر داغ جو ہم
تیرے پہلو مین خرار رشک قمر بیٹھ گئے

دشت وحشت کو کرو نگاہون مین سربلند
آبلے پانو کے یہ میرے اگر بیٹھ گئے

کیا کرین صاحب فن یار دنیا کو مجکو
قدردان اٹھ گئے سب اہل ہنر بیٹھ گئے

تری آتی نہین اب جو نظر اے دیدہ تر
آہ اشکون مین کہین لخت جگر بیٹھ گئے

چھوڑنا جان سے کب تیر نگہ وہ ہمکو
دور سے ہم بھی اسے دیکھ کر بیٹھ گئے

منزل عشق بہت دور ہے اللہ اللہ
ایک ہی گام مین تم تھک کے ظفر بیٹھ گئے

یاد آتی ہے اوس آئینہ رو کی کمر مجھے
اسطرح سے نہ ہووے عدم کا سفر مجھے

کس گلبدن کی یاد مے دل مین تھی جرات
آیا نہ خواب مسند کمخواب پر مجھے

نرگس مین سیر چشم ہون بستان دہر مین
تیری طرح نہین ہوس سیم و زر مجھے

کچھ جوش مین بھی آنے دے مجکو خدا کے ور
اے بیخودی چلی ہے تو لیکر کدھر مجھے

ڈرتا ہون دے تو بوسہ لب کچھ نہ بات پوچھ
بہاتا نہین ہے شربت قند و شکر مجھے

روز وفات کا تو خطر کچھ نہین مجھے
ہمنشین ہے پر شب ہجر انکا ڈر مجھے

دریا کا پاٹ تختہ دامن تو بن گیا
اور اس سے کیا دکھائیگی اے چشم تر مجھے

[illegible] دیکھ رہا ہون رخ چمن
صیاد ہے نہین ہوس بال و پر مجھے

[illegible]
آتا نہین ہے اسکے سوا کچھ نظر مجھے

دیگر

جب وہ چھپا ہاتھ دامان ہمارا
ہے تب سے خنجر و دست و گریبان ہمارا
[illegible]
سب [illegible] دل ہی ارمان ہمارا
خوبان جہان [illegible]

۵۴

آیا ہے ظفر ہند کے پوشاک وہ گلگون
قاتل نے کئے قتل کے سامان سارے

چاندنی کی سیر خوبان تا سحر دیکھا کئے
اور ہم انکا رخ رشک قمر دیکھا کئے

کیا کہون کیونکر بجہے رشک قمر دیکھا کئے
وہ نظر آئے نہ جنکو پہر نظر دیکھا کئے

شب تجہے کیا ہم ہی آئے رشک قمر دیکھا کئے
ماہ و پروین بھی ترا رخ تا سحر دیکھا کئے

کچھ ہوئے تسکین نہ تجھ بن اُس دل حیرانکو
گو تیری تصویر ہم آٹھون پہر دیکھا کئے

آہ آتش بار سے دل اور جگر جلتی رہے
ہائے ستم اے مردمان چشم تر دیکھا کئے

تم نظر آجاؤ شاید اس ہوس مین آج ہم
صبح سے تا شام سوئے رہگذر دیکھا کئے

ہم تو خاک و خون مین غلطان ہی بے لب آوہان
وہ تماشا اے دل خستہ جگر دیکھا کئے

صبح اے گلرو تری آنکھون کو چشم شوق سے
کیا فقط گلہائے نرگس پہر نظر دیکھا کئے

لالہ گل ہے تیرے رخسارہ رنگین کو
باغ مین جتبک رہا تو جلوہ گر دیکھا کئے

گر نہین ہے ربط کچھ باہم تو پہر محفل مین شب
تم او نہین اور وہ تمہین کیون اے ظفر دیکھا کئے

قسمت مرے الٹ گئی تقدیر پہر گئے	تیری نگاہ جو بت بے پیر پہر گئے

قاتل اس گلی مین اپنی یہ نوبت ہم ہو گئی
دیکھا جو حال کی عاشق و معشوق کو ہم
اپنی نظر مین بس تری تصویر پہر گئی
قاتل ترا جو ہاتھ رکا میرے قتل سے
ہوئی قضا بھی میرے گلو پر ہی پہر گئی
خط کا جواب مرے نہ آیا کہا ظفر
چمن حسن کی رنگت گئی تازی بدلی
گل مین دوست جو یہ پوشاک [illegible] بدلی

۵۴

سنکر کیا کعبہ کی رخ [illegible] بدلی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] عشق مجاز سے [illegible]

جوش گریہ نے میرے کھینچا ہوا تک برباد
بحر و بر خالی ہین گردش دولتی دیکھلو
آتش دلسی ڈر امیرے سمندر اسقدر
دیکھکر ترے لب و دندان کو مارے شرم کے
میرے آہ و اشک سے چرخ و زمین کا ہی یہ حال
عشق مین اُس سنگدل کے اسقدر رویا مین
آئینہ مین اُس کے روئی آتش کو دیکھنا

گنبد نیلی برنگ نیلوفر پانی مین ہے
ہے جو خشکی مین بگولا تو بھنور پانی مین ہے
جا تہا مانند ماہی اپنا گھر پانی مین ہے
لعل تہہ مین چھپا جا کر گہر پانی مین ہے
وہ ادہر آتش مین ہے اور یہ ادہر پانی مین ہے
کوہ بھی اشکون سے میرے تا کمر پانی مین ہے
کیا تماشہ ہے کہ آتش جلوہ گر پانی مین ہے

سینے مین صافی دلون کی کب ہے تاب حسن دوست
عکس خورشید درخشان اے ظفر پانی مین ہے

عشق مین کیا ہم ہی اے تقدیر سیدھے ہو گئے
کتنے اس قالب مین شہپر تیر سیدھے ہو گئے
آتش سودا نے میرے کر دیا آہن کو موم
کھل کے میری حلقہ زنجیر سیدھے ہو گئے
تو ہوا ہم سے نہ سیدھا اور دست شانہ سے
بال بل کھائے تری تصویر سیدھے ہو گئی
کج ادائی سے ترے قاتل تعجب ہے مجھے
تن پہ میرے کیون خط شمشیر سیدھی ہو گئی
چرخ ٹیڑھا ہی رہا اور سینکڑون بانکے جوان
شیر ہے ہو کر زیر چرخ پر سیدھے ہو گئے
راستی پر کس کی قامت کے ہوا جو بعد مرگ
دست و پائے عاشق دلگیر سیدھے ہو گئے
سرنوشت اپنی نہ پلٹی اور خط معکوس کی
حرف جو الٹے ہوئے تحریر سیدھے ہو گئے

سیدھے ہے وہ آئینے [illegible] طالع
[illegible] مرے
[illegible] ذرا آہ ہے تاثیر سیدھی
[illegible] بات پہ [illegible]
[illegible]
جب [illegible] سیدھی ہو گئی
۵۷
ظاہر مین کیا ظہور [illegible] منظر
جلوہ مین اُس [illegible] پردہ [illegible]
جون زخم [illegible] دل پہ [illegible]
اور امتحان وہ کرتے ہین خنجر

صیاد یہ اسیر نہ تڑپین تو کیا کرین
ہین دام مین پہنسے ابھی آکر نئے نئے

ناز و ادا و غمزہ تو ہین شیوہ قدیم
آزار اون کے اور ہین اکثر نئے نئے

جتنے کہ یہ پرانے پرانے ہین منقری
ہین اُنکے واسطے بھی یہان گھر نئے نئے

دل ٹوٹے محتسب کا الٰہی کہ اُس نے آج
کیا تنکدہ مین توڑے ہین ساغر نئے نئے

آغاز خط سے کیا ہے نکالے ہین دیکھنا
طوطی باغ حسن نے یہ پر نئے نئے

کل ٹکڑے ٹکڑے خط کو کیا نامہ بر کو آج
کترے ہے روز گل یہ ستمگر نئے نئے

اک داغ دل کا کہنہ ہوا یہ تو پہر بہرے
پیدا ہزار داغ جگر نئے نئے

اک دل ہے اوسکو دیجئے کس کس کو الظفر
آتے ہین نظر مین سیکڑون دلبر نئے نئے

دیگر

جہانسہ کب تطار رخسارہ دلبر کے نیچے ہے
لئے معنی کو طوطی اپنے بال و پر کے نیچے ہے

تصور اوسکے مژگان کا مجھے سونے نہین دیتا
بچھا دیتا کوئی نشتر مرے بستر کے نیچے ہے

طلب کرتا ہے آب تیغ قاتل سے
[illegible] سبز بخت اس گنبد اخضر کے نیچے ہے

بتا با خال عارض کے [illegible] کا بل کا
ہوا پیدا اک تم اور اس کے [illegible] کے نیچے ہے
ہوا ہے جیسے شاخ گل پہ اسطرح
سینہ مین
کف ساقی کو عشوہ دیدم ساغر
[illegible] کے نیچے ہے

٥٨

[illegible]

تی کے باغبان کے ظفر پوچھتا ہے کیا
جو کچھ چمن مین جان عنادل پہ بن گئے

گلشن ولسی جو کچھ چیدہ چیدہ آئینگی	لخت دل یا قطرہ خون چکیدہ آئینگی
ولمین ہی کیا کیا کدورت پردہ منہ پہ دیکھنا	آئینہ کیطرح ہوکر صاف دیدہ آئینگی
وشمنون کو اپنی کر رکھہ رام گرم کیجئے	ہاتہہ تیری پر آہوئے رمیدہ آئینگی
منت خنجر نہ کھینچین گے ترے سرباز عشق	مثل راہ صید گہ مین سر بریدہ آئینگی
اس چمن مین مثل نرگس آنکھہ ہو ویگی سفید	جب یہان وہ آئینگی گردن خمیدہ آئینگی

اے ظفر جسدم مٹنے آمد غم دلدار کی
پہلے استقبال کو آنسو دیدہ آئینگی

کہان خلقت عزیز و زیر چرخ پہرتی ہے
یہ فانوس خیالی ہر اک تصویر پہرتی ہے
نہ چرخ آسیا ہون نے ہنوز ہون نے بگولا ہون
مجھے تو کیون لئے اے گردش تقدیر پہرتی ہے
نہ چھوڑا ساتھہ مرکر بھی کہ ترے ساتھ ہے لپٹے
ہر اک سایہ پہ روح عاشق دل گیر پہرتی ہے
ہوئی ہے جوش گل سے جوش وحشت اسقدر پیدا
کہ ہر موج پہنے ہوئے زنجیر پہرتی ہے
نہین آتا ہے زیر چرخ خواب اے غافلو کیونکر
کہ شب کو کہکشان کہینچے ہوئے شمشیر پہرتی ہے
اوترتے ہین گلے مین گہونٹ آب زندگانی کا
چہری جب حلق پہ قاتل دم تکبیر پہرتی ہے
ظفر کو منزل مقصود پر تقدیر لے پہونچی
کہ ہر بہٹکی ہوئی سے عقل بے تدبیر پہرتی ہے

جس وقت اوسکی زلف گرہ گیر کہل پڑی
سودائیون کے پاؤن کی زنجیر کہل پڑی
اٹھی خاک در کا سرمہ ہوا شکون مین
گویا گرہ سے چشم کی اکسیر کہل پڑی

۶۰

[illegible]

ہو نمک سود گر نہ زخم جگر — دلِ محبت کا کیا مزا جانے
اپنے بیمارِ عشق کو تو اگر — زہر بھی دے تو وہ دوا جانے

سرفرازی اوسکو ہو تو ظفر
آپ کو سب کا خاک پا جانے

دیگر

رونق گلشن بہارِ گل جو کم ہوتے چلے
اشک شبنم سے نسیم صبحدم روتے چلے
وہ ہوس کیا خاک پہنچے منزل مقصود کو
جو قدم رکھتے ہی کانٹے راہ مین بوتے چلے
تھی شمیم زلفِ جواب اور جان ناتوان
اُس گلے کو دوش بادِ صبا پر سوتے چلے
خاک کوئی یار پر شاید کہ ہے قصد نثار
بھر کے دامن مین جو موج گریہ پہ ہوتی چلے
ہو چکے دن ضبط گریہ کی کہ پی جاتے تھے اشک
اب تو چشمِ تر ظفر کچھ آبرو کھوتی چلے

دیگر

نکلنا دل سے اُس پیکان کا مشکل ہے تو بس یہ ہے
مری جان ہی تو بس ہے ہی مراد دل ہی تو بس یہ ہے
اوسے کر رکھے بس مین خواہش دل ہی تو بس یہ ہے
وہ بس مین اور کے ہے اور مشکل ہے تو بس یہ ہے
غم و حسرت کے جلسہ مین جگر اپنا جلاتا ہون
جو محفل ہے تو بس یہ شمع محفل ہے تو بس یہ ہے
جو قصد منزل مقصود ہے تو عشق پیدا کر

کہ اس منزل مین پا دل ہر منزل ہے تو بس یہ ہے
چھپائے لاکھ زلف یار رخ کو [illegible] پردہ مین
مہر کہیں چھپتا ہے [illegible] بس یہ ہے
[illegible]

٦٢

ہمین گر زیست محبت سے جو حاصل ہے تو بس یہ ہے
سوا دل کے جگر [illegible]
[illegible] مژگان [illegible] تقابل
[illegible] صف آرا ہے
[illegible] دیکھنا اوسکو [illegible] تو بس یہ ہے

ہم نئے ہین آج اسے صیاد پرسے
بارہا چھوٹے قفس سے بارہا پکڑے گئے

تیرے کوچہ مین گئے خط جب سنا پکڑے گئے
کچھ مرے یارون سے دل اے دلربا پکڑے گئے

نکلے مثل نالہ زنجیر جیب زنجیر سے
پھر نہ ہم سودائی زلف دوتا پکڑے گئے

زلف کو چھیڑا صبا نے ہے ہماری کیا خطا
ہم گرفتار بلا ہین بے خطا پکڑے گئے

تیرے چھوکے لے گئے آخر زر گل سب اڑا
نہ یہ بادی چور اے باد صبا پکڑے گئے

جیتے جی چھوٹے نہ زندان محبت سے کبھی
ایسی ساعت سے تمہارے مبتلا پکڑے گئے

کیون ہنسی تھی اے صبا سنکر فغان عندلیب
کان گلشن مین گلون کے جو سدا پکڑے گئے

کیون وفا کی تم سے جو ایسی بلاؤن مین پھنسی
ہم گئے کو اپنے ہین اے بیوفا پکڑے گئے

جیسے چوری کوئی زلف یار مین جاتے تھے یہ
حضرت دل اے ظفر اچھا ہوا پکڑے گئے

باندہی کمر ہی شہ نے شہادت کیواسطے
سر کٹا اس جناب ہدایت مآب کا
زین العابدین آبروئے دو جہان ہے
جاتا ہے ہائے دہوپ مین پیاسا بندھا ہوا
کرتے تھے آب خنجر و شمشیر سے وضو

سلام اے مجرئی شفاعت کیواسطے
بلوائے گروہون نے ہدایت کیواسطے
[illegible] بحر امامت کے واسطے
[illegible] ہین ہے جائے اقامت کیواسطے
شمشیر قتل گہ مین عبادت کیواسطے

[illegible] دیوان ظفر [illegible] مطبع [illegible] حافظ محمد [illegible] چھپکر شائع ہوا [illegible]